تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلد ہشتم
8

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت

عاملِ شریعت، کاملِ طریقت

صادق البیان، مُفسّرُ القرآن

فدائے عشقِ محمدیؐ

ضیائے غلام عارفی، وفائے سگِ افضلی

حضرت قاضی محمدؐ علیم اللہ عارفی

قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com

نام کتاب ________ تفسیرِ علیم (جلد ہشتم)

ترتیب و پیشکش ________ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

ناشر ________ حلقہ چشتیہ صابریہ عارفیہ، کراچی

تاریخِ اشاعت	تعداد
رجب المرجب ۱۴۳۴ھ جون ۲۰۱۳ء	۲۵۰۰

287.64

116297

E-mail: arfeen@cyber.net.pk

Marfat.com

مناجات

اے اللہ کریم ! ہم گناہ گار و خطا کار ہیں۔ ہمیشہ تیری رحمت کے امیدوار ہیں اور مشکل سے مشکل گھڑی میں تجھے ہم نے پُکارا، تُو نے ہماری پُکار اپنی رحیمی و کریمی کے صدقے میں اور وسیلۂ جلیلہ، اپنے پیارے حبیب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قبول فرما کر ہمیں ہمیشہ اپنی رحمت سے نوازا اور اس مشکل سے نجات دی۔ تُو کریم المعروف ہے، قدیم الاحسان ہے، حنّان و منّان و دیّان ہے، ذوالجلال والاکرام ہے اور عَلیٰ کُلِّ شَیٔ ءٍ قَدِیرٌ اور کُنْ فَیَکُوْن کی طاقت رکھتا ہے۔

تیری اس عاجز بندی نے ڈرتے ڈرتے "تفسیرِ علیم (جلد ہشتم)" کے عنوان سے جناب خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت، عاملِ شریعت، کاملِ طریقت، صادق البیان، مُفسّرُ القرآن، فدائے عشقِ محمدّی، ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی، حضرت قاضی محمدّ علیم اللہ عارفی قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ کے قرانی بیان کو کتاب کی شکل میں پیش کرنے کی کوشش کی ہے اور اب یہ تیری بارگاہِ عالیہ میں نذر ہے۔ اسے شرفِ قبولیت عطا فرما۔ امیدوار ہوں تو مایوس نہیں فرمائے گا۔ کاش یہ تیری اور تیرے حبیب پاک صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خوشنودی کا باعث بنے۔ آمین ! جو جو میری خامیاں ہیں، اُن کو درگزر فرما۔

Marfat.com

میرے پاس کوئی عذر نہیں، صرف معافی کی طلبگار ہوں۔

اس کے پڑھنے والے کی حاجتیں اور مُرادیں پوری فرما۔ اُن کو دین کی بھلائی عطا فرما۔ اُن کو اپنی اور حضور صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اور پنجتن پاکؑ کی محبّت عطا فرما۔ یا اللہ! جو شخص بھی حاجتمند ہے وہ اس کو پڑھنے تک ہی اپنے آپ کو محدود نہ کر لے بلکہ اس میں ایسا ذوق وشوق عطا فرما کہ وہ دین کے کسی عالمِ حق کے سامنے زانوئے ادب تہہ کر کے کلامِ پاک کے معانی اور تفسیر غور سے پڑھے۔ اس کے بعد اس کو توفیق عطا فرما کہ وہ تیری اور تیرے رسول صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم کی اطاعت کرے تیری دی ہوئی توفیق سے۔ محض اس نیّت سے کہ تُو اور تیرے حبیبِ پاک (صلّی اللہ علیہ وآلہٖ وسلّم) اُس سے راضی ہو جائیں۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

اظہارِ تشکّر

میں اپنی اُن دینی بہنوں اور بھائیوں کی ممنون ہوں، جنھوں نے دامے، درمے، سخنے اس کام میں میری مدد کی۔ اے اللہ! اُن سب پر اپنے فضل وکرم کی بارش فرما اور انہیں ہر بلاتے ناگہانی، آفت، مصیبت، پریشانی، بدنامی، بے عزتی، مُفلسی، محتاجی، بیماری، قرض داری، رُجعتِ دین، ذکر وفکر اور نماز سے غفلت، سے محفوظ فرما اور انہیں اس معاونت کا اجرِ عظیم عطا فرما! آمین

دُعاگو اور دُعاجو
رابعہ ثانی

Marfat.com

گُزارش

اس تالیف میں اگر کہیں زیر، زبر یا کتابت کی کوئی غلطی نظر آئے تو اُسے از راہِ کرم اپنے قلم سے خود درست کر لیجیے گا۔ آپ کی بڑی نوازش ہوگی۔

دُعاگو اور دُعاجو

رابعہ ثانی

Marfat.com

پارہ سیقول سورۂ بقرہ

آیت ۲۱۵ تا ۲۱۶

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

يَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ۗ قُلْ مَآ اَنْفَقْتُمْ
مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ
وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ وَ
مَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾
كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ
وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ
وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾

Marfat.com

تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں تم فرماؤ جو کچھ مال نیکی میں خرچ کرو تو وہ ماں باپ اور قریب کے رشتہ داروں اور یتیموں اور محتاجوں اور راہ گیر کے لئے ہے اور جو بھلائی کرو بے شک اللہ اسے جانتا ہے۔ تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

میں نے ۲۱۵ تا ۲۱۶ سورۂ بقرہ کی آیات کی تلاوت کی ہے۔ ۲۱۵ ویں آیت میں، جو اس کی تفسیر میں پچھلی نشست میں بیان کر چکا ہوں۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اب تمہارے لئے دو قسم کی آزمائشیں ہیں، وہ تمہارے لئے فرض ہیں۔ ایک تو یہ کہ جو تم نے مال کمایا ہے اور دوسرا پیار کی قربانی۔ جو تمہارا اپنا کمایا ہوا مال ہے اس میں سے تمہیں اللہ کی راہ میں خرچ کرنا ہے، زکوٰۃ بھی دینا ہے اور اس

Marfat.com

کے علاوہ نفلی صدقات بھی دینا ہے۔ نفس تمہارا کہے گا کہ یہ مال میرا ہے۔ اگر کوئی تکلیف پہنچے یا قربانی کا مقام آجائے، تو اس وقت اگر نفس آپ کو بہکائے، نفس کا خیال آئے تو اس خیال کا کوئی عذاب نہیں ہے۔ لیکن اس نفس کے بہکانے کے خلاف جب آپ اللہ کی رضا کے لئے اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے طریقے سے کام کرتے ہیں تو اس نفس کے خلاف مجاہدے کا بہت زیادہ ثواب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہماری کمزوریوں کا لحاظ کیا ہے۔ ایک قربانی تو مال کی قربانی ہے دوسری جان کی قربانی ہے۔ کہ جہاد آپ پر فرض کر دیا گیا۔ جب آپ کے ملک پر کافر حملہ کر دیں، تو آپ میں اگر سکت ہے، ضعیفی، بے بسی اور لاچاری نہیں ہے، جیسے اکثر غلامی میں ہوتی ہے تو آپ جہاد کریں۔ اگر آپ بے بس ہیں تو آپ کے پڑوسی کریں۔ اور جہاد فرض کفایہ ہے، کچھ لوگ بھی اس جہاد میں شامل ہو جائیں تو سب بری الزمہ ہو جاتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: قل يسئلونك ماذا ينفقون ۝ آپ سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ ہم کیا خرچ کریں؟ آپ دیکھیں کہ کیا محبوبی کا عالم ہے۔ کہ صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے۔ اس طرح سے اپنی حاجت کے لئے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے جب کوئی اپنا سوال

Marfat.com

کرتا ہے تو اس کی حاجت روائی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ جب وہ ہمارے سوالوں کا جواب دیتا ہے جو ہم سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں۔ تو پھر یہ بھی واضح ہے کہ ہماری درخواستوں کا جو ہم حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کرتے ہیں، اس کی منظوری بھی اللہ تعالیٰ دیتا ہے۔ تو ابھی میں یہ بتاؤں گا کہ اس کا کیا تعلق ہے، کیا شانِ نزول ہے؟ لیکن پہلے اس کی تفسیر بتا دوں۔

یسئلونك ماذا ینفقون ہ آپ سے لوگ پوچھتے ہیں کیا چیز خرچ کریں، اپنے مال میں سے کیا چیز خرچ کریں؟ "نفق" کہتے ہیں الگ کرنے کو، چھانٹے کو، علیحدہ کرنے کو۔ تو یا آپ ایسا خرچ کرتے ہیں، اپنے سے الگ کر دیتے ہیں، اس لئے اس کو نفاق کہتے ہیں۔ اور جب اللہ کے لئے خرچ کرتے ہیں تو کہتے ہیں انفاق فی سبیل اللہ۔

تو "ماذا ینفقون" ہ وہ سوال کرتے ہیں آپ سے "سُئل" سوال سے۔ یسئلونك کہ ہم کیا خرچ کریں؟ قل ما انفقتم من خیرٍ خیر معنی اچھا، تو اچھے مال میں سے، حلال مال میں سے تم جو کچھ خرچ کرو گے وہ اللہ کو قبول ہو گا۔ کس پر خرچ کریں؟ فللوالدین ہ آپ کے قرب وجوار میں جو لوگ ہیں ان میں سب سے زیادہ حق کس کا ہے؟ ماں باپ کا ہے۔ اس لئے کہ

Marfat.com

انہوں نے آپکو پیدا کیا ہے آپ کا وجود ان کا رہینِ منت ہے آپکی زندگی ان کی رہینِ منت ہے اس لئے کہ جب آپ بے بس تھے ہل کر کھا نہیں سکتے تھے پی نہیں سکتے تھے اپنی طہارت نہیں کر سکتے تھے اس وقت انہوں نے ماں باپ کا حق ماں کا حق زیادہ ہے اس لئے کہ اس نے اپنے خون سے آپکو سینچا ہے۔ اپنے خون سے آپکی پرورش کی ہے۔ تو کس پر خرچ کریں، کیا خرچ کریں، اچھا خرچ کریں، خیر میں خرچ کریں، اکلِ حلال میں سے خرچ کریں۔ اچھی چیزوں میں سے خرچ کریں۔ اور خرچ کریں اپنے والدین پر۔

والدین کے بعد سب سے زیادہ آپ کی زندگی میں اثر انداز کون ہو سکتے ہیں۔ اقرباء۔ جو آپ کے قریبی رشتے دار ہیں۔ ان کی عزت آپ کی عزت ہے۔ یہ نہ اللہ تعالیٰ کو حق گوارا ہے نہ آپ کو گوارا ہونا چاہیئے کہ اگر آپ کے پاس مال و دولت ہے تو آپ کے ہوتے ہوئے آپ کے اقرباء کسی کے سامنے ہاتھ نہ پھیلائیں۔ اس لئے کہ اس میں آپ کی بھی ہتکی اور بے عزتی ہو گی تو اللہ تعالیٰ نے اس سے آپ کو بچانے کے لئے آپ کے حق میں آپ کو ثواب عطا فرما دیا ہے کہ اگر آپ اپنے قریبی رشتے داروں کی مدد کریں جو محتاج ہوں۔ قابلِ مدد ہوں صاحب احتیاج ہوں اُن کی آپ مدد کریں۔

اقرباء کی مدد کرنے کے بعد اگر آپ کے پاس اللہ کی راہ میں

Marfat.com

خرچ کرنے کے لئے پیسہ ہے تو اس کے بعد "والیتمیٰ" یتیموں پر خرچ کریں۔ والدین پر صدقۂ واجب یعنی زکوٰۃ کا پیسہ ان پر خرچ نہیں ہو سکتا۔ صدقاتِ نفلی کا ہو سکتا ہے۔ والدین پر جو خرچ کریں گے وہ زکوٰۃ نہیں ہو گی خیرات ہو گی، نیکی ہو گی۔ خیرات بُرے معنوں میں ہم استعمال کرتے ہیں۔ خیرات کا مطلب ہے نیکی، اچھا، وہ ایک اچھائی ہے، اللہ کی راہ میں خرچ کرنا۔ اللہ کی رضا کے لئے ماں باپ پر خرچ کرنا، وہ خیر ہے۔ تو خیر کے لئے جو خرچ کرتے ہیں، اس کو خیرات کہتے ہیں، یا صدقۂ نفل کہتے ہیں۔ اور صدقہ واجبی جو ہے وہ زکوٰۃ ہے۔

"والاقربین" اور اس کے بعد اقرباء کو۔ والدین اور اقرباء کے بعد سب سے زیادہ کس کو ضرورت ہے؟ جن کا بظاہر کوئی والی وارث نہیں ہے۔ جن کی کم سنی میں، بلوغت سے پہلے ماں باپ کا انتقال ہو گیا ہو۔ اور ان کی دیکھ بھال کرنے والا نہیں ہے۔ تو آپ ان کی مدد کریں۔

"والمسٰکین" اس کے بعد عام محتاج لوگوں کی مدد کریں، اس آرڈر میں "وابن السبیل" اور جو راستے پر ہے،

جو مسافر ہے۔ اس میں مسئلہ یہ ہے کہ جو صاحبِ حیثیت لوگ بھی اگر سفر میں ضرورت مند ہو جائیں، تو ان کی مدد کرنا بھی "انفاق فی سبیل اللہ" میں شامل ہے۔ اس کے برخلاف اگر اعزاء میں صاحبِ ثروت لوگ ہیں تو پھر ان کو پیسہ دینا، رسم و رواج کے طور پر "انفاق فی سبیل اللہ" میں شامل نہیں ہوگا۔ اسی طرح سے "یتامیٰ" میں جو خود صاحبِ ثروت ہیں، ان کو پیسہ دینا ان پر خرچ کرنا، وہ انفاق فی سبیل اللہ نہیں مانا جائے گا۔

وما تفعلوا من خیرٍ ؕ تفعلو۔ فعل سے جو ہے سیکنڈ پرسن میں ہے۔ "وما تفعلوا" اور آپ لوگ جو خرچ کریں گے من خیرٍ۔ اپنی نیک بھلائی سے جو اچھا کام کریں گے، جو بھلائی کریں گے، جو انفاق فی سبیل اللہ کریں گے وہ ضائع نہیں جائے گا۔ کیوں؟ فان اللہ بہ علیمٌ ؕ اللہ تعالیٰ کو اس کا علم ہوتا ہے، جو آپ انفاق فی سبیل اللہ کرتے ہیں۔

اب اس آیت کا پچھلی آیت سے تعلق کیا ہوا؟ پچھلی آیت میں جانی و مالی قربانی کے لئے آمادہ کیا گیا تھا۔ پہلے جہاد کی تکلیفوں کا ذکر تھا۔ اس کی آزمائش کا ذکر تھا۔ اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاد میں جان و مال دونوں خرچ کرنے پڑتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میرا قرب حاصل کرنے کے لئے تمہیں کسی آزمائش سے گزرنا

Marfat.com

پڑے گا۔

آزمائش دو قسم کی ہوگی۔ ایک تو آئی ہوئی مصیبت پر صبر کرنا اور دوسری آنے والی مصیبت کے لئے تیار رہنا۔ اب یہ بتایا جا رہا ہے کہ "انفاق فی سبیل اللہ" میں کیا خرچ کریں گے۔ اور کس طرح مصیبتوں کو ٹالیں گے۔ اس لئے کہ جان کا صدقہ مال بھی ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ صدقہ دیتے رہو، چاہے ایک روپیہ، گیارہ روپے یا اکیس روپے ہوں۔

شاہ افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب میں لکھا ہے کہ یہ اس لئے کہ صدقہ سے بلائیں ٹلتی ہیں، اس لئے کہ فرض کریں کہ کوئی بزرگ آپ کو دعا بتائے کہ آپ یہ دعا فرمائیں، تو اس دعا کی قبولیت کے لئے بہتر یہ ہے کہ آپ پہلے صدقہ نکال لیں اور اگر بھول جائیں تو بعد میں صدقہ نکال دیں۔ اور پھر کہیں یا اللہ! میں اس دعا کے وقت، اس کی قبولیت کے لئے یہ صدقہ کر رہا ہوں۔ یا جو عمل میں نے کیا، اس کی قبولیت کے لئے یہ صدقہ کر رہا ہوں۔

اب یہ دوسرے امتحان کا ذکر آ گیا۔ کہ مال اپنا ہے اپنے اوپر خرچ کرنے کا، عیش و عشرت کی نفس ترغیب دے رہا ہے۔ لیکن اللہ کی رضا کے لئے نفس کے مشورے کے بغیر اللہ کی راہ میں

Marfat.com

خرچ کرنا ہے۔ اس کی شانِ نزول۔ یہ آیت کیسے نازل ہوئی۔ ہم پر بڑے احسانات ہیں صحابہ کرام رضی اللہ عنہما کے۔ بہت سے ایسے مسئلے ہیں جو صحابہ کرام کے عمل کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے حل کر دیئے۔

حضرت عمرو بن جفوف رض بہت مالدار اور رئیس تھے۔ ان صحابی نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا کہ میں اپنے مال میں سے کیا خرچ کروں اور کس پر خرچ کروں۔ انہوں نے سوال کیا سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے، اور اللہ تعالیٰ نے اس کا جواب دے دیا، تو ساری اُمتِ مسلمہ عمرو بن جفوف رضی اللہ عنہ کی رہینِ منت ہے، کہ ان کی وجہ سے ہماری ساری اُمت کی رہنمائی ہوئی، قیامت تک سارے مسلمان ہوں گے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ جن سے بہت ہی احادیث منقول ہیں، انہوں نے فرمایا ہے کہ ایک شخص نے بارگاہِ رسالت صلی اللہ علیہ وسلم میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ میرے پاس ایک دینار ہے، میں کیا کروں؛ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم ایک دینار کو اپنی جان پر خرچ کرو، اپنی ذات پر خرچ کرو۔ پھر اس شخص نے سوال کیا کہ حضور! اگر دو ہوں تو کیا کروں؛ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اپنے گھر والوں پر بھی خرچ کرو"۔ پھر کہا کہ میرے پاس تین دینار ہوں تو کیسے خرچ کروں؛ تو حضور صلی اللہ

علیہ وسلم نے فرمایا: "اپنے پر خرچ کرو، اپنے والدین پر خرچ کرو اور اپنے خادم پر خرچ کرو"۔ انہوں نے کہا کہ اگر چار ہوں تو؟ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہا: "اقربا پر خرچ کرو"۔ انہوں نے کہا پانچ ہوں تو؟ آپؐ نے فرمایا کہ "اپنے رشتے داروں پر بھی خرچ کرو"۔ انہوں نے کہا، چھ ہوں تو؟ آپؐ نے فرمایا: "ان کے علاوہ اللہ کی راہ میں خرچ کرو، یعنی مسکین، مسافر اور یتیم۔"

تو یہ سوال تھا جس کے جواب میں یہ آیت اُتری اور یہ حدیث ہے جو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے: یسئلونک ماذا ینفقون ہ اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں سوال کرنے کو جمع کے صیغے میں استعمال کیا ہے، حالانکہ سوال ایک آدمی نے کیا تھا، حضرت عمرو بن جموح رضی اللہ عنہ، نے یا ایک سائل نے کیا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ آپ سے لوگ سوال کرتے ہیں کہ وہ کیا خرچ کریں، اس لئے کہ جواب ساری اُمّت کے لئے ہے۔ ہم تاقیامت اس صحابی کے احسان مند ہیں جنہوں نے یہ سوال کیا۔ بہت سے مسائل میں اللہ تعالیٰ نے ہماری راہنمائی فرمائی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کی وجہ سے۔

حضرت سلمہ ابنِ قیس رضی اللہ عنہ کا احسان یہ ہے کہ تمام مومنین کو ان کی وجہ سے رمضان شریف میں رات کو کھانے کی اجازت

Marfat.com

مل گئی۔ اسی طرح سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے تمام مسلمانوں پر احسان فرمایا کہ رات میں صحبتِ زوجیت کی اجازت دے دی اور اس کو گناہ نہیں کیا۔ یہاں یہ جو خیر ہے:

قل ما انفقتم من خیرٍ اس سے مراد ہے حلال، پاک مال ہے، زیادہ مال حلال مال اچھی جگہ پر خرچ کیا ہوا مال، نیتِ خیر سے دیا ہوا مال، یہ "روح البیان" کی تفسیر ہے۔

اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال اور اپنی زندگی میں دیا ہوا مال۔ یاد رکھیں کہ اگر آپ کی دولت میں سے آپ کی زندگی میں صدقات و خیرات دیئے گئے تو اس کا زیادہ ثواب ہے، جب مرتے وقت آپ کی دولت میں سے خرچ کیا لوگوں نے، آپ کی زندگی بچانے کے لئے، اس کا وہ ثواب نہیں ہے۔ ٹھیک ہے جان بخشی تو ہو جاتی ہے، اللہ تعالیٰ رحیم ہے، لیکن اپنی زندگی میں اپنی کمائی اور اختیارات کے دوران جب آپ کو کوئی مجبوری نہ ہو، اللہ کی رضا کی تلاش میں آپ خرچ کریں، تو اس کا ثواب زیادہ ہے۔

اس آیتِ مبارکہ کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں، کچھ فائدے ہیں۔ سب سے پہلا اصول تو یہ ہے کہ اپنی ضرورت سے بچا ہوا مال اللہ کی راہ میں خرچ کرنا چاہیئے۔ یہ قطعی اجازت نہیں ہے کہ

Marfat.com

اپنا سب کچھ دے کر خود محتاج بن جاؤ، اس کی اجازت اللہ تعالیٰ نے نہیں دی ہے۔ یعنی اپنے جو جائز اخراجات ہیں، جس میں اسراف شامل نہیں ہے۔ فرمایا: ان المبذرین کان الشیاطین۔ فضول خرچ لوگ شیطان کے بھائی ہیں، لیکن جو جائز اخراجات ہیں اس کے بعد جو بچا ہوا مال ہے اس کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنا خیر ہے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ حلال مال خرچ کرنا ہے۔ اللہ پاک کی بارگاہ میں پاک مال ہی قبول ہوگا۔ آپ کوئی معزز مہمان بلائیں تو اس کو گندی پلیٹ میں تو کھانا نہیں دیں گے، یا خراب کھانا تو نہیں دیں گے۔ صاف ستھرا پاک کھانا دیں گے، تو رب کی بارگاہ میں جو کچھ بھیجنا ہے وہ پاک اور صاف ستھرا ہونا چاہیئے۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہر قسم کا حلال مال خرچ کرنا ہے۔ اس میں کوئی تخصیص نہیں ہے کہ صرف اناج دیں، اگر کوئی بھوکا ہے، تو اس کو کھانا دیں، کوئی ننگا ہے، سردی لگ رہی ہے یا کپڑے مناسب نہیں ہیں تو اس کو کپڑا دیں، اور اگر کوئی محتاج ہے تو اس کو پیسہ دیں۔ اس کی ضرورت اگر ہو تو اس کو پورا کرنے کے لئے علاج کرنا ہے، یا کوئی اور یا تعلیم حاصل کرنی ہے۔ اور یہاں تک کہ آپ زمین کی بھی خیرات دے سکتے ہیں۔ اگر آپ کے پاس زمینیں ہیں آپ کی ضرورت سے زیادہ تو آپ مدرسے اور مسجد کے

Marfat.com

لئے زمینیں دے سکتے ہیں۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ خرچ میں قرابت اور حاجت کی ترتیب کا خیال رکھنا ہے۔ قرابت کے لحاظ سے سب سے پہلے ماں باپ اس کے بعد زیادہ قریب اعزا، اس کے بعد یتامیٰ، مساکین۔ لیکن اس ترتیب میں حاجت کو فوقیت حاصل ہوگی۔ یعنی پہلے قریبی اور پھر دُور کے رشتہ دار کو اور سخت ضرورت مند کو پہلے دیں، پھر معمولی حاجت مندوں کو۔

یہاں ایک مسئلہ آتا ہے۔ ماں باپ کو زکوٰۃ، فطرہ اور کوئی صدقۂ واجبہ دینا جائز نہیں ہے۔ اور ایسے ہی بیوی اور اولاد کو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے ماں باپ کی خدمت آپ پر فرض کی ہے، چاہے حاجت مند ہوں یا نہ ہوں۔ تو اس وجہ سے صدقے کے پیسے سے، زکوٰۃ کے پیسے سے ان کی خدمت آپ نہیں کر سکتے۔ البتہ صدقۂ نفلی سے ان کی خدمت کر سکتے ہیں۔ اسی طرح سے بیوی اور اولاد کی کفالت آپ کی شرعی ذمہ داری ہے۔ ان کو پیسہ دینا انفاق فی سبیل اللہ میں شامل نہیں ہوگا۔ یہ "خزائن العرفان" میں ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر کیا ہے، تو اس کا مطلب ہے نفلی صدقات، اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے، ایک

Marfat.com

فرض کے لئے، ایک اطاعت کے لئے ہے، ایک رضا کے لئے ہے،
اس کا مطلب بعض مفسرین یہ بھی لیتے ہیں کہ ہم والدین کو صدقۂ
واجبہ میں سے دے سکتے ہیں۔ اس لئے کہ یہاں اس طرح کی کوئی
دلیل نہیں ہے۔ تو اس حکم کی تنسیخ ہو چکی ہے جہاں زکوٰۃ کے حکم
صادر ہوتے ہیں۔ جہاں یہ بتایا گیا ہے کہ زکوٰۃ کس کس کو دے سکتے
ہیں۔ اس میں والدین کا نام نہیں ہے۔

اس سے پہلے سورۂ بقرہ میں ایک آیت آچکی ہے کہ اللہ
تعالیٰ ان کو پسند فرماتا ہے جو اپنا مال اپنے اقرباء کو دیتے ہیں اللہ
کی محبت میں۔ اور پھر ذکر آیا ہے کہ جو زکوٰۃ دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ
نے: انفاق فی سبیل اللہ علیٰ حُبہٖ کی الگ، اپنی رضا کے
لئے جو "انفاق فی سبیل اللہ" ہے اس کو اللہ نے الگ خانے میں،
رکھا ہے۔ اور زکوٰۃ و صدقات واجبہ کو الگ خانے میں رکھا ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ یتیم اور مسافر کو زکوٰۃ اور صدقۂ واجبہ
دے سکتے ہیں۔ بشرطیکہ ان کے پاس مال نہ ہو۔ غنی یتیم ہو اور مالدار
مسافر جو اپنے پاس مال رکھتا ہو اُسے صدقۂ واجبہ نہیں دے
سکتے۔

پھر ایک اصول یہ تھا کہ جس میں قرابت دار اور حاجت کی
مدد ہے۔ ایک اور اصول اس سے مرتب ہوتا ہے کہ انسانوں، ہوموں

Marfat.com

کو چاہیئے کہ جب بھی نیکی کا موقع ملے وہ کر ڈالے، اگر وسائل ہیں، تو فوراً کر ڈالے۔ اور یہ نہ سمجھے کہ میں اس وقت اپنے غریب عزیز کو دس روپے دُوں گا۔ تو دس روپے کی حقیقت کیا ہے۔ کیوں کہ ہوسکتا ہے کہ دس روپے سے ہی ان کی شام کا چُولہا جل جائے۔ اور ہماری یہ چھوٹی سی نیکی اللہ تعالیٰ کے ہاں اتنی مقبول ہو جائے کہ کہ اس سے ہماری بخشش و مغفرت ہو جائے۔

اللہ بہت بڑا ہے۔ لیکن وہ ہمارے ہر چھوٹے بڑے عمل کو قبول فرماتا ہے اور کوئی تخصیص نہیں ہے کہ بڑے عمل ہی ہماری مغفرت کا باعث بنیں۔ بعض دفعہ وہ اپنی شانِ کریمی سے ہی چھوٹے سے عمل کو وہ ہماری مغفرت کا ذریعہ بنا سکتا ہے۔ میں آپ کو بار بار ملکہ زبیدہ اور خلیفہ ہارون الرشید کا قصّہ سُنا چُکا ہوں۔

اگلی آیت ہے ۲۱۵۔ "کتب علیکم القتال۔ کُتِبَ کہتے ہیں تمہارے لئے لکھ دیا گیا۔ یعنی فرض کر دیا گیا۔ جیسے کُتِبَ علیکم الصّیام۔ تو تمہارے لئے قتال یا جہاد فی سبیل اللہ تمہارے لئے فرض کر دیا گیا۔ یہ حکم صرف ہمارے لئے بھی ہوسکتا ہے۔ یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ہمیشہ کے لئے۔ تم سے مطلب ہے سارے مومنین۔ کہ تمام مومنین حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تم تک ہر ایک پر

Marfat.com

جہاد فی سبیل اللہ فرض کیا گیا تھا۔" وھو کرہٌ لکم" ہوسکتا ہے کہ جان کے خطرے کے باعث تم کو یہ بُرا لگے، نفس کہے کہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے۔ اللہ تعالیٰ نے فرض کر دیا کہ ہم جا کر جہاد کریں۔ اب چاہے تمہیں اچھا لگے یا بُرا لگے، تمہارے لئے فرض ہے۔

لیکن تمہاری ہدایت کے لئے ہم تم پر واضح کرنا چاہتے ہیں کہ جو کچھ تمہارا نفس تم سے کہتا ہے، وہ نفس کو بھلا لگتا ہے۔ وہ ہوسکتا ہے کہ تمہارے لئے بہتر نہ ہو، اسی طرح جو نفس کو بھلا نہیں لگتا ہو، وہ تمہارے لئے بہتر ہو۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "وھو کرہ لکم" کراہیت تو آپ اردو میں جانتے ہیں اور وہ تم کو بُری لگتی ہے، یہ قتال یہ جہاد، وعسیٰ ان تکرھو شیئًا وھو خیر لکم۔ اور شاید ایسا بھی ہے کہ تمہیں کوئی بات بُری لگتی ہے وہ تمہارے لئے بہتر ہے۔ وعسیٰ ان تکرھو۔ اور شاید تم کو وہ چیز، وہ بات بُری لگے۔ تو ایسا ہو۔ وھو خیر لکم۔ وہ چیز تمہارے لئے بہتر ہو۔ وعسیٰ ان تحبّو۔ اور شاید ایسا بھی ہو کہ تمہیں کوئی چیز پسند آئے، اچھی لگے۔ وھو شر لکم۔ وہ تمہارے لئے بُرائی ہو۔ تو تمہارے نفس میں شعور نہیں ہے خیر اور شر میں تمیز کرنے کا۔ اس لئے تمہیں انحصار کرنا چاہیئے اللہ تعالیٰ کے حکم پر۔

11697

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے فرمادیا ہے کہ تمہارے لئے قتال فرض ہے، وہی تمہارے لئے بہتر ہے، چاہے تمہیں اچھا لگے یا بُرا لگے۔ تو یہ اصول ہے کہ اگر نفس کو کوئی چیز ناگوار گزرتی ہے، تو اس ناگواری کی سزا نہیں ہے۔ لیکن اس ناگواری کے باوجود اللہ کی رضا کے لئے جو کچھ آپ کرتے ہیں، اس کا ثواب یہ ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

آیت نمبر ۲۱۴۔اور ۲۱۵ میں اللہ تعالیٰ نے مالی قربانی کی بات کی تھی۔ ۲۱۶ویں آیت میں یہ جانی قربانی یعنی جہاد کے متعلق فرمایا جارہا ہے۔ پہلے یہ بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ کو تمہارے ہر عمل کی خبر ہے۔ اب یہ بتایا جارہا ہے کہ تمہارے نفس کو پہچان نہیں ہے خیر اور شر کی۔

جنگ وجدال چار قسم کے ہوتے ہیں۔ یعنی شیطانی قتال، نفسانی قتال، رحمانی قتال اور روحانی قتال۔ جب کوئی فاسق و فاجر گنہگار فاحشہ عورت اور شراب وجوئے کے لئے حرام چیز کے لئے جنگ کرے، غنڈے اور مافیا ایک دوسرے کو ماریں، وہ شیطانی قتال ہے۔ جب ہم زن، زر، زمین کے لئے قتال کرتے ہیں تو وہ نفسانی قتال ہے، اپنے نفس کے لئے کرتے ہیں۔ کہ زمین ہاتھ سے نہ چلی جائے، عورت ہاتھ سے نہ چلی جائے، پیسہ ہاتھ سے نہ چلا جائے۔ یہ نفسانی قتال ہے۔

تیسرا رحمانی قتال ہے۔ جو اللہ کی راہ میں کفار سے ہے، جو توحید کے لئے، توحید کی بالادستی کے لئے ہے۔ ہم، کفار، مشرکین و منافقین سے جنگ کرتے ہیں، وہ ہے رحمانی قتال۔ اور ایک آخری قتال یا جہاد ہے، وہ روحانی قتال ہے۔ جو ہم اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں مجاہدہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کے خلاف جہاد کرتے ہیں۔ تو وہ صوفیاء و اولیاء کا جہاد ہے ــــ مومنین اور صالحین، اولیاء اللہ کا جہاد ہے۔ یہ جہاد فی سبیل اللہ ہے، جہاد نفس کے ساتھ جہاد ہے۔ اس میں مجاہدے ہیں۔

اپنے نفس کے خلاف مجاہدہ کرنے والوں کا کہنا تھا۔ اتنا ہم اپنے کو مٹاتے ہیں کہ رب کے علاوہ اور کوئی تمنا اور خواہش باقی نہیں رہتی۔ تو یہ جو ہے: کتب علیکم القتال۔ یہ رحمانی قتال تھا۔

اس آیتِ مبارکہ کے بھی کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ جہاد کے بے انتہا فائدے ہیں۔ پہلا فائدہ تو یہ ہے کہ جب دل راضی ہو گیا، اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی راہ میں جان قربان کرنے پر، تو پہلا کام یہ ہوتا ہے کہ دل سے رغبتِ دُنیا چلی جاتی ہے۔ اور بندہ کہنے لگتا ہے کہ میرا سب کچھ میرا رب اور اس کا رسُول ہے۔ اور کشش عقبیٰ ہو جاتی ہے۔ پھر اس کی منزل دنیا نہیں رہتی، اس کی منزل جنت اور آخرت رہتی ہے۔ دوسرا فائدہ اس کا یہ ہے کہ جہاد ہی میں

رازِ بقا ہے۔ بقا جو ہے وہ سپاہیانہ زندگی میں ہے۔ ہر وقت سر پر کفن باندھے ہوں۔ شمشیر بکف ہوں تو وہی زندہ سلامت رہتا ہے۔

تیسری بات یہ ہے کہ دشمن اسی وقت مرعوب ہوتا ہے جب پتہ ہو کہ آپ ہر وقت برسرِ پیکار ہونے کے لئے تیار رہیں حملہ کرنے کے لئے اس بات کا اہتمام کریں کہ دشمن کبھی آپ پر حاوی نہ ہو۔ جہاد سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ جو قومیں مجاہد ہوتی ہیں، اللہ کی راہ میں جہاد کرتی ہیں، ان کے دشمن ان سے ہمیشہ خائف رہتے ہیں، اور کبھی ان پر حاوی نہیں ہوتے۔ دشمن ان کی طاقت کو تسلیم کرتا ہے۔ اور ویسے بھی بقا کے لئے ضروری ہے طاقت کا ہونا۔

متضاد حالات میں ہم آگ، پانی ہوا اور مٹی کے بنے ہوئے ہیں۔ یہ سب متضاد چیزیں ہیں۔ آگ اور پانی لیکن رُوح کی طاقت نے ان کو یکجا کر دیا ہے۔ طاقت جس میں جب تک ہوتی ہے یہ سب مل کر کام کرتے ہیں۔

تو یہی نوعِ انسان بھی متضاد گروہوں کا مجموعہ ہیں۔ کفار بھی ہیں مشرکین بھی ہیں اور مومنین بھی ہیں۔ تو جب تک ایمان کی طاقت نہیں ہوگی، جہاد اور استقامتِ بالدین جو ہے، یہی وہ چیز ہے جس کی وجہ سے وہ انسانی معاشرہ یکجا طور پر فلاح کا کام کرتا ہے۔ ورنہ شر ہی شر رہتا ہے۔ فساد ہی فساد رہتا ہے۔ جب جہاد کے

Marfat.com

ذریعے مسلمان کسی معاشرے میں غالب ہو جاتے ہیں، تو متضاد عناصر کے لئے وہ طاقت بن جاتے ہیں۔ جن کو یکجا کر کے یہ اس کا ایک منظم معاشرہ بناتا ہے۔ جہاد سے ایک منظم معاشرہ مرتب ہوتا ہے۔ جیسا کہ غزوات سے مکہ کا شہر جو ٹکڑوں میں بٹا ہوا تھا۔ فتنہ و فساد کا گڑھ تھا، کفر و الحاد کا گڑھ تھا۔ وہاں ایک اسلامی معاشرہ قائم ہو گیا ایک ایسا معاشرہ ہو گیا جس میں کفار اور باغی لوگ بھی اس معاشرے میں جو مسلمانوں کی مرضی کے مطابق جیتے تھے۔ سلامتی کے ساتھ اور سلامتی میں وہ مدد کرتے تھے۔ جزیہ لے کر وہ ان کی اتھارٹی کو تسلیم کرتے تھے۔

پانچواں فائدہ یہ ہے کہ طاقت ہی سے شر ختم ہوتا ہے۔ جب مسلمانوں کو طاقت ملی، جہاد کیا تو مکہ معظمہ اور پوری سرزمین عرب سے شر ختم ہو گیا اور جس طرح سے کھیتی کی حفاظت کے لئے جڑی بوٹیوں کو جڑ سے اکھاڑنا پڑتا ہے۔ اسی طرح سے معاشرے سے کفر و الحاد کو جڑ سے پھینکنا پڑتا ہے۔ ان کے زور کو جہاد کے ذریعے ختم کیا جاتا ہے، یہ ضروری ہے۔ اور جہاد قیام امن کی بنیاد ہے۔ اگر ہم جہاد کے لئے تیار ہوں گے تو کوئی ہماری طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گا، ایک تو جہاد کے یہ فائدے، قتالِ رحمانی کے۔

دوسرا اصول یہ ہے کہ ہر جگہ عقل کام نہیں کرتی۔

Marfat.com

ع اچھا ہے دل کے پاس رہے پاسبانِ عقل
لیکن کبھی کبھی اسے تنہا بھی چھوڑ دے

جب رضائے الٰہی اور خواہشِ نفس میں تضاد آجائے تو پھر اس وقت عقل کو خیر باد کہہ کے دل کی بات مانو، جس میں رب کی رضا شامل ہو۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا۔ اپنی عقل سے خیر و شر کو تم نہیں پہچان سکتے۔ تم جس کو خیر سمجھتے ہو وہ شر ہے۔ جس کو شر سمجھتے ہو وہ خیر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ تو اس کے حکم پر، اس کی اطاعت پر تکیہ کرو۔ خیر و شر کی تمیز کے لئے۔

تیسری بات یہ کہ نفس کی ناپسندیدگی پر عذاب نہیں۔ مگر یہ ایک اصول ہے، مگر نفس کی مخالفت میں اطاعتِ الٰہی انتہائی ثواب کا کام ہے۔ یہ ایک اصول بھی اس آیتِ مبارکہ سے مرتب ہوتا ہے۔ اور عقلِ انسانی تمیز خیر و شر نہیں کر سکتی۔ اس کے لئے شرعی شعور بہت ضروری ہے۔ خیر و شر کو شرعی معیار پر پرکھیں۔

ان اصولوں سے ایک مسئلہ جس کا میں حوالہ دے چکا ہوں پہلے کہ جہاد جو ہے وہ فرضِ واجبی ہے، یا فرضِ کفایہ ہے۔ جنازے کی طرف سے یا روزے کے لئے۔ وہاں تک " کُتِبَ عَلَیکُمُ الصِّیَام" جب کہہ دیا، تو ہر ایک پر واجب ہو گیا۔ اور یہاں ''کُتِبَ علیکم القتال'' تو یہاں پر یہ کیوں ہوا کہ یہ صرف فرضِ کفایہ ہے، کہ وہ

جہاد کر سکے۔

دوسری بات یہ ہے کہ چند لوگ بھی جہاد کریں تو دفعِ شر ہو جاتا ہے۔ تو جہاد فرض ہے۔ جب اس کی شرائط موجود ہوں۔ اگر کسی ملک پر کفار چڑھائی کریں تو وہاں کے لوگوں پر جہاد فرض ہے۔ اگر کوئی کمزور اور لاچار ہو تو دوسرے مسلمانوں پر فرض ہے۔ اگر کوئی بھی نہ کرے تو سب گنہگار ہوں گے۔ اور اگر بعض نے کر لیا تو، سب بری، جیسے کہ نمازِ جنازہ۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم شرعی معیار پر خیر و شر کی تمیز کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ جب اللہ تعالیٰ ہمیں نعمتیں دے تو اللہ تعالیٰ کو ہم نہ بھولیں۔ بلکہ آخرت کے لئے ان نعمتوں میں سے خرچ کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اپنے ہر عمل کا معیار اللہ تعالیٰ کی رضا پر رکھ سکیں اللہ تعالیٰ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ان پر درود و سلام بھیجنے کی توفیق عطا فرمائے۔ کہ بے شک درود و سلام ہی مومنوں کا شکرانہ ہے۔ اس بات کا شکرانہ کہ انہوں نے ہمیں ایمان عطا فرمایا۔ ہمیں ہدایت عطا فرمائی۔ اور ہمیں ان لوگوں میں شامل کیا جنہیں قیامت کے دن خیر کی توقع ہے۔ آمین!

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ٥

Marfat.com

سورۂ بقرہ پارہ سیقول

آیت نمبر ۲۱۶ تا ۲۱۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ

وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْئًا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ

وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْئًا وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ

وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (۲۱۶)

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۭ

قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۭ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

وَكُفْرٌۢ بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۤ وَاِخْرَاجُ

اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ

مِنَ الْقَتْلِ ۭ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى

Marfat.com

يَرُدُّوكُمْ عَنْ دِينِكُمْ إِنِ اسْتَطَاعُوا ۚ
وَمَنْ يَرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِينِهِ فَيَمُتْ
وَهُوَ كَافِرٌ فَأُولَٰئِكَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ
فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۖ وَأُولَٰئِكَ أَصْحَابُ
النَّارِ ۖ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ (۲۱۷)

"تم پر فرض ہوا خدا کی راہ میں لڑنا اور وہ تمہیں ناگوار ہے اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں بُری لگے اور وہ تمہارے حق میں بہتر ہو اور قریب ہے کہ کوئی بات تمہیں پسند آئے اور وہ تمہارے حق میں بُری ہو اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے تم سے پوچھتے ہیں ماہِ حرام میں لڑنے کا حکم، تم فرماؤ اس میں لڑنا بڑا گناہ ہے اور اللہ کی راہ سے روکنا اور اس پر ایمان نہ لانا اور مسجد حرام سے روکنا اور اس کے بسنے والوں کو نکال دینا اللہ کے نزدیک یہ گناہ اس سے بھی بڑے ہیں اور ان کا فساد قتل سے سخت تر ہے اور ہمیشہ تم سے لڑتے رہیں گے یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں۔

Marfat.com

اگر بن پڑے اور تم میں جو کوئی اپنے دین سے
پھرے پھر کافر ہو کر مرے تو ان لوگوں کا کیا
اکارت گیا دنیا میں اور آخرت میں اور وہ دوزخ
والے ہیں انہیں اس میں ہمیشہ رہنا۔"

میں نے اس وقت سورۂ لبقرہ کی ۲۱۶۔ اور ۲۱۷ ویں آیت کی تلاوت کی ہے۔ یہ دونوں جہاد کے متعلق ہیں۔ پچھلی نشست میں ۲۱۶ ویں آیت کی تفسیر بیان کی تھی۔

اس آیت میں جہاد فرض کیا گیا تھا اور اب دوسری آیت کے دو حصے ہیں۔ ایک حصے میں جہاد کے وقت کے متعلق سوال ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبین یعنی صحابہ کرام کی برتیت اور برائی پیش کی ہے۔ اور کافروں کو جو صحابہ کرام کے اعمال پر اعتراض کرتے ہیں اُن کی بُرائیاں اور فتنے بیان کئے ہیں۔ اِن فِتنوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ ہر وقت حالتِ جنگ میں رہتے ہیں، چاہے وہ گرم جنگ ہو یا سرد جنگ ہو اور آپ کو دین سے دُور کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اور یہ بہت بڑا فتنہ ہے۔

اس آیت کے دوسرے حصے میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ اگر تم شیطان اور کفار کے بہکاوے میں آگئے تو گویا اسلام

Marfat.com

سے پھر گئے، تو تمہارے سارے اعمال چاہے دنیاوی ہوں یا اُخروی سب بیکار ہو جائیں گے۔ سارے رشتے باطل ہو جائیں گے لیکن تمہارے لئے دروازۂ رحمت کُھلا ہو گا۔ مرتے وقت تک تم اگر توبہ کر لو گے، پھر اسلام میں داخل ہو جاؤ گے۔ تمہارے گناہ معاف ہو جائیں گے۔

اب میں پہلے حصّے کی تفسیر بیان کروں گا۔ دو جُملے ہیں اس آیت کے۔ اور اس کے فائدے اور اس کا تعلق اور اصول بیان کروں گا۔ پہلے حصّے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یسئلونك عن الشھر الحرام ...... ان استطاعوا۔ یہ پہلا حصّہ ہے۔ اے میرے محبوب (آپ پر لاکھوں درود و سلام) آپ سے لوگ سوال کرتے ہیں اِن محترم مہینوں میں قتال کا کہ اس میں جنگ ہو سکتی ہے کہ نہیں ہو سکتی ہے جو جنگ، رجب کا مہینہ ہے، عید الفطر کا مہینہ، ذی قعد کا مہینہ ہے، اور ذی الحج کا مہینہ ہے۔ یہ چار مہینوں کو اللہ تعالیٰ نے محترم فرمایا ہے اور اس میں جنگ نہیں ہو سکتی۔ اس میں قتال نہیں ہو سکتا۔ اس میں احترام کرنا چاہیئے۔

اس کا شانِ نزول تو میں بعد میں بتاؤں گا، پہلے اس کی تفسیر سُن لیں۔ یہ سوال دراصل طنزاً پوچھتے ہیں۔ اور آپ کے صحابہ کرام پر الزام لگا کر پوچھتے ہیں۔ آپ ان کو بتا دیں "قُل" دیکھیں سوال ہوتا ہے

حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے، اللہ تعالیٰ اس کا جواب دیتا ہے۔

یسئلونک آپ سے سوال کرتے ہیں۔ عن الشھر الحرام

ان محترم مہینوں کے متعلق۔ رجب، شوال، ذی قعد اور ذی الحج۔ اور ان مہینوں میں جنگ کے بارے میں قُلْ قِتَالٌ فِيهِ كَبِيرٌ۔ آپ فرما دیجئے قتال، جنگ۔ فِیہ۔ اِن مہینوں میں۔ فِیہ کا اشارہ ہے شہر الحرام کے متعلق، ان محترم مہینوں کے متعلق آپ فرما دیجئے۔ "کبیرہ" کا مطلب ہے بڑا۔ اس لئے قتال کہتے ہیں۔ گناہِ کبیرہ جس کی جمع ہے کبائر۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا قل قتال فیہ کبیر۔ آپ فرما دیجئے کہ ان مہینوں میں جنگ بڑا گناہ ہے، بڑی بُرائی ہے۔ لیکن یہ سوال کرنے والے کون لوگ ہیں؛ یہ کفار ہیں جنہوں نے یہ مسئلہ چھیڑا ہے، آپ ان سے فرما دیجئے: وصدٌ عن سبیل اللہ وکفر بہ والمسجد الحرام۔ اللہ کے راستے سے روکنا "صَدٌّ" کا مطلب ہے روکنا۔ "سبیل" کہتے ہیں راستے کو، اللہ کے راستے کو۔ یعنی دینِ اسلام سے روکنا۔" وکفر بہ " اور اس دینِ اسلام سے کفر کرنا۔ رب کی حاکمیتِ اعلیٰ کو، اس کے بنیادی احکام کو نہ ماننا۔" والمسجد الحرام" اور بیت اللہ شریف میں، مسجد حرام میں جانے سے روکنا، جیسے کہ انہوں نے صلح حدیبیہ سے پہلے مسلمانوں کو روک دیا تھا عمرہ

Marfat.com

کرنے سے۔

یہ اس سے پہلے کی آیت ہے۔ پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے، جو وہ برائی کرنے والے ہیں، اس کی اطلاع دے دی، اس کا ذکر فرما دیا۔ وَ صَدٌّ عَن سَبِیلِ اللّٰہِ۔ اور اللہ کے راستے پر یعنی اسلام کے راستے کی رکاوٹ بننا، اس سے لوگوں کو روکنا، کوشش کرنا کہ دوبارہ لوگ کافر ہو جائیں اور مسجد حرام کا راستہ روک کے کھڑے ہو جانا کہ ہم مسلمانوں کو نہیں جانے دیں گے۔ واخراج اھلہ۔

اور جو مسلمان ہیں وہ بیت اللہ شریف، خانہ کعبہ کے، مسجد حرام کے امین ہیں۔ وہی تو اللہ اکبر کہتے ہیں۔ وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتے۔ دراصل اس کے امین، اس کے متولی، اس کے محافظ تو مسلمان ہیں لیکن واخراج اھلہ منہ اکبر عند اللہ۔ اللہ کے نزدیک تو اس جنگ سے زیادہ بڑا گناہ جو ہے، دینِ اسلام سے لوگوں کو روکنا، اللہ کے راستے سے لوگوں کو بہکانے اور شیطانی حرکتیں کر کے اور مسجدِ حرام میں جانے سے، طواف کرنے سے، عمرہ کرنے سے لوگوں کو روکنا، بیت اللہ شریف سے لوگوں کو نکال دینا اور مکہ مکرمہ سے۔ منہ اکبر عند اللہ اللہ کے نزدیک اس محترم مہینوں میں جنگ کرنے سے زیادہ بڑی برائی ہے۔

وہ الزام تھا صحابہ کرام پر کہ انہوں نے جنگ کی۔ یہ جنگِ بدر

سے کچھ دن پہلے کا واقعہ ہے۔ اس سے زیادہ بُرا تو یہ کافروں کا عمل ہے، یہ اس سے بہت بڑا گناہ ہے، جس کی وجہ سے جنگ ہوئی صحابہ کرام سے، کہ وہ اللہ کے راستے سے روکتے ہیں، خانہ کعبہ میں داخل ہونے سے روکتے ہیں، مسجد حرام سے اُن کو نکال باہر کرتے ہیں۔ اللہ کے نزدیک یہ بہت بڑے گناہ ہیں۔

ولا یزالون یقاتلونکم۔ ”یزالون“ جو ہے وہ زوال سے ہے۔ جیسے یفعل ہے، اس کا مطلب ہے کہ وہ ڈگمگائیں گے۔ لو یزالون۔ نہیں ڈگمگائیں گے۔ ہمیشہ اس جنگ پر، اس مخاصمت پر، اس دشمنی پر ولا یزالون یقالونکم۔ تم سے حالتِ جنگ میں وہ ہمیشہ رہیں گے۔ ان کے اس عمل میں کبھی زوال نہیں ہوگا۔ ہمیشہ قائم رہے گی ان کی دشمنی حتیٰ یردوکم عن دینکم ان استطاعوا۔ استطاعت کہتے ہیں طاقت کو۔ اگر ان کا بس چلے تو اس وقت تک تم سے جنگ وجدال قائم رکھیں گے۔ جب تک کہ حتیٰ یردوکم۔ جب تک یہ تمہیں بزدل نہ بنادیں۔ نہیں واپس اسی کفر کے راستے پر لوٹا نہ دیں۔ دینکم دین سے واپس لوٹا کر، پھر اپنے کفر کے راستے پر تم کو چلا نہ دیں، اس وقت تک تمہاری دشمنی میں وہ دائم اور قائم رہیں گے۔ یہ پہلا حصّہ ہے۔

Marfat.com

کفار نے اعتراض کیا کہ صحابہ کرام پر اور اس جنگ پر جو ان سے کسی غلط فہمی کی بنا پر پہلی رجب کو ہوگئی تھی۔ان کے ساتھ اور اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ہاں ان سے غلطی ہوگئی ہے لیکن اس سے بڑی بُرائی تو تم کر رہے ہو۔تم نے ان کا راستہ روکا اور مُسلمانوں کو اللہ تعالیٰ تسکین دیتا ہے کہ تم راہِ راست پہ ہو۔ یہ ہمیشہ ہمیشہ تم سے حالتِ جنگ میں رہیں گے۔ چاہے واجب الاحترام مہینے ہوں یا عام مہینے ہوں۔ ان کی تو کوشش ہوگی کہ اس وقت تم سے جنگ کریں جب تک کہ تم دین سے مُرتد نہ ہو جاؤ۔ اتباعت کا مطلب ہے واپس پُرانے راستے پر لوٹنا۔ تو دین کے راستے سے ہٹ کر تم پُرانے راستے پر ضلالت کے واپس نہ چلے جاؤ اس وقت تک تم سے حالت جنگ کرتے رہیں۔اِس کا تعلق ہے پچھلی آیت سے پچھلی آیت میں ۲۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے جہاد فرض کیا تھا اور یہ کہا تھا کہ جو چیزیں بظاہر تم کو اچھی لگتی ہیں وہ بُری ہوسکتی ہیں جو بظاہر بُری ہیں وہ اچھی ہوسکتی ہیں باطن میں تو یہ ۲۱۷ آیت میں ایک کام جو بظاہر غلط لگتا تھا کہ پہلی رجب کو جنگ کر لی مسلمانوں نے وہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا دراصل باطن میں تو بہتر ہے۔اِن کا اعتراض بے کار ہے۔تو پچھلی آیت میں جہاد کے متعلق حکم تھا۔اَب کن دنوں میں جہاد ہو سکتا ہے اس وقت کا ذکر ہے۔

اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ جنگِ بدر سے پہلے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پھوپھی زاد بھائی حضرت عبداللہ جحش رضی اللہ عنہ کو مہاجرین

کا سَردار بنا کر کفّار کی خبر لینے کو بھیجا۔ انہیں فرمان لکھ کر دیا اور فرمایا کہ اس کو ابھی نہ کھولنا دو دن کی مسافت پُوری ہو جائے پھر اس فرمان کو کھولنا۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے ایسا ہی کیا۔ دو دن کا راستہ طے کر کے انہوں نے وہ لفافہ کھولا فرمان پڑھا۔ فرمان میں لکھا تھا کہ جب تم بطنِ نخلہ پہنچ جاؤ تو اس علاقے میں جہاں سے باغ وغیرہ شروع ہو جائیں تو قریش کی خبر لینا کہ ان کے کیا ارادے ہیں وہ کیا کر رہے ہیں اس لئے کہ وہ تو تیاریاں کر رہے تھے مسلمانوں پر حملہ کرنے کی۔ اور اپنے ساتھ جانے پر ان کے ساتھ اور صحابہ کرام تھے۔ تو انہوں نے کہا کہ اپنے ساتھ جانے پر کسی کو مجبور نہ کرو۔ جو جانا چاہے تمہارے ساتھ جائے جو رُکنا چاہے وہ رک جائے جو واپس آنا چاہے واپس آجائے۔

حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ، نے یہ فرمان پڑھ کر اپنے تمام ساتھیوں کو سُنایا اور فرمان سُن کر ظاہر ہے کہ تمام صحابہ کرام حضور صلی اللہ علیہ وسلّم کے جان نثاران تھے کون کہہ سکتا تھا کہ اب میں نہیں جاؤں گا۔ تو سب آپ کے ساتھ روانہ ہو گئے۔ کچھ آگے بڑھے جب قدرے منزل کی طرف بڑھے تو حضرت سعد بن وقاص اور حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہما کے اُونٹ گم ہو گئے۔ تو ان کی تلاش میں دونوں وہیں رُک گئے اور باقی ۶ ساتھی آپ کے ساتھ روانہ ہو کر بطنِ نخلہ میں پہنچے۔ یہ مکہ اور طائف کے درمیان جگہ ہے۔ ان کے حساب سے یہ جمادی الآخر کی آخری تاریخیں تھیں۔ کچھ عرصہ کے بعد وہاں سے اہلِ قریش کا ایک قافلہ گزرا وہ اپنا تجارت کا مال لے کر جا رہے

تھے۔ اس قافلے میں عمرو بن حضرمی، ابنِ قیسان، نوفل بن عبداللہ، اِسلام لائے تھے یہ وہی حضرات ہیں جو کہ سنیچر کے دن بھی احترام کرتے تھے اور اِسلام پر بھی عمل کرتے تھے اور پرانے یہودیوں کے طور طریقے کا بھی احترام کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: ادخلو فی السلم کافہ : اِسلام میں پورے پورے داخل ہو تمہارا دین مکمل ہے تمہیں پچھلے دینوں کی باتیں نہیں نقل کرنی۔

تو یہ لوگ صحابہ کرام کی جماعت کو دیکھ کر ڈر گئے۔ حضرت عبداللہ بن جحش رضی اللہ عنہ نے اپنے ساتھیوں سے مشورہ کیا۔ انکے خیال میں جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ تھی۔ ان کو پتہ نہیں تھا کہ ۲۹ کا چاند ہو گیا ہے اور آج پہلی ہے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ آج جمادی الاخریٰ کی آخری تاریخ ہے کل رجب کی پہلی تاریخ ہو جائے گی اور اس وقت یہ جنگ ہم ان سے نہیں کر سکیں گے۔ تو سب نے کہا کہ ان پر آج ہی حملہ کر دیتے ہیں تو انہوں نے ان پر حملہ کر دیا۔ اور عمرو ابن حضرمی کو قتل کر دیا اور دو ان میں سے گرفتار کر کے مال غنیمت لے لیا اور بقیہ سب لوگ بھاگ گئے۔

مال اور قیدیوں کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اب یہ اللہ کی شان کہ ۲۹ کا چاند ہو چکا تھا۔ کفار نے اس پر شور مچایا کہ مسلمان تو اتنے بے دین ہیں کہ یہ محترم مہینوں کا بھی احترام نہیں کرتے اس لئے انہیں کی بریت کرنے کے لئے یہ آیت نازل ہوئی۔

Marfat.com

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سے فرمایا :
تمہیں تو میں نے صرف خبر لانے کو بھیجا تھا۔ جنگ کرنے کا تو نہیں کہا تھا تم نے جنگ کیوں کی وہ بھی پہلی رجب کو؟ حضرت عبداللہ نے عرض کیا یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پہ ہمارے ماں باپ قربان، یہ سب کچھ غلط فہمی میں ہوا ہے ہم نے یہ سمجھا تھا کہ آج جمادی الآخریٰ کی ۲۹ تاریخ ہے۔ اِس وقت اللہ تعالیٰ کی شانِ رحیمی جوش میں آئی۔

اللہ تعالیٰ کو یہ کبھی پسند نہیں ہے کہ کوئی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کی نیت پر شُبہ کرے۔ کفّار نے ان کی نیت پہ، ان کے اعمال پہ اعتراض کیا تو اللہ تعالیٰ نے اس واقعہ سے اِن کی بریّت کی آیت نازل فرمائی جس میں حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ کی تائید ہوئی اور کفّار مکّہ کی سخت تردید کہ "تم ان پر الزام لگاتے ہو کہ تم دینِ اسلام پر چلنے والوں کا راستہ روکتے ہو۔ اور تم تو ہمیشہ حالتِ جنگ میں رہتے ہو اور کوشش کرتے ہو کہ کسی طریقے سے وہ دوبارہ کُفر کے راستے پر واپس آجائیں۔"

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے مالِ غنیمت قبول فرمایا اور اس کو تقسیم کیا دو کافر جو پکڑے گئے تھے ان میں ابن قیسان تو مسلمان ہو گئے۔ بعد میں وہ شہید ہُوئے اور عثمان بن عبداللہ مسلمان نہ ہُوا۔

اس سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں : پہلا اُصول تو یہ کہ اللہ تعالیٰ صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے اعمال کی نیت پر شُبہ کرنے کی اجازت

Marfat.com

کسی کو نہیں دیتا۔ وہ اس کے اتنے محبوب ہیں کہ فوراً ان کی برئیت کی آیات نازل ہو جاتی ہیں اور اس کی بہت ساری مثالیں ہیں۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو اللہ تعالیٰ نے ان کی برئیت کی آیت نازل فرمائی۔ وہ اللہ کے ایسے محبوب ہیں کہ کوئی ان پر تہمت لگائے تو اللہ تعالیٰ فوراً انکی صفائی پیش کرتا ہے۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگی تو آیت نازل ہوئی۔ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ، جو صدقہ و خیرات کرتے تھے ان کے اخلاص پہ لوگوں کو شبہ ہُوا تو اللہ تعالیٰ نے ان کی صفائی میں آیت نازل کی۔ لوگوں نے صحابہ کرام پر ریاکاری کا الزام لگایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ انہوں نے آپ کے صحابہ کرام پر یہ الزام لگایا ہے۔ اگر آپ ستر دفعہ بھی ان کی مغفرت کی دُعا کریں تو مجھے قبول نہ ہوگی۔ وہ لوگ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں ان کے مقامات و فضائل کے منکر ہیں۔ جو صحابہ کرام پہ الزام لگاتے ہیں ان کو اپنی آخرت سے ڈرنا چاہیئے۔

تو دوسرا اُصول یہ بنا کہ صحابہ کرام کے اعمال کی نیت پر شُبہ کرنا عمل کفار ہے۔ اور ان کی نیت پر مُہر شقاوت لگا دینا اللہ تعالیٰ کی عنایت ہے وہ اس کی سُنّت ہے۔ تیسرا اُصول یہ بنا کہ اللہ تعالیٰ دشمنانِ صحابہ کے عیب کھول دیتا ہے۔ جیسا کہ اس آیتِ مبارکہ میں کھول دیا۔ چوتھا اُصول یہ ہے کہ کفّار نے بدنیتی سے ایسا کیا۔ انہیں پتہ تھا کہ اللہ کا حکم ہے کہ ان

Marfat.com

محترم مہینوں میں جنگ جائز نہیں لیکن انہوں نے یہ سوال بدنیتی سے کیا تاکہ یہ مان لیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام سے غلطی ہوئی ہے، گناہ ہوگیا ہے۔ تو بدنیتی سے کچھ پوچھنا بھی گناہ ہے۔ اس انداز سے پوچھنا کہ اس کے جواب میں کسی پہ الزام آجائے یہ بدنیتی ہے۔ اور بدنیتی سے کوئی سوال کرنا بھی گناہ کی بات ہے۔

اور پانچواں اصول یہ ہوا کہ بغاوت اور خطا میں فرق ہے۔ بُھول چُوک اور خطا اللہ تعالیٰ کی طرف سے معاف ہے۔ انہوں نے جنگ بھی غلط فہمی میں کی تھی۔ انہیں پتہ نہیں تھا کہ یکم رجب ہو چکی ہے اِسلئے اللہ تعالیٰ نے معاف فرمایا ان کی بریّت میں۔

چھٹا اُصول یہ ہے کہ ہر معترض کو چاہیئے کہ دوسروں پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنا احتساب کرے اور دیکھے کہ اس میں کتنے عیب ہیں کتنی برائیاں ہیں تو صحابہ کرام پر اعتراض کرنے والوں پر اللہ تعالیٰ نے ان کے عیب گنوا دیئے کہ دیکھو کس مُنہ سے ان پر انگلی لگاتے ہو۔

ایک اور اصول یہ ہے کہ کافر کبھی مسلمان سے محبت نہیں کرسکتا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: ولا یزالون یقاتلون. وہ کبھی پیچھے نہیں ہٹیں گے۔ اس بات سے کہ وہ تم سے جنگ کرتے رہیں۔ یعنی مستقل تم سے حالتِ جنگ میں رہیں گے۔ محبت کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ تم سے تو دشمنی اس بات کی ہے کہ تم اللہ کے راستے پہ کیوں ہو۔ جب

تک کہ تم اللہ کے راستے سے واپس نہ ہو جاؤ اس وقت تک تم ان کے دشمن ہو، وہ تم سے حالتِ جنگ میں رہیں گے۔ لہذا یہ توقع کرنا کہ ھم مسلمانوں کی طرف کافر اگر دوستی کا ہاتھ بڑھائیں گے تو ہم سے محبت کرنے لگیں گے یہ خود فریبی ہے۔ صرف اللہ کو راضی کریں۔ انکو راضی کرنے کی کوشش بالکل بے کار ہے۔

یہ بہت لمبی آیت ہے اس لئے اس کی دو حصوں میں تفصیل بیان کی ہے۔ دوسرا حصہ یہ ہے کہ: ومن یرتدکم عن دینھم الخ کافر: جو شخص بھی اپنے دین سے منکر ہو گیا اور اسی حالت میں وہ مر گیا۔ تو وہ کافر ہے۔ یعنی ارتداد کی حالت میں کوئی مر جائے تو وہ کافر ہے۔ اگر مرنے سے پہلے وہ دینِ اسلام پر پھر دوبارہ آجائے توبہ کرے تو اس کے لئے دروازۂ رحمت موت سے پہلے تک کھلا ہوا ہے اور پھر اسکا نتیجہ کیا ہے؟: فأولئك حبطت اعمالکم فی الدنیا و الآخرہ : حبط کہتے ہیں "جیسے جانور گھاس پھونس چارہ کھا کے اِتنا کھائے کہ پیٹ پھول جائے اور کسی کام کا نہ رہے" عربی میں اس صورتحال کو حبط کہتے ہیں۔ عام اصطلاح میں اس کا مطلب ہے بے کار ہو جانا۔ ضائع ہو جانا۔ اتنا کھائے کہ وہ کاہل ہو جائے گا یا مر جائے گا۔

تو ایسے لوگوں کے لئے فرمایا کہ: فاولئك حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرہ : ان کے سارے اعمال دنیا میں بھی اور آخرت

Marfat.com

میں بھی بے کار ہو جاتے ہیں۔ دنیا میں کیسے بے کار ہو گئے۔ انہوں نے شادی کی، نکاح کیا اسلامی طریقے سے تو ان کے ارتداد کے بعد، مُرتد ہو جانے کے بعد نکاح باطل ہو گیا۔ اس کو بیوی کو چھوڑنا پڑے گا۔ اگر وہ مسلمان رہے اور پھر اگر وہ بھی اس کے ساتھ کافر ہو گئی تو اس کی دوبارہ کسی مسلمان سے شادی نہیں ہو سکتی پھر اپنی اسلامی طریقے سے اپنی وراثت سے محروم ہو جاتا ہے۔ پھر اس کی جان کی حفاظت نہیں ہوتی وہ کافر ہے قتل ہو جائے گا۔ ہر بادشاہ کا فرض ہے کہ مُرتد کو قتل کرے اور مُرتد عورت کو عُمر قید کی سزا دے۔ تو نہ جان کی حفاظت نہ مال کی حفاظت، نہ وراثت کی۔ نہ رشتے داری کی۔ سب بے کار، سارے رشتے بے کار اور آخرت میں تو سب کچھ گیا جو عبادتیں کیں وہ بے کار ہو گئیں۔ اور وہاں پر تو جہنم ہی جہنم ہے اس لئے کہ وہ کافر مرا ہے تو کافر کی سزا پائے گا۔ تو: فاولئك حبطت اعمالھم فی الدنیا والآخرہ : دونوں طرف سے گیا نہ دین کا رہا نہ دنیا کا رہا۔ واولئك اصحٰب النار: اور وہ سارے لوگ جہنم والے ہمیشہ ہمیشہ جہنم کی آگ میں جلتے رہیں گے ھم فیھا خالدون ۝ : اور ہمیشہ اسی میں رہیں گے کبھی ان کی مغفرت نہیں ہو گی۔

اس کے دوسرے حصّہ سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ مُرتد وہ شخص ہے جو اسلام سے نکل جائے یعنی وہ کھُلم کھُلا کافر یا مُشرک

Marfat.com

ہو جاتے یا بظاہر اپنے کو مسلمان کہے لیکن کسی ایک بنیادی عقیدے سے انکار کر دے جیسے قادیانی ختم نبوت سے انکار کرتے ہیں اور غلام احمد کو نبی مانتے ہیں۔ تو وہ کافر ہو گئے۔ مُرتد ہو گئے اسی طرح مرتبۂ رسالت سے منکر ہونا بھی ارتداد ہے۔ ایسے لوگ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے مرتبے کے منکر ہوتے ہیں انہیں سوچنا چاہیئے۔ دو چیزیں ہوتی ہیں ایک عقائد ہوتے ہیں اور ایک شریعت اور مذہب ہوتا ہے۔ جو بنیادی اصول ہیں۔ دین ہیں۔ بعید رسالت: خیر وشر من اللہ تعالیٰ والبعث بعد الموت: یہ سب عقائد ہیں: مالک یوم الدین: روزہ، نماز حج کی فرضیت یہ عقائد ہیں مقام رسالت یہ عقائد ہیں اس کے ذیلی قوانین سے منحرف ہونا اس سے اسلام اور ایمان نہیں جاتا لیکن جو بنیادی چیزیں ہیں توحید اور رسالت اور پانچوں ارکان کی فرضیت۔ تو فرائض کی تو اس سے اگر انکار ہو گیا تو وہ ارتداد ہے۔ اس کی مثال کیا ہے؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، کے زمانے میں زکواۃ سے منکر لوگ ہو گئے تو انہوں نے ان کو منکر قرار دے کر ان کے خلاف جنگ کر دی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت کے متعلق لوگوں نے شبہ کیا اور خود کو جھوٹا نبی ظاہر کیا تو ان کے خلاف جنگ کر دی۔ اب اس ارتداد کی بہترین مثال تو خود شیطان کی ہے۔ وہ سارے عقائد میں دین سے منحرف نہیں ہوا تھا۔ اس نے صرف اہانتِ نبی کی تھی۔ حضرت آدم علیہ السلام کو سجدہ کرنے

Marfat.com

سے انکار کیا تھا ۔اس نے کہا میں تو ان سے بلند و بالا ہوں میں تو آگ سے بنا ہوں ۔ یہ مٹی سے بنے ہیں ۔ تو اس نے اہانتِ نبی کی تھی ۔ تو جن سے بھی اہانتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سرزد ہوگئی وہ اسلام سے خارج سمجھا جائے گا۔

البتہ بچوں اور دیوانے ،مجنون کا ارتداد صحیح نہیں ہے اس لئے کہ ان کے ہوش و حواس ہی صحیح نہیں ہیں ۔بچوں اور دیوانوں کی نہ نماز ہے نہ روزہ ہے نہ کوئی اعمال ہیں وہ اس سے بری ہیں ۔ تو ان سے اگر ارتداد ہو جائے تو وہ مرتد نہیں مانے جائیں گے ۔اس لئے کہ وہ جان بوجھ کے ایسا نہیں کر رہے ہیں ۔

اب ارتداد کے متعلق کچھ مسئلے ہیں بہت ہی اہم وہ میں بیان کرتا ہوں ۔ دنیاوی احکام میں مرتد کے اعمال صرف مرتد ہونے سے ہی باطل ہو جاتے ہیں ۔ لہٰذا اگر حاجی مرتد ہو کر دوبارہ اسلام لائے تو اس پر دوبارہ حج کرنا فرض ہے ۔ اسی طرح کی اگر نماز پڑھ کر مرتد ہوا اور وقت نماز باقی تھا کہ اسلام لے آیا ۔ تو اس نماز کی قضا اس پر واجب ہوگئی اس لئے کہ نماز فرض ادا کرنے کے بعد جب وہ مرتد ہوا تو اس کی نماز بے کار ہوگئی اور وقت ہے تو نماز پڑھ لے ہاں گزشتہ نمازوں کی قضا واجب نہیں ۔مگر ان پر ثواب کی اُمید بھی نہیں ۔ اس لئے کہ وہ بے کار ہوگئیں ۔ دوبارہ اسلام لانے سے یہ گناہ اٹھ جائے گا ۔ مگر ثواب واپس نہیں ہوگا وہ اعمال بیکار ہوگئے ۔

یہ فقہ کی کتابوں میں اور رُوح البیان میں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ مرتد کی ضمانت کفر میں کی ہوئی نیکیاں بے کار ہیں۔ مگر کافر کی نیکیاں ایمان پر موقوف رہتی ہیں۔ یعنی اگر کافر زمانۂ کفر میں صدقہ خیرات کرے اور بعد میں اسلام لائے تو اس کا ثواب پائے گا۔ چونکہ کفر کی وجہ سے اس کے اعمال خراب تھے یہاں یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ مرتد کے پچھلے سارے اعمال بے کار ہو گئے۔ اور کافر کے متعلق یہ کہ اسکے اعمال ہم تک کفر کی حالت میں پہنچے ہیں۔ لیکن جب کفر کی حالت ختم ہو گئی تو اس کے اعمال اللہ تعالیٰ تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو اگر کافر زمانۂ کفر میں صدقہ و خیرات کرے اور بعد میں اسلام لے آئے تو اسکا ثواب پائے گا۔ یہ تمام مسائل شامی عالمگیری میں دیکھیں۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اِرتداد کے اخروی ارکان موت پر موقوف ہیں یعنی مرتد اگر اسلام لاکر مرا تو اس کے سارے گناہ معاف ہیں ورنہ سب کی پکڑ ہے۔ چوتھا مسئلہ یہ ہے کہ مرتد کو بادشاہِ اسلام قتل کرے گا۔ وہ اس پر واجب ہے اور مرتد عورت کو قید دوام کرے گا۔

مختصر یہ کہ کوئی ایک عقیدہ بھی چاہے وہ نماز کا مسئلہ ہو یا روزے کا مسئلہ ہو یا حج کا مسئلہ ہو۔ یا فضیلت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہو کسی ایک چیز پہ بھی عقیدہ خراب ہو گیا تو باوجود اس کے کہ ڈیکلیئر کرنے کے آپ مسلمان ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی نظر میں مرتد ہو جاتے ہیں اور اس کی سزا موت ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب پہ فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو سلامت کرے۔ ہمیشہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت میں انکے ادب میں ان کی محبت کی حالت میں رکھے۔ خطائے اَدب سے محفوظ رکھے اللہ تعالیٰ اپنے قائم کردہ فرائض پہ ہمیں پابند و مستعد رکھے۔ ہمیں اچھائی اور بھلائی کی تمیز عطا فرمائے۔ اور اپنے احکام کو ہمارے لئے ہدایت بنائے۔ آمین بجاہ سید المرسلین۔ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؕ

Marfat.com

سورۂ بقرہ پارہ سیقول
آیت نمبر ۲۱۸ - تا - ۲۱۹

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَ اَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَاجَرُوْا
وَجَاهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لا اُولٰٓئِكَ
يَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَ
الْمَيْسِرِ ط قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّ
مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ز وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ
مِنْ نَّفْعِهِمَا ط وَيَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا
يُنْفِقُوْنَ ۵ قُلِ الْعَفْوَ ط كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ
اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۲۱۹﴾ لا

Marfat.com

"وہ جو ایمان لاتے اور وہ جنہوں نے اللہ کیلئے
اپنے گھر بار چھوڑے اور اللہ کی راہ میں لڑے۔ وہ
رحمتِ الٰہی کے اُمیدوار ہیں اور اللہ بخشنے والا مہربان
ہے۔ (۲۱۸)، تم سے شراب اور جوئے کا حکم پوچھتے
ہیں تم فرمادو کہ ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور لوگوں
کے کچھ دنیوی نفع بھی اور ان کا گناہ ان کے نفع سے
بڑا ہے۔ اور تم سے پوچھتے ہیں کیا خرچ کریں۔ تم فرماؤ
جو فاضل بچے اسی طرح اللہ تم سے آیتیں بیان فرماتا
ہے کہ تم فکر سے کام لو۔ (۲۱۹)"

اِس میں مَیں نے ۲۱۸ سے ۲۱۹ آیت تک تلاوت کی ہے۔ پچھلی نشست میں مَیں ۲۱۷ آیت کی تفسیر بیان کر چکا ہوں۔ پچھلی آیت میں اسلام سے پھر جانے والوں کا عذاب بیان کیا گیا ہے اب یہ ایمان پہ قائم رہنے والوں کا ذکر اور ان کے لئے مغفرت اور رحمت کا ذکر کیا گیا ہے پہلے یہ بات کی گئی کہ ارتداد جو ہے تمام نیکیوں کو مٹا دیتا ہے اور اب یہ کہ اسلام پہ اگر قائم آپ رہیں ایمان میں استقامت ہو تو گناہ معاف ہو جاتے ہیں۔ اور پہلے یہ کہا گیا کہ ماہِ حرام میں شہرِ حرام میں اگر غلطی سے جہاد کر لیا تو اس کا گناہ نہیں اب یہ بھی بتایا جا رہا ہے کہ نہ صرف

Marfat.com

کہ گناہ نہیں ہے بلکہ اللہ کی طرف سے اس کا اجر بھی ہے رحمت اور انعام بھی ہے اس میں ثواب کی اُمید ہے اس کے نزول کی شان جیسے میں نے شروع میں عرض کیا تھا۔ اب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ آپ کا یہ خیال غلط تھا کہ انہیں گناہ نہ ہوگا لیکن ساتھ ساتھ ثواب بھی نہ ہوگا۔ میں تو غفور الرحیم ہوں نیک نیتی سے جو کوئی کام کرے وہ غلطی سے بھی کرتا ہے تو اس کا بھی میں اجر دیتا ہوں۔

حضرت عبداللہ ابن جحش رضی اللہ عنہ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال کیا کہ ہم پر کوئی گناہ نہ ہوگا تو کیا ہمیں ثواب بھی ملے گا اسی وقت یہ آیتِ کریمہ نازل ہوئی۔ یہ صحابہ کرام کتنے جلیل القدر ہیں، جو ہمارے لئے اتنی بڑی نعمتیں اور کتنا ورثہ چھوڑ گئے ہیں۔ تیرہ دفعہ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا اور اللہ تعالیٰ نے یہ کرم کیا کہ ان سارے سوالوں کو بمع جواب کے کلامِ پاک کا حصّہ بنا دیا شریعت کا حصّہ بنا دیا۔ انہیں میں سے ایک یہ کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وحی کی جیسے میں نے عرض کیا تھا کہ یہاں پر صرف ایمان پر کھنے والوں کا ذکر نہیں ایمان قائم رکھنے والوں کا ہے اس لئے کہ دنیاوی مصائب اور دنیاوی آسائشیں دونوں انسان کو ایمان سے دور لے جانے کی کوشش کرتی ہیں۔ خوشی کو سنبھالنا بھی مشکل ہے اور غم کو سنبھالنا بھی مُشکل ہے۔ اور دونوں کو سنبھالنے کے لئے کس چیز کی ضرورت ہے؟ طمانیتِ قلب کی۔ اِلَا بِذِکۡرِ اللّٰہِ تَطۡمَئِنُّ الۡقُلُوۡبُ

جب اللہ کا ذکر کرو گے تو قلبِ قلبِ مطمئنہ ہو گا۔ اور پھر کوئی خوشی اور کوئی غم تمہارے کو متزلزل نہیں کر سکے گا۔

میں نے آپ کو بتایا ہے کہ جہاد کا مطلب ہے محنت مشقت شریعت میں اسکو کہتے ہی ہیں اللہ کی راہ میں جنگ کرنا کفار سے۔ "رجون" رجاء سے ہے خیر کی توقع اور اُمید۔ یہ مومن کی خاصیت ہے کہ اللہ تعالیٰ سے خیر کی توقع اور اُمید رکھے۔ گناہوں پر پکڑ فرمانا معتبر ہے اور رحمت میں انعام دینا عنایت ہے۔ چونکہ ہمیشہ پہلے معافی ہوتی ہے بعد میں انعام ملتا ہے اِس وجہ سے اللہ تعالیٰ کا خطاب جو ہے وہ غفور الرحیم ہے۔

اس آیتِ کریمہ یعنی ۲۱۸ ویں آیت کے کچھ اصُول ہیں، کچھ فوائد ہیں پہلی بات یہ کہ ایمان خوف و اُمید سے حاصل ہوتا ہے تقویٰ ہو اور خشیتِ الٰہی ہو اور ساتھ ساتھ رجائیت ہو اللہ تعالیٰ سے خیر کی اُمید ہو۔ تو ایمان سلامت رہتا ہے۔ اگر صرف خشیت اور خوف ہو اور رجاء نہ ہو تو آدمی مایوس ہو کر ایمان سے بھاگتا ہے۔ اللہ تعالیٰ سے دُور ہوتا ہے۔ آپ بچّوں کیساتھ شفقت برتیں گے ان کو توقع ہو گی آپ سے شفقت کی۔ تو آپ کی طرف لپکیں گے۔ اور اگر آپ نے رشتہ بچّوں سے ایسا رکھا ہے کہ صرف آپ کا خوف ان پر طاری ہو گا تو وہ آپ سے دور رہیں گے۔ ہر دینے والے اللہ تعالیٰ کی خواہش ہے کہ ہر انسان زیور بن جائے۔ موتی بن جائے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا خطاب کیا تھا۔ "قاسم العطایا" ہر شخص اللہ تعالیٰ کی نعمتیں مخلوق میں تقسیم

کرنے تو وہ جس کی یہ ڈیوٹی ہے تو اُسے چاہیئے کہ وہ لوگوں سے ایسا رشتہ استوار کرے کہ ان کے دل میں آپ کی محبت اور احترام ہو۔ خشیت کے ساتھ ساتھ اُمید وار رحمت بھی ہو۔

دوسری بات یہ کہ عمل سے اجر واجب نہیں ہے۔ یہ نہیں کہ آپ نے نماز پڑھ لی تو آپ کو ثواب ضرور مل جائے گا۔ بلکہ ثواب محض فضلِ ربانی ہے۔ اللہ کا فضل ہے۔ عمل ہماری مجبوری ہے۔ ہم عبد ہیں اور وہ معبود ہے۔ یہ اظہارِ عبدیت کا تقاضا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی عبادت کریں اور نیکی کریں عمل کریں۔ عمل اظہارِ بندگی ہے۔ اور یہ یاد رکھیں کہ ہم مزدور نہیں ہیں کہ دن بھر اینٹیں ڈھوئیں اور شام کو مالک سے کہا لاؤ میری مزدوری دو مجھے دیر ہو رہی ہے۔ ایسی بات نہیں ہے۔ ہم بھکاری ہیں۔ ہم اللہ کے دَر کے فقیر ہیں ہم عمل کرتے ہیں۔ اس کو خوش کرنے کے لئے اور پھر اس سے کرم کی بھیک مانگتے ہیں اس کے انعام میں ہمیں اللہ تعالیٰ کی رضا بھی ملتی ہے۔ اِس کے دَر کی فقیری بھی ملتی ہے۔ ایمان کا استحکام بھی ملتا ہے اور آخرت کے حَسنات بھی ملتے ہیں۔

تیسرا اُصول یہ ہے کہ اُمید سے خوف افضل ہے اس لئے کہ ڈرنے والا بھاگتا ہے۔ اور اُمیدوار آگے بڑھتا ہے۔ صحابہ کرام کے خوف پر ان کی رجاء جو تھی۔ وہ غالب تھی۔ رب کی رحمت اس کے غضب پر غالب ہے۔

پانچواں اُصول یہ ہے کہ انعام اطاعت گزاروں اور وفاداروں کو ملتا ہے۔ باغیوں کو نہیں ملتا۔ انعام ہمیشہ جو باغیوں کو نہیں ملتا۔ انعام ہمیشہ جو بادشاہ

Marfat.com

کے اطاعت گزار ہوتے ہیں چاہے وہ عقل کی کمی ہو علم کی کمی ہو عمل کی کمی ہو وہ معاف ہو جاتی ہیں۔ لیکن بغاوت اور بے وفائی نہیں معاف ہوتی۔ تو یہ نہ سمجھنا چاہیئے کہ بغیر ایمان اور عمل کے اللہ تعالیٰ کی رحمت ہمیں سب کچھ دے دے گی عمل کریں، ایمان پر قائم رہیں ثابت قدم رہیں اس کے بعد رجائے الٰہی کی اُمید رکھیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کسان صرف کھیت دیکھ کر کے اُمید نہیں رکھتا کہ اس کی فصل اچھی ہو گی وہ کھیت کی تیاری کرتا ہے۔ بیج ڈالتا ہے۔ اپنی کھیتی کی خدمت کرتا ہے۔ اس کے بعد پھر وہ فصل کی اُمید رکھتا ہے۔ اور اگر بارانِ رحمت ہو گئی اس کو فصل اچھی مل جاتی ہے۔ نہیں ہوئی تو نہیں ملتی۔ تو اسی طرح سے دنیا اور آخرت کا معاملہ ہے۔ ایمان پہ قائم رہیں۔ نیک عمل کریں۔ پھر رحمت کے اُمیدوار بنیں۔ اگر آپ کو گناہوں پر ندامت ہے۔ تو سمجھ لیں کہ ایمان کی رمق باقی ہے۔ اور ایمان کی رمق باقی ہے۔ تو رحمت سے مایوس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔ لہٰذا گناہ کار اور خطا کار کو بھی کبھی اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہیں ہونا چاہیئے اس لئے کہ ہمارے گناہوں کی وسعت سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کی رحمت ہے۔

جب بھی موقع ملے توبہ و استغفار کرے اور نیک اعمال کی کوشش کرے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رحمت کی توقع رکھے۔ اور اسے راضی کرنے کی کوشش کرے۔ یہاں تک کہ اگر موت آ گئی ہو، جب دروازے پر کھڑی ہو آپ آخری سانس کے وقت بھی توبہ کر کے اللہ تعالیٰ سے وفاداری کا اظہار کریں تو اس وقت

Marfat.com

بھی اللہ کی رحمت جوش میں آجاتی ہے۔

رُوحُ البیَان میں بزرگوں کے قصّے ہیں اور تفصیل ہے۔ حضرت ابو عمر رحمتہ اللہ علیہ سے ایک واقعہ اس میں ہے وہ یہ کہ ایک دفعہ وہ جا رہے تھے۔ شہر میں دیکھا کہ پولیس والے ایک آدمی کو پکڑ کے لے جا رہے ہیں اور اس کی ماں دھاڑیں مار مار کر رو رہی ہے لوگوں نے پوچھا کیا بات ہے کہنے لگی اس نے کوئی ظلم کیا ہے زیادتی کی ہے۔ پولیس والے پکڑ کر لے جا رہے ہیں۔ ان کو رحم آگیا انہوں نے لوگوں سے کہہ کر کے حاکموں سے اس کو چھڑوا دیا جب چھڑوا دیا تو محلّے والوں نے کہا کہ یہ تو آپ نے بڑی زیادتی کی وہ تو بہت بدمعاش آدمی ہے۔ بہت لوگوں کو تنگ کرتا ہے اور آپ کو اس کو چھڑوا کر بڑا غضب کیا۔ بہر حال آپ اس واقعے پر غور کرتے ہوئے گھر چلے گئے۔ کچھ دنوں بعد اس کے گھر کے قریب سے گزر رہے تھے کہ اس کی ماں کے رونے کی آواز آرہی ہے۔ تو انہوں نے سمجھا کہ شاید پھر اسے پولیس والے پکڑ کر لے گئے ہیں۔ تو ان کے کے گھر پہ گئے تو فرمایا کہ میرا بیٹا مر گیا ہے۔ انہوں نے کہا کہ محلّے میں کسی کو اطلاع نہیں دی۔ اس نے منع کیا تھا کہ میں نے لوگوں کو بہت تنگ کیا ہے۔ بہت ہی زیادتیاں کی ہیں۔ پریشان کیا ہے۔ تو میری موت کی خبر کسی کو نہ دینا ہاں یہ ضرور کرنا کہ جب مجھے دفن کریں تو میری اس انگوٹھی کو بھی میرے ساتھ دفن کر دیں جس پر "بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ" لکھا ہوا ہے۔ اور میرے لئے میرے رَبّ سے مغفرت کریں۔ اس لئے کہ وہ رحم کرنے والا ہے۔ کہنے

Marfat.com

لگی میں نے ایسا ہی کیا اور جب میں دعا مانگنے لگی تو میرے بیٹے کی آواز قبر میں سے آئی کہ اے میری ماں اب آپ گھر چلی جائیں میں نے تو ربّ کو آپ سے بھی زیادہ مشفق اور مہربان پایا۔ اس نے میری اسی بات پہ مغفرت کی کہ مرتے وقت میں نے اس سے تمنا کی تھی رحمت کی۔

تو یہ واقعہ رُوح البیان میں حضرت ابو عمر رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا۔ اور اسی لئے جو ہے وہ لوگ کہتے ہیں کہ گُنہ گار کو بھی احساسِ گناہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی رحمت سے مایوس نہ ہونے کی کوشش کرے، فلاح کی کوشش کرے۔ اللہ تعالیٰ ساز گار ہے۔

اگلی آیت جو ہے: يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ الخ نَفْعِهِمَا ۗ: یہ ایک بہت اہم مسئلے پر صحابہ کرام رضی اللہ عنہما نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا خاص طور پر حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ نے تمنا کی کہ اس مسئلے پر کوئی واضح احکام آجائیں۔ اس آیت میں بھی وہ دونوں چیزیں حرام نہیں ہوئیں۔ حرام اگلی آیتوں میں ہوئی ہیں۔ مدینہ منوّرہ میں بہت زیادہ شراب اور جُوئے کا اور خصوصاً عرب میں تو شراب بہتی تھی۔ لوگ پانی کی طرح پیتے تھے۔ اس قدر عادی تھے اور اس لئے اللہ تعالیٰ اتنا کریم ہے کہ اس کو اندازہ تھا ایسی کوئی شراب کی اتنی زیادہ جس کو علت ہو وہ آسانی سے نہیں چھوٹ سکتی۔ لہٰذا شراب کی حرمت کا حکم آہستہ آہستہ آیا۔ پہلی اسٹیج پر کہہ دیا گیا کہ اس کے کچھ دُنیاوی فائدے ہیں۔ لیکن اس کے نقصانات زیادہ ہیں۔ خبردار کر دیا گیا۔ دوسری اسٹیج پر یہ کہا گیا کہ تم نشے کی حالت میں نماز کے قریب نہ جاؤ۔

Marfat.com

اور تیسری آخر میں جا کر کے اس کو بالکل ہی منع کر دیا گیا۔ لوگوں نے مدینہ منورہ میں مٹکے کے مٹکے توڑ ڈالے۔ ہفتوں اس کی بُو مدینے کی گلیوں میں آتی رہی اتنی شراب تھی۔

تو یہاں اس معاملے پر ان تیرہ سوالوں میں سے ایک سوال کا ذکر ہے اور اس کا جواب ہے :۔ خُمر کہتے ہیں چھوٹ جانے کو۔ خُمار کہتے ہیں چادر کو پُورے جسم کو لپیٹ لیتی ہے۔ جسم چھُپ جاتا ہے لوگوں سے تو اسی طرح سے خُمر اس لئے بھی کہتے ہیں کہ عقل پہ چادر کا پردہ پڑجاتا ہے۔ عقل کا ساتھ چھُوٹ جاتا ہے اور میسر جو ہے یُسر سے ہے تو اب یسر آسانی سے وہ دولت وہ مال جو آسانی سے ہاتھ لگ جائے تو جوئے میں آسانی سے مال آتا ہے۔ آسانی سے چلا جاتا ہے۔ تو پرانے زمانے میں رواج یہ تھا کہ جنگ کیلئے جاتے تھے تو شراب پی کر جاتے تھے اس لئے کہ نشے میں بزدل آدمی کی بھی ہمت بڑھ جاتی ہے۔ اور اَب بھی "گورکھا رجمنٹ" میں یہ رواج ہے کہ ان کو بھنگ پلا کر جنگ میں چھوڑ دیتے ہیں۔ اور جُوّئے سے جتنی ہوتی رقم کو جہاد کے لئے خرچ کرتے تھے۔ اَب جہاد چونکہ اللہ کی رضا کے لئے ایک نیک کام ہے تو نیک کام میں غلط طریقے سے حاصل کئے ہوتے وسائل اور نشے میں آئی ہوئی شجاعت اللہ تعالیٰ کو بھی پسند نہیں تھی اور جو مقربینِ بارگاہِ نبوّت تھے حضرت عمر رضی اللہ عنہٗ خصوصًا ان کو بھی پسند نہیں تھی۔

تو یہ آیت جو ہے اس وقت نازل ہوتی اس کا تعلق پچھلی آیت سے

Marfat.com

یہ ہے کہ پہلے جہاد کا ذکر تھا۔ اَب شراب اور جوئے کی بُرائی بیان ہو رہی ہے۔ پہلے شراب پی کر اور رقم جُوئے میں جیت کر جہاد کرتے تھے اَب یہ حکم ہوا کہ جہاد کے لئے تم گندی چیزیں استعمال نہ کرو۔ یہ خالصتاً اللہ کے لئے ہے۔ یہ ایک پاک عمل ہے پہلے اللہ تعالیٰ نے یہ وعید عطا فرمائی کہ بے خبری میں اگر کوئی عمل ہو جائے تو وہ قصور معاف ہو جاتا ہے۔ اَب اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ واضح کیا جا رہا ہے کہ بے خبری کے قصور تو معاف ہوں گے۔ لیکن خود ساختہ بے خبری خود ہی تم شراب پی کے نشے کی حالت میں ہو جاؤ اور پھر کوئی خطا کرو تو پھر وہ معاف نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ یہ بے خبری تمہاری ہے وہ اِختیاری غیر اختیاری نہیں ہے۔

اور اس سے یہ ایک نکتہ نکلا کہ اگر کوئی سویا ہُوا نیند میں کہہ دے کہ طلاق تو وہ طلاق نہیں ہوتی۔ یا بے ہوشی کی حالت میں بیوی کو کہہ دیا کہ میں نے تمہیں طلاق دی تو طلاق جائز نہیں ہے۔ وہ بے خبری کے عالم میں ہے۔ لیکن نشے میں اگر وہ دے دے تو وہ طلاق ہو جاتی ہے تو بے خبری غیر اختیاری ہے یا اختیاری اس کا اللہ تعالیٰ نے امتیاز فرمایا ہے کہ بے اختیاری میں اگر بے خبری ہے تو اس کی معافی ہے لیکن تم نے نشہ کر کے بے خبری اختیار کی ہوش و حواس تم نے عقل گنوا دی تو پھر اسکی میری ذمہ داری معاف کرنے کی، میں اس کو نہیں معاف کرتا۔

تو اس کی شانِ نزول یہ تھی کہ مدینہ منورہ میں شراب اور جُوئے کا

Marfat.com

رواج تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ، اور حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ، بڑے جلیل القدر صحابی گزرے ہیں۔ انہوں نے بارگاہِ نبوت صلی اللہ علیہ وسلم میں عرض کیا کہ شراب عقل کو برباد کرتی ہے۔ اور جُوا مال کو برباد کرتا ہے آپ ان کے متعلق کچھ فیصلہ فرمادیں مسلمانوں کی ہدایت کے لئے۔ تو اس وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ اللہ فرماتا ہے:

يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ط اے میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم لوگ آپ سے سوال کرتے ہیں خمر کے متعلق شراب کے متعلق اور جُوئے کے متعلق۔ آپ انہیں جوادے دیں۔ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ: اسم کا مطلب ہے گناہ لیکن یہاں گناہ کے معنی میں نہیں آیا ہے اس لئے کہ گناہ وہ ہوتا ہے جس کی ممانعت ہوتی ہے۔ اس آیت کے نزول کے وقت تک جُوا اور شراب حرام نہیں ہوا تھا۔

یہاں مفسرین فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے۔ تو اس کا مطلب ہے کہ اس میں بہت ساری دنیاوی خرابیاں ہیں" آخرت میں اس کی پکڑ' ابھی نہیں ہوگی۔ اس لئے کہ ابھی قطعی حرام نہیں ہے لیکن دنیا میں اسکی بہت خرابیاں ہیں تم عقل کھودیتے ہو۔ اور تم فیصلے صحیح نہیں کرسکتے۔ تم رشتوں کی حرمت کو بھول جاتے ہو۔ تم عبادت کو بھول جاتے ہو۔ تو انسانوں کے رشتے میں بھی اس سے خلل پڑتا ہے اور اللہ کے ساتھ رشتے میں بھی خلل پڑتا ہے۔ اور نشے کی صورت میں اور جُوئے کی صورت میں بھی جھگڑے اور فساد

Marfat.com

ہوتے ہیں ۔ اور نشے کی حالت میں لڑ پڑتے صحابہ کرام ایک دوسرے سے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: قُلۡ فِیۡهِمَاۤ اِثۡمٌ کَبِیۡرٌ : اس میں بہت برائی ہے۔ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ : اس میں کچھ منافع بھی ہے وَاِثۡمُهُمَاۤ اَکۡبَرُ مِنۡ نَّفۡعِهِمَا ؕ : اس کی خرابیاں، برائیاں اس کے فائدوں سے بہت زیادہ ہیں ۔

دوسری بات یہ کہ اللہ تعالیٰ نے جب یہ بتا دیا کہ رزقِ حلال کماؤ۔ جُوا نہ کھیلو۔ جس میں آمدنی کی بات تھی اب اللہ تعالیٰ نے اس آیت کے اگلے حصے میں : وَیَسۡـَٔلُوۡنَکَ مَاذَا یُنۡفِقُوۡنَ ؕ : صحابہ کرام نے ایک سوال اور پوچھ لیا کہ ہم کیا خرچ کریں ؟ جب مدینہ منورہ میں مہاجر تشریف لے گئے ہجرت کر کے تو بے سرو سامانی کی حالت میں گئے تھے۔ لہٰذا انصار نے اپنا سب کچھ ان کو دے دیا۔ کسی کے پاس مکان دو ہیں تو ایک مکان ان کو دے دیا۔ بیویاں دو ہیں تو ان کو طلاق دے کر کے شادیاں کر دیں اس طریقے سے ہر چیز میں اللہ کی راہ میں انہوں نے حصہ لگایا۔

لیکن اس کے بعد پھر جب اسلام کی مدنی حکومت میں استحکام آیا تو زکواۃ اور عُشر کی وصولیاں شروع ہو گئیں۔ اس کے علاوہ جو دو یہودی قبیلے تھے ایک تو مارے گئے ایک نے ہجرت کر لی۔ تو ان کی جائیدادیں زمینیں ان کی ساری پراپرٹی مہاجرین میں تقسیم ہوئیں۔ تو اس کے بعد ضرورت تھی اس بات کی کہ اس معاملے میں اب کوئی مستقل احکامات آئیں اور وہ

Marfat.com

جو تھے پچھلے احکامات تھے۔ جس میں کہ اپنی ضروریات کو کاٹ کر اپنی باقی دولت یا مال کو اپنے تین بھائیوں کے ساتھ شیئر کرنا تھا۔ اس میں تبدیلی کی ضرورت تھی تو اس وقت صحابہ کرام نے پوچھا کہ اب تو حالت بہتر ہو گئے ہیں اب ہم انفاق فی سبیل اللہ کے بارے میں کیا پالیسی اختیار کریں۔ تو اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت اتاری کہ یَسْئَلُوْنَكَ مَاذَا یُنْفِقُوْنَ ۖ آپ سے آپ کے پیارے صحابی پوچھتے ہیں کہ ہم کیا اللہ کی راہ میں خرچ کریں۔ قُلِ الْعَفْوَ ؕ: اللہ تعالیٰ نے فرمایا جو تمہاری ضرورت سے بچے تم اسے اللہ کی راہ میں خرچ کرو آسانی سے تم پر یہ لازم نہیں ہے کہ دو مکان ہوں تو ایک مکان دے دیا۔ اور اپنے کھیتوں کا بٹوارہ کر لیا اپنے خاندان کا بٹوارہ کر لیا۔ ایسی بات اب اس کی ضرورت نہیں ہے۔

اور عفو کا مطلب ہے نرمی آسانی، ضرورت سے بچا ہوا مال، تو اللہ نے یہ آیت نازل کی ایک تو پاک مال خرچ کرو۔ جوئے کا مال نہیں دوسرے جو آسانی سے خرچ کر سکو۔ تمہارے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ تم اپنے اہل و عیال کو نادار کر دو اور پھر اپنی ساری دولت اللہ کی راہ میں تقسیم کر دو۔ نہیں جو تمہاری عائلی ذمہ داریاں ہیں ان کو پورا کرتے ہوئے تم سماجی ذمے داریاں ادا کرو۔

جس دولت کے حصول میں کم سے کم محنت لگے آپ تو اس پر زیادہ سے زیادہ زکواۃ ہے اور جتنی آپ کی محنت اور تگ و دو بڑھتی جائیگی

Marfat.com

اس میں سے زکواۃ کا حصہ کم ہوتا جائے گا۔ ۲۰ سے کم ہو کر ۲½ فی صد رہ جاتا ہے۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ وہ آیت بعد میں نازل ہوئی ہے جس میں سے کر زکوٰۃ کو صدقات سے الگ کیا گیا ہے۔ اس کے بعد اس کی تنسیخ ہو گئی ہے اور اس سے یہ صرف صدقات کے لئے مختص ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الْاٰيٰتِ : بیان کہتے ہیں آہستہ آہستہ بتایا اس طرح سے کہ سمجھ میں آجائے۔ تسلسل کے ساتھ تو اسی طرح اللہ تعالےٰ تمہیں اپنی آیات بیان فرماتا ہے۔ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُوْنَ ۝ تاکہ تم اس پر غور و فکر کرو۔ اور اپنے عمل کو اُس کے تابع کر لو۔

اَب یہ کون سے عمل ہیں؟ وہ اگلی آیت کا پہلا حصہ ہے : فِی الدنیا والاخرہ : اپنے دنیاوی عمل اور آخرت کے جو اعمال ہیں۔ ان سب کو اللہ کے احکامات کے تابع کر لو۔ جس کو اللہ تعالیٰ نے تمہاری آسانی کے لئے آہستہ آہستہ تم پر نازل کیا ہے۔

اَب جہاں تک نشہ کا تعلق ہے۔ جو غیر مائع یعنی ٹھوس چیزیں ہیں' وہ نشے کے لئے حرام ہیں لیکن دواؤں کے لئے اس کی اجازت ہے جیسے افیون ہے یا اس کی دوسری اقسام۔ شراب پینے والے کو اَسّی کوڑے کی سزا ہے۔ جو حکومتِ وقت ہے۔ اس کا فرض ہے کہ ان کو اَسّی کوڑے لگائے۔ اس آیت کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہٗ کا تقویٰ یہ تھا کہ وہ فرماتے تھے : کہ اگر ایک قطرہ بھی شراب کا کنویں میں گر جائے اور اس کنویں کے اُوپر کوئی مینار تعمیر

Marfat.com

کر دے تو میں کبھی اس مینار پر چڑھ کر اذان نہیں دوں گا۔ اسی طرح وہ فرماتے تھے کہ اگر ایک قطرہ شراب دریا میں گر جائے وہ دریا خشک ہو جائے اور وہاں پر گھاس اُگ جائے تو میں کبھی اپنے جانوروں کو وہ گھاس نہیں چراؤں گا۔ اِتنا ان کا تقویٰ تھا۔ اس معاملہ میں تو خشک نشہ حرام ہے مگر دوا میں لینا حلال ہے

یہ جو ہم نے آیت پڑھی "عفو" کے متعلق اس کے ساتھ ایک حدیث بھی ہے کہ صدقہ غنا کے ساتھ کرنا چاہیئے۔ آپ کے پاس مال ہو پھر صدقہ کریں۔ اس کے کچھ اصول مرتب ہوئے ہیں۔: قُلِ الْعَفْو : وہ یہ کہ سارا مال خیرات کر دینا منع ہے اس میں اپنی اور بچوں کی حق تلفی ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ جس طرح کمانے میں حلال و حرام کی تمیز ضروری ہے اسی طرح انفاق میں حلال و حرام کی جائز چیز پر خرچ کریں۔ جوئے پہ نہ خرچ کریں کسی کو قتل کرانے کے لئے خرچ نہ کریں۔ کسی کو تکلیف دینے کے لئے خرچ نہ کریں آرام کے لئے خرچ کریں۔ اور یہ بھی دیکھنا ضروری ہے کہ گناہ پر تو خرچ نہیں ہو رہا ہے

بزرگانِ دین کے اِس قول پہ اختتام کروں گا کہ "کمانا ایک ہُنر ہے۔ مگر اس کا خرچ کرنا کمانے سے ستر گنا زیادہ احتیاط کا متقاضی ہے" اس لئے کہ اس کی پکڑ ہے اس کا حساب ہو گا۔ اسی لئے نئے کپڑے بناتے ہیں کہ جمعہ کے دن پہنتے ہیں۔ اس لئے کہ اس کا حساب اس دن نہیں ہوتا۔ حضرت غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہر جمعے کو اپنا ایک نیا جوڑا زیبِ تن فرماتے تھے اور پچھلے جمعہ کو جو جوڑا آپ نے زیبِ تن فرمایا تھا اس کو خیرات فرما دیتے تھے۔ کبھی اپنے

پاس نہیں رکھتے تھے۔ لیکن پہنتے ضرور تھے اور پھر ایک وہ زمانہ تھا جس زمانے میں آپ مجاہدہ فرمارہے تھے بیس سال دشت و بیاباں میں رہے تو ایک صوف کا کپڑا بیس سال تک پہنے رہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان میں استقامت عطا فرمائے۔ ہمیں ان اعمال سے محفوظ رکھے جو اس نے منع فرمائے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ان اعمال کی توفیق عطا فرمائے جو وہ پسند فرماتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں رزقِ حلال کی توفیق عطا فرمائے اور اس میں برکت عطا فرمائے کاروبار میں برکت عطا فرمائے اور اپنی راہ میں خرچ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

وما توفیقی الا باللہ علیہ توکلت

والیہ انیب

صدق اللہ العظیم

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ؕ

Marfat.com

سورۂ بقرہ پارہ سیقول

آیت نمبر ۲۲۰ تا ۲۲۱

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ؕ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ
وَعَلٰۤی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہ

فِی الدُّنۡیَا وَ الۡاٰخِرَۃِ ؕ وَ یَسۡـَٔلُوۡنَکَ عَنِ
الۡیَتٰمٰی ؕ قُلۡ اِصۡلَاحٌ لَّہُمۡ خَیۡرٌ ؕ وَ
اِنۡ تُخَالِطُوۡہُمۡ فَاِخۡوَانُکُمۡ ؕ وَ اللّٰہُ
یَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ ؕ وَ
لَوۡ شَآءَ اللّٰہُ لَاَعۡنَتَکُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰہَ عَزِیۡزٌ
حَکِیۡمٌ ﴿۲۲۰﴾ وَ لَا تَنۡکِحُوا الۡمُشۡرِکٰتِ
حَتّٰی یُؤۡمِنَّ ؕ وَ لَاَمَۃٌ مُّؤۡمِنَۃٌ خَیۡرٌ
مِّنۡ مُّشۡرِکَۃٍ وَّ لَوۡ اَعۡجَبَتۡکُمۡ ۚ وَ لَا تُنۡکِحُوا
الۡمُشۡرِکِیۡنَ حَتّٰی یُؤۡمِنُوۡا ؕ وَ لَعَبۡدٌ

Marfat.com

مُّؤۡمِنٌ خَيۡرٌ مِّنۡ مُّشۡرِكٍ وَّلَوۡ اَعۡجَبَكُمۡ ؕ
اُولٰٓـئِكَ يَدۡعُوۡنَ اِلَى النَّارِ ۖۚ وَاللّٰهُ يَدۡعُوۡٓا
اِلَى الۡجَـنَّةِ وَالۡمَغۡفِرَةِ بِاِذۡنِهٖ‌ ۚ وَيُبَيِّنُ
اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمۡ يَتَذَكَّرُوۡنَ ﴿۲۲۱﴾

"دنیا اور آخرت کے کام سوچ کر کرو۔ اور تم سے یتیموں کا مسئلہ پوچھتے ہیں۔ تم فرماؤ ان کا بھلا کرنا بہتر ہے۔ اور اگر اپنا ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور خدا خوب جانتا ہے بگاڑنے والے کو سنوارنے والے سے اور اللہ چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈالتا۔ بیشک اللہ زبردست حکمت والا ہے اور شرک کرنے والی عورتوں سے نکاح نہ کرو، جب تک مسلمان نہ ہوجائیں اور بے شک مسلمان لونڈی مشرکہ سے اچھی ہے۔ اگرچہ وہ تمہیں بھاتی ہو اور مشرکوں کے نکاح میں نہ دو جب تک وہ ایمان نہ لائیں اور بے شک مسلمان غلام مشرک سے اچھا ہے اگرچہ وہ تمہیں بھاتا ہو۔ وہ دوزخ کی طرف بلاتے ہیں اور اللہ جنّت اور بخشش کیطرف بُلاتا ہے۔ اپنے حکم سے اور اپنی آیتیں لوگوں کے لئے

بیان کرتا ہے کہ کہیں وہ نصیحت مانیں۔" (۲۲۱)

اس وقت میں نے ۲۲۰ اور ۲۲۱ آیت کی تلاوت کی ہے۔ پچھلی نشست میں ۲۱۸ اور ۲۱۹ کی تفسیر بیان کر چکا ہوں۔ جو ۲۱۹ ویں آیت تلاوت کی اس میں اللہ تعالیٰ نے ہمیں دو ہدایات دی تھیں۔ دو سوالوں کے جواب ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے وسیلے سے ہمیں عطا ہوئے تھے ایک تو یہ کہ (خمر) شراب اور جوئے کے متعلق ہمیں ہدایت دی اللہ تعالیٰ نے دوسرے اہم سوال کا جواب یہ دیا کہ ہم اپنے مال کو کس طرح خرچ کریں

اب دوسری آیت پوری جو تھی یعنی ۲۲۰ آیت "فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ ط وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی ط" مال کا ذکر ہو رہا تھا۔ اشیاء کا ذکر ہو رہا تھا۔ مال کا جوئے کا شراب کا اپنے وسائل کا اور اس کے صرف کا اللہ کی راہ میں۔ اُسی سے متعلقہ ایک سوال اور تھا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یتامیٰ کے مال میں خیانت نہ کرو۔ انکی حق تلفی نہ کرو تو اکثر یتامیٰ کے ساتھ رہا کرتے تھے۔ ایک ساتھ کھانا پکتا تھا۔ اکثر ان کے مال کے ساتھ تجارت بھی ہوتی تھی۔ تو اس کے متعلق انہیں خیال ہوا کہ کہیں ہم زیادتی تو نہیں کر رہے ہیں کہ ہم اپنے اور ان کے مال کو ملا رہے ہیں۔ تو یہ سوال ہُوا: وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْیَتٰمٰی ط تو اب دوسروں کے مال کا ذکر ہو گیا جن کے آپ امین ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ نے اِس کا جواب کیا دیا؟: قُلْ

Marfat.com

اِصۡلَاحٌ لَّهُمۡ خَيۡرٌ ؕ آپ فرما دیجئے کہ تم کوئی بھی ایسا کام کرو جس میں ان کی بھلائی ان کے مال کے سنوارنے کا عمل اس میں شامل ہو۔ وہ تمہارے لئے بہتر ہے اس میں کوئی حرج نہیں ہے کہ اگر تم اِن کے مال کو ملاتے ہو اپنے خانہ داری میں اور ان کا حصہ ان کو حق بجانب طور پر دے دیتے ہو۔ ان کے مال کو اپنے کاروبار میں شامل کرتے ہو اور اس کاروبار سے جو اس میں بہتری ہوتی ہے اس کا انہیں حصّہ دار بناتے ہو۔ ان کیمطابق تو عین جائز عمل ہے۔

وَاِنۡ تُخَالِطُوۡهُمۡ فَاِخۡوَانُكُمۡ ؕ : اِخوان "اَخی" کی جمع ہے اور اَخی کون ہوتا ہے۔ جو ہمارے ماں باپ کا شریک ہو تو وہ ہمارا بھائی ہے لیکن عربی اصطلاح میں اخوان اپنے ہم قبیلہ کو، اپنے ہم مذہب کو، اپنی برادری اور رشتے داروں کو کہتے ہیں " اخوان المسلمین"، تو یہاں پر اِخۡوَانُكُمۡ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اس معنی میں جیسے تمہارے ہم قبیلہ ہیں؛ تمہارے اقرباء میں سے ہیں۔ ان کے ساتھ تمہارا میل جول رہنا ہے ان کے مالوں کو ان کی امانتوں کو اگر تم اپنے خانہ داری میں شامل کر لو اپنی تجارت میں شامل کر لو۔ اس نیت سے کہ اس میں بہتری اور اصلاح ہو۔ اس میں اضافہ اور منافع

ہو تو اس میں کوئی بُرائی نہیں ہے بلکہ بھلائی ہے۔ اگر اس نیت سے دیانت داری اور ایمانداری سے اگر ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ

Marfat.com

شریک کرو تو کوئی حرج نہیں۔لیکن اگر تم نے بدنیتی کی اصلاح کی بجائے خیانت کا ارادہ کیا۔ تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمہاری پکڑ ہو گی۔

اور تمہیں چونکہ تشویش تھی کہ تم ان کے مال کو ساتھ ملا کے تجارت کر رہے ہو۔ان کے ساز و سامان کو اپنی خاص داری میں شامل کر رہے ہو تو کہیں اس کی پکڑ نہ ہو تو اللہ تعالیٰ نے تمہاری تسکین اور ہدایت کے لئے یہ باتیں واضح کر دی ہیں۔اور یہ تم پر عین مہربانی ہے کہ تمہارے لئے آسانی کر دی ہے کیوں؟ : وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ ط : اور اللہ تعالیٰ اگر چاہتا تو تمہارے لئے مشکل کر دیتا۔اس سے یہ بات معلوم ہوئی کہ اللہ تعالیٰ جو ہمیں آسانیاں دیتا ہے وہ ہمارا حق نہیں ہے وہ اللہ کا کرم ہے۔ہمارے لئے جتنی بھی آسانیاں شریعت نے پیدا کی ہیں' دنیا اور آخرت میں وہ سب اس کے کرم کا مظہر ہیں۔ان میں ہمارا کوئی حق نہیں ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ اللہ تعالیٰ اپنے احکامات بیان کرتا ہے کہ ہم تمہارے لئے آسانیاں پیدا کرتے ہیں باوجود اس کے کہ ہمیں اختیار تھا۔اختیار ہے کہ ہم تمہارے لئے مشکل مشقت پیدا کر دیں۔ہر چیز کا الگ الگ حساب رکھو' ایک ایک روٹی کا' دانے کا۔لیکن ایسا نہیں کرنا کہ ساری دیگچی اس کے مال سے بھر دو اور اپنا صرف نمک ملا دو اس کو اللہ تعالیٰ پہچان جائے گا۔تم فساد کر رہے ہو۔

حضرت آدم علیہ السلام یتیم کبھی نہیں ہو سکتے تھے۔اس لئے کہ وہ

Marfat.com

جوانی کی حالت میں تخلیق کیے گئے تھے۔ ان کا کوئی باپ نہیں تھا۔ اور حضرت عیسٰی علیہ السلام بھی کبھی یتیم نہیں ہو سکتے تھے اس لئے کہ ان کا بھی باپ کوئی نہیں تھا۔ اور یتیم جو ہے وہ ہمیشہ جائز باپ کا یتیم ہوتا ہے۔ اس لئے کہ اگر کسی کا نکاح جائز نہیں ہوتا یا کسی کی پیدائش ہی حرام نُطفے سے ہو، زنا سے ہو تو وہ اس زانی کے مال کا وارث نہیں ہوتا۔ وہ اس کا جو شرعی باپ ہے۔ اس ماں کا شوہر ہے جب وہ مرے گا تب ہی وہ یتیم مانا جائے گا۔

قُلْ اِصْلَاحٌ لَّهُمْ : اصلاح صلح سے ہے یعنی درستگی یہ بالمقابل ہے۔ فساد کے تو اصلاح جو ہے جانی بھی ہو سکتی ہے، مالی بھی ہو سکتی ہے۔ نفسانی بھی ہو سکتی ہے، رُوحانی بھی ہو سکتی ہے تو آپ جو کچھ ان کے مال کو استعمال کر کے اس میں اصلاح یا بہتری لا سکتے ہیں کریں۔

وَاِنْ تُخَالِطُوْهُمْ : خلط کہتے ہیں شریک یا پڑوسی یا شرکت کرنا یا مِل جُل کر رہنا، مال مِلانا بعض مفسرین نے اس میں شادی بیاہ نکاح بھی شامل کیا ہے۔ اگر یتیم بالغ ہو لڑکی یا لڑکا تو اِس سے آپ شادی یا نِکاح بھی کر سکتے ہیں وہ بھی جائز ہے اور ''افکان'' جمع ہے افک کی، جو ماں باپ میں شریک ہو۔ آنات یا انت ایسا عمل جو ناقابل برداشت ہو، مشقت والا۔

اس آیتِ مبارکہ کے کچھ اُصول مرتب ہوتے ہیں کچھ فائدے ہیں :

پہلا یہ کہ یتیم کی اصلاح لازم ہے۔ جو بھی اس کا سرپرست ہے وہ اس کو علم و عمل اور ایمان سکھائے اس کے مال کی حفاظت کرے۔ اس کو نفعِ تجارت

Marfat.com

میں لگائے۔ اوراس میں خیانت نہ کرے۔ اوراسکو بگاڑنا حرام ہے۔ جیسے یتیم کو پکڑ کراس سے بھیک منگوانا۔ یا چوری کرانا جیسے ہمارے ہاں بعض طبقوں میں ہوتا ہے یہ سب حرام ہے اسی لئے یتیم کے مال سے زکواۃ نہیں دی جاسکتی۔ اس کا مال کسی کو ہبہ نہیں کرسکتے۔ نہ لوگوں کے پاس گروی رکھ سکتے ہیں نہ کسی کو دے سکتے ہیں۔ اس کے مال میں فضول خرچی بھی حرام ہے اوراس کی پرورش کے ساتھ اس کی تربیت بھی لازم ہے۔

دوسری بات یہ کہ یتیم کو علم وادب سکھانا۔ اور بقدر ضرورت تعلیم بھی ضروری ہے اگر وہ بُرے کام کر رہا ہے۔ تو اسے بُرے کام کی سزا دینا اس کی روک تھام کرنا اُس کی تادیب کرنا، اس میں نظم ضبط لانا ضروری ہے۔ تیسری بات یہ کہ یتیم کے مال کو نفع بخش تجارت میں لگانا جائز ہے۔ یہ بھی اصلاح کے زُمرے میں آتا ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ اس بارے میں انحا د جائز ہے کہ کس طریقے سے اس کے مال کی اصلاح کریں اور اگر اس میں کوئی غلطی ہوگئی ہے تو وہ بھی معاف ہے لیکن عمداً فساد کی نیت سے، خیانت کی نیت سے کوئی غلطی کرے تو اس کی پکڑ ہے۔ یتیم کی اصلاح اس کے ولی کی رائے سے ہوگی اوراس رائے کی غلطی معاف ہے۔ اگراس میں نیک نیتی ہے۔

چھٹی بات اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ کہ اگر میں چاہتا تو تمہیں مشقت میں ڈال دیتا۔ یعنے نرمی اور رعایت رب پر واجب نہیں ہے۔ یہ اس کا کرم ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ھم

چاہتے تو تم پر سخت با مشقت حکم بھی ڈال سکتے تھے۔ یتیم کے مال کے سلسلے میں ایک مسئلہ آتا ہے۔ ہمارے ہاں رواج ہے خاص طور سے دیہاتی طبقے ہیں کہ اگر گھر میں کسی کا انتقال ہو جائے تو پھر اس کے وِرثے میں جو مال بچا ہے اس میں سے ساری برادری کو کھانا کھلاتے ہیں۔ دعوتیں کرتے ہیں۔ گائے ذبح ہوتی ہے۔ اگر اس شخص کے ورثاء میں یتیم ہیں پھر ان یتیموں کے مال میں سے لوگوں کی دعوتیں کرنا حرام ہے۔ اگر کوئی برادری کو کھانا کھلاتا ہے کسی کے مُرنے پر تو وہ اپنے مال میں سے ایسا کرے۔ یتیموں کے ترکے میں سے نہ کرے۔

صدقے اور مال کا ذکر ہو رہا ہے تو ایک حدیث میں آپ کو بیان کر دوں کہ ایک دفعہ کسی غزوہ کیلئے مال اکٹھا ہو رہا تھا تو تمام صحابہ اپنے اپنے گھروں میں چلے گئے اپنا اپنا مال لانے کیلئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کرنے کے لئے۔ ایک صحابی رہ گئے وہ بہت ہی غریب تھے تو وہ بیٹھ کر کچھ پڑھ رہے تھے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تم یہاں بیٹھ کر کیا کر رہے ہو؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں بہت غریب اور نادار ہوں۔ میرے پاس دینے کیلئے کچھ نہیں ہے۔ لہٰذا میں پڑھ رہا ہوں اور اللہ کی بارگاہ میں پیش کر رہا ہوں۔ یعنی: سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ: جو کہ ہم صلوٰۃ التسبیح میں پڑھتے ہیں۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تم جو اللہ تعالیٰ کو پیش کر رہے

Marfat.com

ہو وہ سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔ تمہارا صدقہ اس کی بارگاہِ عالی میں سونے سے بھی زیادہ قیمتی ہے۔

یہ جو چار جملے ہیں: سُبۡحَانَ اللهِ الخ اَللّٰهُ اَكۡبَرُ۔ یہ کب کہے گئے اور کس نے کہا یہ جاننا ضروری ہے۔ ان کی عظمت کیوں ہے؟ اِس کی مقبولیت کیوں ہے؟ جب حضرت جبریل علیہ السلام نے سب سے پہلے عرش کو دیکھا تو انہوں نے کہا سُبۡحَانَ اللهِ۔ اللہ تعالیٰ کی پاکی بیان کی۔ جب حضرت آدم علیہ السلام کے پُتلے میں رُوح ڈالی گئی۔ جان ڈالی گئی تو پہلا کلمہ جو ان کی زبان سے نکلا وہ تھا۔ اَلۡحَمۡدُ لِلّٰهِ۔ سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کیلئے ہیں۔ جب سارے لوگ باغی ہو گئے حضرت نوح علیہ السلام کی اُمّت میں سوائے چند لوگوں کے اور طوفانِ نوح آگیا۔ اس وقت انہوں نے اللہ تعالیٰ کی توحید کا اقرار فرمایا کہ بادشاہت اسی کی ہے۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللهُ۔ اور جب حضرت اسماعیل علیہ السلام کے گلے پر چُھری پھیر رہے تھے حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے قربانی دے رہے تھے اور جب آنکھ کھولی تو دیکھا وہاں دنبہ ذبح ہُوا ہے۔ تو حضرت اسماعیل علیہ السلام کا صدقہ دیکھ کر انہوں نے کہا اَللّٰهُ اَكۡبَرُ

تو یہ چار کلمات ہیں، جو چار عظیم المرتبت ہستیوں کی زبانوں سے ادا ہوتے یعنی حضرت جبریل علیہ السلام، حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت ابراہیم علیہ السلام۔ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء میں۔ یہ سب مل کر کلمۂ تمجید بن گئے ان کا پڑھنا اور کسی کو بخش دینا ایسا ہی ہے جیسے کہ کسی کیلئے آپ نے سونا

Marfat.com

صدقے میں دیا ہو۔

اَب جو اگلی آیت ہے اس میں اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں۔ کہ تم دوسری عورتوں کو کس طریقے سے اپنے خاندان میں شامل کر سکتے ہو۔ کون تمہارے لئے جائز ہے۔ پہلے مال کا ذکر تھا اَب خواتین کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ تم مشرکوں سے اِس وقت تک نکاح نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔ یہاں مشرک سے مطلب ہے وہ جو کسی نبی، اللہ تعالیٰ اور اُسکی کتاب کا مکفر ہو۔ یعنی عام کافر۔ اس میں اہل کتاب مُشرکات شامل ہیں اس لئے کہ سورۂ مائدہ میں جہاں اللہ تعالیٰ نے تفصیل سے بیان کیا ہے کہ کن کن سے نکاح جائز ہے۔

اس میں بتایا کہ وہ محسنات، وہ نیک عورتیں ہیں جو اہلِ کتاب ہیں جو میرے کسی نبی پر ایمان لاتی ہیں اور ان کی کتاب پر ایمان لاتی ہیں یعنی یہود و نصاریٰ۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کسی مشرک یا کافر سے شادی نہیں کر سکتے ہاں نیک اور دیندار اہل کتاب عورتوں سے نکاح جائز ہے۔ اس کی بھی اپنی شرائط ہیں یہ اسی وقت جائز ہے جب وہ نیک ہو اور پھر اس کا اتنا اثر و رسوخ ہو، نہ ہو کہ وہ آپ کے ایمان اور اعمال میں خلل نہ ڈالے اور آپ کی تابعدار ہو۔ اور آپ اپنے بچوں کے ایمان اور اعمالِ صالحہ کی نگرانی کر سکیں۔ اگر اس کا اندیشہ ہو تو پھر جائز نہیں ہے۔

حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ نے ایک عیسائی عورت سے شادی کر لی تھی۔

Marfat.com

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان سے کہا کہ ان کو طلاق دے دو۔ اس لئے کہ تمہارے فرائض میں یہ دخل دے گی۔ تمہارے راز تمہارے دشمنوں کو بتائے گی جو آج کل عرب اور دیگر ممالک میں اس کی وجہ سے بہت ساری خرابیاں ہیں۔ انہوں نے ان کے گھروں میں غیر اسلامی کلچر کا نفاذ کر دیا ہے وہ ان کی جاسوسی کرتی ہیں ان کی ہمدردیاں یہود و انصاریٰ کے ساتھ ہیں۔ تو مشرکات کے ساتھ نکاح جائز ہے لیکن مکروہ ہے اس لئے کہ اس میں خدشات بہت ہیں اور یہ اسی وقت جائز ہے جبکہ آپکا اتنا اختیار ہو کہ آپ اپنے اور اپنے بچوں کے ایمان کی حفاظت کر سکیں۔ لیکن عام مشرک اور بے دین عورتوں سے نکاح قطعاً جائز نہیں ہے۔ جبتک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ الخ اَعْجَبَتْكُمْ : "اَمَةٌ" کہتے ہیں کنیز کو لونڈی کو اور "مومنہ" کے معنی ایمان والی۔ ایک طرف تو مباح فرمایا اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ کافر اور مشرک سے شادی نہیں کر سکتے، نکاح میں نہیں لا سکتے۔ ساتھ ساتھ یہ فرمایا کہ ایک خوبصورت مالدار، صاحبِ حسب نسب، باعزت مشرک یا کافر خاتون ان تمام خوبیوں کے ہونے کے باوجود بھی ایک ایسی کنیز جو کہ مومنہ ہو وہ اس سے بہتر ہے۔ اس کی شانِ نزول کیا ہے؟ تو اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق فرما دی ایک صحابی کے عمل سے کہ کنیز، لونڈی جو کہ مومنہ ہے وہ امیر مشرکہ سے کہیں بہتر ہے چاہے تم کو وہ پسند ہی کیوں نہ ہو اس کے مال اور حسن کی وجہ سے اس کے حسب نسب کی وجہ اور حیثیت کی وجہ سے۔

اسی طرح عورتوں کو بھی یہی حکم دیا۔ وَلَا تُنْكِحُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَتّٰى

Marfat.com

يُؤْمِنُوْا ط : اور تم مشرک مردوں سے شادی نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں
وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ الخ اَعْجَبَكُمْ ط اور مومن مرد جو ہے مومن غلام ہے
وہ مشرک سے بہتر ہے چاہے تم اس کے حُسن وجمال، اس کی شجاعت، اس کی
وجاہت اور حیثیت کی وجہ سے تمہیں پسند ہی کیوں نہ ہو لیکن ایک غلام مسلمان جو
کہ مومن ہے وہ اس باحیثیت، باشجاعت، باوجاہت، بااقتدار، باحسب ونسب
مشرک کافر سے بہتر ہے۔: اُولٰٓئِكَ يَدْعُوْنَ اِلَى النَّارِ ج : "یدعو" جو
ہے دعوت سے ہے ترغیب سے یہ لوگ مشرک یہ کیا کرتے ہیں، کیوں میں
نے منع کیا ہے؟ یہ لوگ تمہیں جہنم کی طرف جانے کی ترغیب دے رہے ہیں۔
اگر تم نے مشرکہ یا مشرک سے شادی کی تو وہ تمہارے دین میں رخنہ ڈالیں گے
تمہارے ایمان میں رخنہ ڈالیں گے اور اپنے طور طریقے پر لانے کی کوشش کرینگے
اور تمہیں جہنم کا راستہ دکھادیں گے۔: وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا الخ بِاِذْنِهٖ ج : اور
جو مومن ہیں وہ تو آپ کو ترغیب دیتے ہیں جنّت کی طرف اور وہ تمہیں ترغیب
دیں اللہ تعالیٰ کی طرف سے معافی کی۔

وَيُبَيِّنُ الخ يَتَذَكَّرُوْنَ ع : ذکر یہاں نصیحت کے معنوں
میں بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کے لئے بنی نوع انسان کے لئے بھی اسی طرح
سے صاف صاف بیان کر دیتا ہے۔ تاکہ وہ اس سے سبق حاصل کریں چوکس
رہیں، آگاہ رہیں۔ اور وہ ایمان کی راہ میں صداقت کی راہ میں ڈگمگائیں نہیں۔
استقامت کے ساتھ ایمان پر قائم رہیں اور صراطِ مستقیم پر قائم رہیں۔ اس آیت

Marfat.com

یا کلمہ کے دو حصے ہیں۔ ایک تو یہ کہ مشرک اور مشرکات سے شادی نہ کرو۔ دوسرا یہ کہ مومن یا مومنات چاہے وہ غلام اور لونڈی ہوں وہ مشرک یا مشرکہ سے بہتر ہیں۔ تو ان دونوں آیتوں کے متعلق دو واقعات ہیں اور انہی واقعات کو اس آیات کی شانِ نزول کہتے ہیں۔

حضرت ابُو مَرصَد ایک بہت بہادر شجاعت اور وجاہت اور امارت والے صحابی تھے۔ با اثر تھے۔ مالدار تھے۔ جب ہجرت فرمائی تو کچھ غریب مسکین مسلمان ایسے تھے اس وقت سب کے ساتھ ہجرت نہیں کر سکے تو سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت ابُو مَرصَد رضی اللّٰہ عنہ کو مکہ معظمہ بھیجا کہ آپ جائیں اور اپنے اثر و رسُوخ سے ان مسلمانوں کو جو اس وقت وہ ہجرت نہیں کر سکے اور وہ پھنسے ہوئے ہیں ان کو نکال کر اپنے ساتھ لے آئیں۔ زمانۂ جاہلیت میں ایک مشرکہ تھی۔ وہ بہت خوبصُورت بھی تھی، مالدار بھی تھی۔ ان سے یہ محبّت کرتے تھے اور وہ بھی ان پر بہت زیادہ فدا تھیں۔ ان کی شجاعت کی وجہ سے۔ جب اسے خبر ہوئی تو وہ اپنے شوق میں ان کے پاس آئی۔ آپ نے فرمایا کہ دیکھو اَب میں مسلمان ہو گیا ہوں۔ میں اَب سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کا غلام ہو گیا ہوں ان کی شریعت میں زنا حرام ہے۔ تو میں تمہارے ساتھ اَب مسلمان ہونے کے بعد کوئی رابطہ یا تعلق نہیں رکھ سکتا۔ اس خاتون نے کہا کہ اگر ایسی بات ہے تو آپ سے نکاح کی درخواست کرتی ہوں۔ آپ مجھے اپنے نکاح میں لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں نکاح بھی سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کے حکم کے بغیر اور ان سے پُوچھے بغیر تم سے نہیں کر سکتا

Marfat.com

مجھے نہیں پتہ کہ تم سے میرا نکاح جائز ہو کہ نہ ہو اس لیئے کہ تم ایمان نہیں لائی ہو۔

آپ جب مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ تو آپ نے سارا قصّہ سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہ میں عرض کیا۔ اور اس کا ذکر کیا کہ اس نے نکاح کی درخواست کی ہے۔ اس وقت اس آیہءِ مُبارکہ کا پہلا حصّہ نازل ہوا: وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ ؕ: کہ تم مشرکہ عورتوں سے نکاح اِس وقت تک نہ کرو جب تک کہ وہ ایمان نہ لائیں۔

اس کے علاوہ ایک دوسرا واقعہ ہے۔ ایک اور صحابی تھے حضرت عبداللہ ابنِ رواحہ رضی اللہ عنہ۔ ان کے پاس ایک حبشی کنیز تھی۔ کسی بات پر آپ اس سے ناراض ہو گئے اور اُسے ایک طمانچہ ماردیا۔ سزا کے طور پر۔ لیکن پھر اس بات پر پشیمان ہُوئے اور اس واقعے کو سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم کی بارگاہِ عالی میں پیش کیا اس نیت سے کہ اس کی تلافی کیسے ہوگی؟

سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے حضرت عبداللہ ابن رواحہ رضی اللہ عنہ سے اِس کنیز کے حالات دریافت فرماتے پوچھا کہ وہ کیسی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا کہ وہ توحید و رسالت کی قائل ہیں۔ نمازی ہے اور روزہ دار ہیں یہ سُننے کے بعد سرکارِ دو عالم صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم نے فرمایا اے عبداللہ! وہ تو مومنہ ہے تمہاری کنیز تو آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ یارسول اللہ! صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّم رب کی قسم میں اسے آزاد کر کے اپنے نِکاح میں لاؤں گا۔ اور ایسا ہی کیا۔ اِس پر ان کے دوست احباب وہ لوگ جو ابھی اسلام نہیں لائے تھے۔ ان لوگوں نے اُنہیں طعنے دینا شروع کر دیئے

Marfat.com

کہ فلاں فلاں حسین اور مالدار مشرکات تم سے نکاح کے لئے تیار تھیں تم نے ان باحیثیت باحسن اور بانسب عورتوں کو چھوڑ کر ایک حبشی لونڈی سے نکاح کرلیا اس وقت ان کی دلجوئی کے لئے اللہ تعالیٰ نے اس آیت کا دوسرا حصہ نازل کیا۔

وَلَاَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ ...... اَعْجَبَتْكُمْ : ایک مومنہ لونڈی ایک مشرکہ سے بہتر ہے چاہے تم اس کے حسن و جمال اس کے مال و دولت اس کے حسب و نسب اس کے اقتدار کی وجہ سے اسے پسند ہی کیوں نہ کرو لیکن ان تمام دنیاوی خصوصیات کے باوجود ایک مومنہ لونڈی ہی اس سے بہتر ہے۔ یہ اس کی شانِ نزول ہے۔ اس آیت مبارکہ میں دو حکم ہیں۔ اور اس سے کچھ اصول اور فائدے مرتب ہوتے ہیں۔

ایک تو مسلمان مرد کافر عورت سے نکاح نہ کرے۔ اور مسلمان عورت کافر مرد کے نکاح میں نہ دی جائے۔ اور کسی مسلمہ کا نکاح کسی کافر سے جائز نہیں ہے۔ خواہ وہ اہل کتاب ہی کیوں نہ ہی۔ مسلمان مرد کو اجازت ہے کہ وہ اہل کتاب عورت کے ساتھ شادی کرے اس لئے کہ شوہر کا اس پر اقتدار ہوتا ہے لیکن اگر مسلمان عورت کسی مشرک سے شادی کرلے تو اس کا اختیار اپنے ایمان پر اور اپنی اولاد کے ایمان پر نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ وہ شوہر کی تابع ہو جائے گی۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت نہیں دی۔

دوسرا یہ کہ مشرکوں، کافروں اور بدمذہبوں کی صحبت سے بھی اجتناب

کرنا چاہیئے۔ اور اسی طرح اپنا رازداں بنانا حرام ہے۔ اس سے یہ بات ظاہر ہوئی کہ وہ لوگ جن کے عقائد مشرکوں اور کافروں جیسے ہیں۔ جو سرکارِ دو عالم ﷺ کی نبوت میں اور ان کے آخری نبی ہونے پہ ایمان نہیں رکھتے ایسے لوگوں سے بھی نکاح جائز نہیں ہے۔ ہمارے ہاں عام طور پر لوگ شیعوں سے شادی کرلیتے ہیں۔ قادیانیوں سے شادی کرلیتے ہیں یہ سب جو ہے آپکی آل اولاد کے ایمان کے لئے خطرہ ہیں۔ اور جہاں پہ آپ کے اور آپ کی آل اولاد کے ایمان کے لئے خطرہ بن جائے وہاں وہ ناجائز بھی ہے۔ اس میں مشرکہ سے اہلِ کتاب سے بھی نکاح جائز ہے لیکن یہ پسندیدہ عمل نہیں ہے۔

تیسرا اُصول یہ ہے کہ آزاد عورت سے نکاح کرنے کی قدرت کے باوجود بھی اہل کتاب عورت سے یا مشرکہ سے نکاح پہ طاقت ہونے کے باوجود بھی مومنہ کنیز پہ نکاح اللہ تعالیٰ نے جائز رکھا ہے۔ میں اس سلسلے میں کچھ مسئلے بھی آپ کے گوش گزار کرنا چاہتا ہوں۔ نکاح کے متعلق۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ جیسا کہ اختلافِ دین کے ہوتے ہوئے نکاح ہو نہیں سکتا۔ اسی طریقے سے اگر نکاح کے بعد زوجین میں اختلافِ دین ہو جائے کوئی ایک مُرتد ہو جائے یا کوئی اللہ کی کتاب سے انکار کردے۔ نبی سے انکار کردے تو پچھلا نکاح باقی نہیں رہتا وہ فاسد ہو جاتا ہے۔ اگر مرد مرتد ہو جائے تو عورت فوراً اس کے نکاح سے نکل جائے گی اور بعد عدت دوسرے سے نکاح کرسکے گی۔ اگر کافر عورت مسلمان ہو جائے تو وہ اپنے کافر شوہر کے نکاح سے نکل جائے گی۔ اس میں اتنی تفصیل

یہ ہے کہ اگر وہ جگہ دارالحرب ہے تو عورت کے اسلام لاتے ہی، اور دارالاسلام میں داخل ہوتے ہی اس کا نکاح ٹوٹ جائے گا اور پھر خاوند سے پُوچھے بغیر وہ دوسرا نکاح عدت کے بعد کر سکتی ہے۔ اگر وہ جگہ دارالاسلام ہے تو مرد کو بھی اسلام پیش کیا جائے گا اور اگر وہ مسلمان ہو جائے تو نکاح قائم رہے گا ورنہ نکاح ٹوٹ جائے گا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ عورت کے مرتد ہونے سے نکاح نہیں ٹوٹتا ہاں اس سے ازدواجی رشتے کو قائم رکھنا حرام ہو جاتا ہے۔ اور عورت کو اسلام لانے اور تجدید نکاح پر مجبور کیا جائے گا۔

تیسرا مسئلہ یہ ہے کہ اس زمانے میں عام انگریز عورتیں جو دہریہ ہو کر خدا کی ذات، انجیل شریف اور حضرت عیسٰی علیہ السلام کے منکر ہو چکی ہیں ان سے نکاح جائز نہیں ہے۔ وہ مسلمان سخت غلطی کرتے ہیں جو بلاتحقیق مشرک عورتوں سے شادی کر لیتے ہیں۔ ایک عیسائی پادری کا بیان ہے کہ عام انگریز قومی طور پر عیسائی رہ گئے ہیں دینی طور پر عیسائی نہیں ہیں۔ مذہب سے ان کو کوئی سروکار نہیں ہے۔ یہ حضرت مسیح و انجیل اور رب کے بھی منکر ہو چکے ہیں۔

مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی تفسیر بیان القرآن میں ایک جگہ لکھا ہے کہ جو مرد بظاہر مسلمان ہو مگر اس کے عقائد کفر کی حد تک پہنچ گئے ہوں اس سے مسلمان عورت کا نکاح جائز نہیں ہے تو جو لوگ اپنی بیٹیوں، بہنوں کی شادیاں کرتے ہیں۔ ان کے لئے انتہائی ضروری ہے کہ لڑکے کی صرف نوکری اسکی

Marfat.com

حیثیت، اس کا مال ومتاع اور خاندان نہ دیکھیں بلکہ اس کے عقیدے اور اس کے اعمال کے متعلق بھی پتہ کریں کہ لڑکا دیندار ہے کہ نہیں ہے۔ اسکے عقائد درست ہیں کہ نہیں۔ اس لئے کہ اگر عقائد درست نہیں ہیں۔ ایمانیات میں کمی ہے تو پھر اس سے نکاح جائز نہیں ہوگا پھر اِن کے تعلقات زِنا میں شامل ہوں گے۔ اس لئے کہ مسلمان اور غیر مُسلم میں صرف ایک فرق ہے۔ وہ ہے ایمان۔ ایمان نہیں ہے تو پھر مسلمان مسلمان نہیں ہے۔ یعنی اعمال کی کمی تو معاف ہے۔ ایمان کی کمی معاف نہیں ہے۔ تو پیغام وسلام کے وقت لڑکی کے عقائد کا اطمینان کر کے زبان دی جائے۔

اور عورتوں کو بھی چاہیئے کہ اگر بعد نکاح شوہر کے ایسے عقائد ظاہر ہوں تو اس سے الگ ہو جائے اور جس طرح ممکن ہو اسے اپنی قربت سے باز رکھے۔ اور ایسے معاملوں میں سرپرستوں کی امداد بھی لازم ہے۔ عام مُسلم عُلماء کا مولانا اشرف علی تھانوی کے اِس فتویٰ پر اتفاق ہے کہ اگر شوہر نیچری ہو یا قادیانی ہو ہو یا توہین کرنے والا دیوبندی ہو یا مُرتد ہو گیا ہو تو اس سے مسلمان لڑکی کا نکاح ہرگز جائز نہیں ہے۔ اور بعد میں خاوند ایسا ہو جائے تو بھی نکاح ٹوٹ جائیگا۔

ایک اور مسئلہ ہے کہ جس کی بیوی عیسائی یا یہودی ہو وہ اپنے بچّوں کی پرورش ان کی ماں سے نہ کرائے۔ بلکہ ہوش سنبھالتے ہی انہیں ماں سے الگ کر دے۔ ورنہ بچّوں کے ایمان جانے کا اندیشہ ہے۔ اگرچہ اہل کتاب عورتوں سے مسلمان کا نکاح جائز ہے۔ مگر بہتر نہیں ہے۔ حدیث شریف میں ہے کہ عورت

سے نکاح مال پر ہوتا ہے۔ یا جمال پر۔ تو تم دیندار بیوی اختیار کرو اور کافرہ دیندار کہاں سے آئی؟

اپنی بچیوں کے لئے خوش اخلاق، تندرست، دین دار خاوند تلاش کرو محض مال پر لڑکیاں نہ دو، ورنہ بعد میں سخت پریشانیاں اٹھانی پڑیں گی۔ بچوں کا پہلا اسکول ماں باپ کی گود ہے۔ آوارہ، بداخلاق ماں باپ کی اولاد بھی آوارہ ہوگی۔

حضرت فاطمہ زہراء رضی اللہ عنہا جیسی ماں ہو تو حضرت حسنین کریمین رضی اللہ عنہما جیسے فرزند ہوتے ہیں۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی لختِ جگر حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا کے لئے حضرت علی رضی اللہ عنہ جیسے مسکین کو منتخب فرمایا جن کے پاس مال و متاع نہیں تھا۔ جن کے گھر میں دولت کے بجائے اللہ اور رسول کا نام ہی تھا۔ مگر ان کا سینہ دولتِ ایمانی سے مالا مال تھا۔ اسی طرح سے حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی بیٹی صفورہ کے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو منتخب کیا۔ جن کے پاس دنیاوی مال ومنال کچھ نہیں تھا۔ وہ ان کے ہاں ایک مزدور چرواہے کے طور پر کام کر رہے تھے۔ اس وقت ان کے پاس نہ گھر تھا نہ دَر، وہ صرف ایک پردیسی مسافر تھے لیکن حضرت شعیب علیہ السلام نے ان میں دین اور قوتِ ایمانی دیکھا اور اپنی بیٹی کی شادی کر دی۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اس نے جو ہمیں آسانیاں دی ہوتی ہیں۔ جو مال اور اختیارات دیئے ہوئے ہیں ہم ان سب کا استعمال اس کی رضا اور اسکے احکامات کے مطابق کریں۔ ہم اپنے دنیاوی اور اُخروی معاملات میں اپنے فیصلے

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے احکامات کے مطابق کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو سلامت رکھے اور ہمارے بچوں آل و اولاد میں خصوصاً میرے اپنے بچوں اور میرے روحی بچوں، بچیوں کو ایمان کی دولت سے مالا مال فرمائے۔ اور اپنے علاوہ کسی کا محتاج نہ کرے۔

واخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

Marfat.com

سُورۂ بقرہ پارہ سیقول

آیت نمبر ۲۲۲ - تا - ۲۲۳

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰه
وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰه

وَیَسۡـَٔلُوۡنَكَ عَنِ الۡمَحِیۡضِ ؕ قُلۡ هُوَ
اَذًی ۙ فَاعۡتَزِلُوا النِّسَآءَ فِی الۡمَحِیۡضِ ۙ
وَلَا تَقۡرَبُوۡهُنَّ حَتّٰی یَطۡهُرۡنَ ۚ فَاِذَا
تَطَهَّرۡنَ فَاۡتُوۡهُنَّ مِنۡ حَیۡثُ اَمَرَكُمُ
اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یُحِبُّ التَّوَّابِیۡنَ وَیُحِبُّ
الۡمُتَطَهِّرِیۡنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمۡ حَرۡثٌ
لَّكُمۡ ۪ فَاۡتُوۡا حَرۡثَكُمۡ اَنّٰی شِئۡتُمۡ ۫
وَقَدِّمُوۡا لِاَنۡفُسِكُمۡ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعۡلَمُوۡۤا
اَنَّكُمۡ مُّلٰقُوۡهُ ؕ وَبَشِّرِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ﴿۲۲۳﴾

"اور تم سے پوچھتے ہیں حیض کا حکم۔ تم فرماؤ وہ ناپاکی ہے۔ تو عورتوں سے الگ رہو حیض کے دنوں۔ اور ان سے نزدیکی نہ کرو جب تک پاک نہ ہولیں۔ پھر جب پاک ہوجائیں تو ان کے پاس جاؤ جہاں سے تمہیں اللہ نے حکم دیا۔ بے شک اللہ پسند کرتا ہے بہت توبہ کرنے والوں کو اور پسند رکھتا ہے ستھروں کو (۲۲۲) تمہاری عورتیں تمہارے لئے کھیتیاں ہیں۔ تو آؤ اپنی کھیتی میں جس طرح چاہو۔ اور اپنے بھلے کا کام پہلے کرو۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ تمہیں اس سے ملنا ہے۔ اور اے محبوب بشارت دو ایمان والوں کو (۲۲۳)"

میں نے آپ کے سامنے آیات ۲۲۲ تا ۲۲۳ کی تلاوت کی۔ ۲۲۱ کی تفسیر میں نے پچھلی مجلس میں بیان کی تھی۔ جس میں اللہ تعالیٰ نے بتایا تھا کہ کن کن عورتوں سے نکاح حرام ہے۔ ان سے آپ نے شادی کی تو آپ کے ازدواجی تعلقات حرام ہوں گے۔

اب اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ دو مسئلے بتا رہا ہے۔ ازدواجی زندگی کے متعلق۔ عربوں میں جو یہودی ہوا کرتے تھے وہ اپنی بیویوں کے معاملے افراط "یعنی سختی" سے کام لیتے تھے۔ جب وہ حیض کی حالت میں ہوتی تھیں تو

Marfat.com

گھر سے علیحدہ نکال دیتے تھے۔ ان سے بول چال بند کر دیتے تھے ان کے پاس نہیں جاتے تھے۔ یعنی ان کو ایک کمتر انسان کا درجہ دیتے تھے۔ اور ان کے ساتھ بُرا سلوک کرتے تھے۔ جو عیسائی تھے ان کے افراط کے مقابلہ میں تفریط میں تھے۔ وہ سختی کرنے کے بجائے نرمی میں حد سے گزر جاتے تھے اور وہ حیض کی حالت میں بھی قربت کو رَوا رکھتے تھے۔ یہ دو طریقے تھے۔

اِسلام ایک اعتدال پسند مذہب ہے۔ اسلام میں عورت اور بیوی کے لئے عزت و احترام ہے۔ صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس معاملے میں احکامات پوچھتے کہ یہودیوں کا یہ طریقہ ہے اور عیسائیوں کا یہ طریقہ ہے۔ تو ہمارے لئے کیا حکم ہے؟ یہ حضرت ثابت ابنِ وحدا اور دیگر صحابہ کرام نے یہ احکام پُوچھے اس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے یہ آیت نازل فرمائی۔ پچھلی آیت میں ناجائز نگاہ سے روکا گیا تھا اَب ناجائز قربت سے روکا جارہا ہے کہ جو آپ کی جائز بیویاں ہیں یا لونڈیاں ہیں اللہ تعالیٰ نے نِساء کا لفظ استعمال فرمایا ہے۔ آپ کی جو نساء ہیں۔ اس میں بیوی اور کنیز دونوں شامل ہیں۔ اِن سے صرف آپ کو قربت جائز ہے لیکن بعض حالات میں وہی قربت آپ پر حرام ہے۔ ناجائز ہے۔ تو اَب ناجائز قربت سے اللہ تعالیٰ روک رہا تھا۔ آپ کی ہدایت کر رہا ہے۔ پہلے یہ فرمایا تھا پچھلی آیت میں کہ مشرکین سے نکاح نہ کرو۔ اَب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ حائضہ عورت سے قربت نہ کرو۔

Marfat.com

پچھلی آیت میں عقیدہ کی گندگی سے دُور رہنے کو کہا گیا تھا۔ اَب جسمانی آلودگی سے اللہ تعالیٰ نے دُور رَہنے کو کہا ہے۔

وَیَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِیْضِ ط : لوگ آپ سے حیض کے متعلق حکم پوچھتے ہیں۔ قُلْ هُوَ اَذًى لا : اذیت سے سب واقف ہیں اُردو میں۔ اذیٰ کا مطلب ہے ایک تکلیف دہ حالت یہ عورتوں کے لئے ایک تکلیف دہ عارضہ ہے۔ ایک تکلیف دہ دور ہے ایک تکلیف دہ عمل ہے جس سے وہ گزُرتی ہیں۔ تو عورتوں کے لئے یہ ایک تکلیف دہ دور ہے اور آپ کے لئے یہ آلودگی ہے۔ لہٰذا : فَاعْتَزِلُوْا : عزل کہتے ہیں الگ ہونے کو ان سے علیحدہ رہو تو اس دور میں تم ان سے علیحدہ رہو۔ قربت کی خواہش نہ کرو اور صحابہ کرام نے کچھ لوگوں نے "فاعتزلوا" کا حکم آنے کے بعد وہ اپنی بیویوں سے علیحدہ کہیں اور رَہنے لگے۔ الگ جگہ رکھنے لگے الگ رہنے لگے تو وہ بالکل اسی طرح کرنے لگے جیسے تقریباً یہودی کرتے تھے ان میں سے بعض غریب بھی تھے ان کے پاس اوڑھنا بچھونا نہیں ہوتا تھا۔ انہوں نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر ہماری جان و مال قربان ہوں۔ ہم ان سے اگر علیحدگی نہ اختیار کریں تو ہم اللہ کے گنہ گار ہوتے ہیں اور علیحدگی اختیار کریں تو ہمیں جاڑے میں تکلیف ہوتی ہے ہمارے پاس اتنے بستر نہیں ہیں کپڑے نہیں ہیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ کا حکم اِن سے الگ ہونے کا

نہیں ہے یہ یہودیوں کا طریقہ ہے تم ان سے اسی طرح سے عزت کرو۔ بول چال رکھو صرف ان سے قربت تمہیں منع ہے۔: وَلَا تَقْرَبُوهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ : اور ان کے قریب نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔ یہ قرآن پاک کا ایک معجزہ ہے۔ عرب شعراء کا یہ حال تھا کہ وہ زوجیت کے تعلقات یا مرد عورت کے تعلقات کے بارے میں انتہائی فحش بیانی اور فحش کلامی سے کام لیتے تھے اور برسرِ عام مجلس میں فحش اشعار سنایا کرتے تھے یہ کلام پاک کا ایک معجزہ ہے کہ ایک مَرد عورت کے تعلقات کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اتنے مہذب الفاظ میں ہماری ہدایت فرمادی ہے۔ لوگوں نے جو حضرت امام ابُو حنیفہ رضی اللہ عنہ کی تفسیر یہ بیان فرمائی ہے کہ جو دین کے مسئلے ہیں جو اللہ کے احکام ہیں ہر بالغ مَرد و عورت کو جاننا چاہیئے۔ اللہ کے حکم میں کوئی شرم نہیں ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ شرط لگائی ہے۔ اس وقت ان کے پاس نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔ شرعی طور پر عورتیں کب پاک ہوتی ہیں۔ شریعت کے مطابق نارمل وقفہ دس دن کا ہے۔ اگر دس دن کے بعد وہ اس دور سے فارغ ہو جائیں تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بغیر غسل کے بھی پاک کیا ہوا ہے۔ نماز کے لئے نہیں، اپنے شوہروں کے لئے اور اگر دن کا وقفہ پورا نہیں ہوا اس سے کم کا ہوا ہے تو پھر اگر اس سے کم وقت میں فارغ ہو گئی ہیں تو بغیر غسل کے وہ اپنے شوہروں کے لئے پاک نہیں ہوں گی اور یہ اللہ تعالیٰ کے اس حکم کی کہ انکے

Marfat.com

پاس اس وقت تک نہ جاؤ جب تک کہ وہ پاک نہ ہو جائیں۔ یہ اس کی خلاف ورزی ہوگی۔ جو بلیڈنگ ہے وہ تین قسم سے ہو سکتی ہے۔ ایک تو جو پیریڈ میں ہوتی ہے، بچوں کی پیدائش کے موقع پر جو بلیڈنگ ہوتی ہے اس کا حکم وہی ہے جو حیض کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ "نفاس" اسے کہتے ہیں اردو میں۔

اس کے علاوہ اگر کسی رگ کے پھٹنے سے ہو بلیڈنگ تو اس کا حکم ہے کہ اس کا نہیں ہوتا۔ اسی طریقے سے "اباؤشن" میں اگر بچے کے ہاتھ پیر بن چکے ہیں۔ جسمانی شکل ہو گئی ہے تو اس پر وہی حکم ہوگا۔ جو کہ نفاس کا یا حیض کا ہوگا۔ لیکن اگر وہ انسانی شکل نہیں بنی ہے۔ خون کے لوتھڑے کی شکل میں ہے تو بلیڈنگ کو حیض کا حکم نہیں ہوگا۔

یہ تفصیل حضرت امام ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ نے فرمائی ہے: فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ..... أَمَرَكُمُ اللّٰهُ ط : شوہر اور بیوی کے تعلقات آپ کی اللہ تعالیٰ نے منکوحہ عورتیں اور کنیز جائز کی ہیں تو ان سے تعلقات اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق ہونا چاہیئے۔ جو فطری طریقہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے مقرر فرمایا ہے۔ اس طریقے سے ہونا چاہیئے اور اللہ تعالیٰ کے حکم کو یاد رکھنا چاہیئے۔

تو فَإِذَا تَطَهَّرْنَ فَأْتُوهُنَّ : جب وہ پاک ہو جائیں تو تم ان کے پاس جا سکتے ہو ان سے قربت حاصل کر سکتے ہو اور یہ امر وجوب نہیں ہے پاک ہو جاؤ تو ضروری جاؤ۔ اس میں بیماری اور ہر چیز کا خیال رکھنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

تو اللہ نے فرمایا کہ جب وہ پاک ہو جائیں تو تم اُن کے پاس جا سکتے ہو :

مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ : جیسے کہ اللہ نے اجازت دی ہے۔ یہ کُھلی اجازت نہیں ہے کہ جس طرح، جیسے چاہیں سلوک کریں۔ یہ اللہ کے قانون یعنی قانونِ فطرت کے مطابق ہونا چاہیئے۔ : اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ..... الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ : اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔ توّاب کثرت سے توبہ کرنے والے کو کہتے ہیں۔ : وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ○ اور پاکی کا خیال رکھنے والے حد سے زیادہ طہارت رکھنے والے۔ پاک رہنے والوں کو اللہ تعالیٰ پسند رکھتا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے دونوں کی پسندیدگی ظاہر کر دی۔ ان لوگوں سے کی جنھوں نے ان احکام کے آنے سے پہلے کوئی غلطی اسی طرح کی کر دی تھی۔ تو وہ اگر توبہ کر لیں تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرماتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ان کو بھی پسند فرماتا ہے ان سے بھی محبّت فرماتا ہے جو اللہ کے حکم کی پابندی کریں اور پاکیزگی کا خیال رکھیں۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص...... وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

یہ ۲۲۳ ویں آیت ہے۔ پچھلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے کچھ پابندیاں لگائی تھیں کہ اِن اِن حالات میں تمھارے لئے تمہاری بیوی بھی حرام ہو جاتی ہے۔ اَب جو غیر ضروری پابندیاں اللہ تعالیٰ کے دین کا یہ ایک مُسلّمہ اُصول ہے کہ جو پابندیاں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے نہیں لگائیں وہ خود ساختہ پابندیاں گناہ بھی جرم ہیں اور اس اصول کو مدِّ نظر رکھنا چاہیئے یہ دہائیوں کو دوسروں کو کہ جن چیزوں

کو اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا کہ عید میلاد النبی (صلی اللہ علیہ وسلم) نہ کرو، فاتحہ نہ پڑھو، قبر پہ جا کر ان کو کیوں منع کرتے ہو۔ جبکہ کلامِ پاک میں بار بار ان چیزوں کو جن کو یہودیوں نے بغیر کسی حکم یا بغیر کسی جواز کے اپنے اُوپر حرام کر لیا تھا اللہ نے فرمایا یہ غلط حکم ہے۔

تو اسی طرح سے انہی چیزوں میں یہودیوں کے کچھ طرزِ عمل تھے کہ اگر قربت کوئی خاص صُورت شکل میں ہو تو پھر جو بچے ہوں گے وہ عیب دار پیدا ہوں گے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جس طرح سے تمہارا کھیت ہوتا ہے اور غلہ پیدا کرتا ہے وہ پورے نباتات کی افزائش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت حوّا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کو عطا کی تھیں تا کہ حضرت آدم علیہ السلام کی نسل افزائش ہو۔ اور یہ بنی نوع انسان کا سلسلہ قیامت تک جاری ہے اس لئے کہ اُنہی اولادوں میں سے اولادِ صالح بھی ہوں گی، پیغمبر بھی ہوں گے، اولیاء اللہ بھی ہوں گے۔ تو عورتوں کا ایک بہت بُلند مقام ہے۔ وہ تمہاری کھیتیاں ہیں جس طرح کھیت میں تمہارے پھُول بھی اُگ سکتے ہیں، غلّے بھی اُگ سکتے ہیں اور کانٹے بھی اُگ سکتے ہیں تو تم ان کھیتیوں سے فلاح کی توقع رکھو۔ اولادِ صالح کی توقع رکھو اس کی خواہش رکھو پھر اس کے بعد تمہیں اختیار ہے کہ جو اللہ کا بتایا ہوا طریقہ ہے جو فطری طریقہ ہے جس طریقے تمہاری افزائشِ نسل ہو وہ طریقہ استعمال کرو۔

یہودیوں نصرانیوں اور دوسروں کی طرح سے جو پابندیاں ہیں وہ پابندیاں تم پر لاگو نہیں ہیں اور تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ آزادی دی ہے کہ تمہاری عورتیں،

Marfat.com

تمہاری بیویاں اور تمہاری کنیزیں، تمہاری کھیتیاں ہیں۔ اور تم ان سے اللہ کے بتائے ہوئے فطری طریقوں میں جس طریقے سے بھی چاہو تم اپنی زوجیت کے تقاضے پُورے کر سکتے ہو۔ پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ دیکھو جب تم اپنی جسمانی ضرورت پوری کرو تو اللہ کو نہ بھولو اپنی روحانی ضروریات کو بھی ملحوظِ خاطر رکھو۔ تو ایک طرف تو حکم یہ دے دیا کہ : نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ص : عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔ : فَأْتُوا حَرْثَكُمْ أَنَّىٰ شِئْتُمْ ز : بس تمہارے لئے جائز ہے کہ تم اپنی کھیتی جس طرح جی چاہے کرو، سنبھالو۔ : وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ط : لیکن اپنے لئے آخرت میں بھی کچھ بھیجتے رہو۔ یعنی اپنی جسمانی ضروریات پوری کرنے سے پہلے یا بعد میں اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو۔

اس کے لئے حدیث ہے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی کہ قربتِ زوجیت سے قبل مسلمانوں کو بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط پڑھنا چاہیئے۔ ورنہ مَردوں، عورتوں کے بیچ اس عمل میں شیطان شریک ہو جاتا ہے۔ اور اس سے پھر اولادِ صالح پیدا ہوتی ہے۔ تو : وَقَدِّمُوا لِأَنفُسِكُمْ ط : اپنی جانوں کے لئے کچھ آگے بھی بھیجو۔ اپنی آخرت کے لئے کچھ آگے بھی بھیجو۔ اور مسئلہ یہ بھی ہے کہ ان احکام کے متعلق کوئی خطا سرزد ہو گئی۔ نفس اور شیطان کے تحت تو آپ صدقہ دے دیں۔ اِس زمانے میں ایک دینار صدقہ مقرر فرمایا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنے رُوحانی تقاضے بھی پورے کرو۔ جسمانی تقاضے کے ساتھ اور آخرت کے لئے بھی کچھ بھیجتے رہو۔ کیوں؟ :

وَاتَّقُوْا : اور تقویٰ کرو اللہ کے احکام میں احتیاط کرو تاکہ تم سے کوئی ایسی حرکت نہ سرزد ہو جائے جو اللہ کے احکام کے خلاف ہو۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ : "مُلاقو" مُلاقات سے ہے

وَاعْلَمُوْٓا : تم جان جاؤ باخبر رہو۔ : اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ : کہ تمہیں آخر اسی اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے۔ تمہارے تمام اعمال کی پرسش اسکے سامنے ہوگی۔ لہٰذا تمہارے لئے زوجیت کے تعلقات پر کوئی پابندی نہیں ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو نہ بھولو تمہاری جسمانی ضروریات کے سامنے تمہاری روحانی ضروریات بھی ہیں۔ اس کی بھی تیاری کرتے رہو۔ اور اسی طریقے سے کرو اپنے مال اپنی عورتوں کے ساتھ اسی طرح کا برتاؤ کرو جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے جائز اور حلال کیا ہوا ہے : وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ○ : یہ بتانے کے بعد کہ اپنے لئے آخرت میں بھی کچھ بھیجو اور اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو ہر وقت یہ تصور کرو کہ ہمیں اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حاضر ہونا ہے۔ اگر تم ایسا کرو تو مومنین کے لئے بڑی ہی بشارت ہے۔ ان کیلئے اللہ تعالیٰ کے ہاں بہت ہی زیادہ انعامات ہیں۔ اور یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ عقیدے کی رُوح سے رُوحانی طور پر عورتیں پاک ہیں۔ اِس لئے کہ روحانی پاکیزگی ایمان کے ساتھ ہے۔ لہٰذا ان کے ساتھ بے عزتی والا سلوک نہ کرو۔ توہین آمیز سلوک نہ کرو جیسے کہ یہودی کرتے تھے ان کی عزت و احترام اِن کے ساتھ برتاؤ سارے کرو۔ صرف تمہارے ازدواجی تعلقات پر وقتی پابندی ہے۔

Marfat.com

یہاں آپ نے دیکھا ہو گا کہ جو تین سوالات تھے : وَيَسْـَٔلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ : دوسرا جو ہے : وَيَسْـَٔلُونَكَ عَنِ الْمَحِيضِ ۖ یہ سارے جو تین اور اس سے پہلے ایک سوال تھا۔ اس میں واؤ ہے۔ واؤ معنی اور ابھی تک ۶ سوالات ہو چکے ہیں پچھلے تین سوالات جو تھے۔ وہ الگ الگ تھے لیکن مال کے متعلق، یتامیٰ کے متعلق اور حیض کے متعلق یہ تینوں سوالات بہ یک وقت کئے گئے تھے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے یہ پوچھتے ہیں اور تم سے یہ پوچھتے ہیں تو تینوں جگہ يَسْـَٔلُونَكَ سے پہلے "وَ" ہے۔ جہاں یتامیٰ کا ذکر ہے تو ان کے مال کے ساتھ کس طرح کیا جائے، جہاں انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہے اور جہاں اپنی جائز اور حلال عورتوں کا ذکر ہے ان تینوں جگہ اللہ تعالیٰ نے وَيَسْـَٔلُونَكَ فرمایا ہے اس لئے کہ اس سے پہلے جو تین سوال تھے وہ مختلف وقتوں میں ہوئے تھے اور یہ ایک وقت میں ہوئے۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کا طور طریقہ کو ہمارے لئے جائز نہیں فرمایا کہ وہ عورتوں کو چھوتے نہیں تھے وہ انہیں اچھوت سمجھتے تھے۔ اس زمانے میں الگ کر دیتے تھے بات چیت نہیں کرتے تھے۔

ان آیات سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ کلام پاک کا معجزہ یہ ہے کہ انتہائی نازک معاملات بھی جو شوہر اور بیوی کے تعلقات سے متعلق ہیں وہ بھی اللہ تعالیٰ نے انتہائی مہذب الفاظ میں اس طرح بیان فرمایا ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کی ان آیات کو اپنی بیٹیوں بچیوں بھائی بہنوں

Marfat.com

سب کے سامنے تلاوت کر سکتے ہو نماز میں کلام پاک کی تو ہر آیت کی تلاوت ہو سکتی ہے نماز میں اس کو پڑھ سکتے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کا ایک وہ مضمون جس کو کفار یہودی اور نصاریٰ اور عرب کے جُہلاء فحش طریقے سے برتتے تھے اللہ تعالیٰ نے ہمیں بتا دیا کہ ان چیزوں کو تم کس طریقے سے مہذب طریقے سے کر سکتے ہو۔ دوسری بات یہ کہ جہاں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ: .... نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ ...... لِاَنْفُسِكُمْ ط ایک، طرف تو اللہ تعالیٰ نے جسمانی ضروریات میں غیر ضروری پابندیوں کو ختم کر دیا اور اس کا ذکر فرمایا لیکن ساتھ ساتھ آپ کو روحانی تقاضوں کا پورا کرنے کی بھی ہدایت فرمائی۔ تو پتہ یہ لگا کہ جب انسان کی اصلاح مدِّ نظر ہو۔ اس کو آپ وعظ و نصیحت کر رہے ہوں۔ تو جب دنیاوی چیزوں کے متعلق آپ اس کو نصیحت کریں تو ساتھ آخرت کی باتوں کی بھی نصیحت کریں۔

اگر آپ بچّے کو سمجھا رہے ہیں کہ کس طرح پڑھو لکھو۔ پیسہ کماؤ تو ساتھ ساتھ یہ بھی بتائیں کہ پیسے کے خرچ کرنے میں پیسے کے کمانے میں اللہ تعالیٰ کے کیا احکامات ہیں اور آخرت کس طرح درست ہوتی ہے۔ دنیاوی معاملات کو درست رکھنے میں تو وعظ میں دنیاوی باتیں بتاتے وقت آخرت کی باتیں بھی بتانا ضروری ہیں۔ تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ O: ذکر جو ہے وہ شوہر اور بیوی کے تعلقات کا ہے اور اس کے بعد ساتھ خوشخبری کی بھی ہے اس سے پتہ لگا کہ مومن کا ہر کام عبادت ہے۔ اگر جس طریقے سے

Marfat.com

کنواں بنا دینا ایک صدقہ جاریہ ہے اور جس طرح دین کی ایک کتاب لکھ دینا صدقۂ جاریہ ہے۔ جتنے لوگ پڑھیں گے اس کا ثواب آپ کو ملے گا اسی طرح سے اولادِ صالح کو پیدا کرنا اور اس کی پرورش کرنا ایک صدقۂ جاریہ ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے کہ جو لوگ نیکی کی نیت سے اپنے شوہر اور بیوی کے تعلقات رکھتے ہیں۔ اولادِ صالح پیدا کرنے کے لئے وہ بھی اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں عبادت کا عمل ہے۔ اسی لئے حدیث شریف میں ہے کہ: بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ط : پڑھ لیا کرو۔ تو دوسری بات یہ ہوتی کہ صحبتِ زوجیت اگر صالح اولاد کی نیت سے ہو تو عبادت ہے۔

دوسری بات یہ کہ اگر سکونِ قلب کے لئے ہو کہ آپ نے اپنی جسمانی ضرورت پوری کرلی۔ اب اس کے بعد اطمینان سے عبادت کریں گے تہجد کیلئے اٹھیں گے۔ تو یہ بھی ایک کارِ ثواب ہے۔ تو جو کام بھی ہو اس کی نیت یہ اگر رکھیں کہ یہ اللہ کی رضا کے لئے کر رہے ہیں۔ اس کے بتائے ہوئے طریقوں سے کر رہے ہیں چاہے وہ دنیاوی ہو چاہے آخرت کی ہو وہ مومن کے لئے عین عبادت ہے۔ اس سے ایک اصول اور جو یہ آیتِ مبارکہ تھی۔ : نِسَآؤُکُمۡ حَرۡثٌ لَّکُمۡ ص ..... شِئۡتُمۡ : اس سے پتہ لگا کہ جس چیز پر شریعت نے پابندی نہیں لگائی اِس پر پابندی لگانا جرم ہے۔ غیر شرعی پابندی ہمیں نہیں لگانی چاہیئے۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ شوہر کے لئے اللہ تعالیٰ نے صحبتِ فطری حلال کی ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کی فہم کی آسانی کے لئے عورتوں کو کھیتی قرار

Marfat.com

دیا ہے۔ چھٹا اُصول یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ : وَقَدِّمُوا لِاَنفُسِکُمْ : اور اس کی تفسیر یہ ہے کہ : بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ : پڑھنا چاہیئے۔

تو بنیادی اصول یہ ہے کہ جس چیز کو اللہ تعالیٰ نے منع نہیں فرمایا جس کو اللہ تعالیٰ نے جائز کیا۔ ہو تمہارے لئے اس میں کسی وقت کی پابندی ہے یا کسی سمت کی پابندی ہے یا کسی حالت کی پابندی ہے کہ اس حالت میں کر سکتے ہو۔ وہ ہم نے تم یہ کوئی پابندی نہیں لگائی تمہارے لئے پوری آزادی ہے ہاں یہ عمل تمہارا فطری ہونا چاہیئے۔ اگر تم کھیتی کھیت میں کر سکتے ہو۔ پہاڑ پر نہیں کر سکتے۔ یہاں کچھ نہیں اُگتا پتھر پہ نہیں کر سکتے اور دوسری بات یہ ہے کہ جو وقت اس کے لئے مناسب نہیں ہے اس میں نہیں کر سکتے وہ وقت جس میں تم بھی تکلیف میں پڑ سکتے ہو اور وہ تو تکلیف کے دور میں ہیں ہی وہ تمہارے لئے حرام کر دیا گیا۔ تو اس کا مطلب یہ ہے کہ اب اللہ کی طرف سے جو پابندیاں ہیں اس پر سختی سے کاربند رہیں اور یہ یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے۔

اس سلسلے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا بیان ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت تھی کہ اس دور کے بعد جب پاکی کا وقت آجائے تو عورتوں کو مشک لگانا چاہیئے تاکہ اس کے اثرات ختم ہو جائیں یا خوشبو لگانا چاہیئے اس لئے کہ یہ ایک عارضہ ہے۔ تو جو چیز آپ کے جسم میں نہیں رہ سکتی۔ جیسے خون ہے یا قضائے حاجت میں پیشاب یا پاخانہ ہے یہ سب اللہ تعالیٰ

نے ناپاک کر دی ہیں جو آپ کے جسم میں نکل گیا جب تک پیٹ میں ہے آپ
اس کے ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں۔ جب تک بطن میں ہے وہ خون آپ اس کے
ساتھ نماز پڑھ سکتے ہیں جب آپ کے بطن سے نکلنا شروع ہو گیا تو وہ ناجائز
ہو گیا اسی طرح سے ہماری انگلیوں سے خون نکل گیا تو اس سے وضو کرنا پڑتا ہے
خون نکل جائے تو وضو ٹوٹ جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے جسم کے اندر ایک پردہ
بنایا ہے جس کے اندر جو کچھ ہے وہ حلال ہے۔ جسم سے کوئی چیز نکلنا شروع
ہو جائے وہ حرام ہے۔ اور اس حرام و حلال کا خیال رکھنا ہم پر ضروری ہے۔

ہندو ہیں یا عیسائی ہیں یا دوسرے ہیں وہ اس بات پہ اعتراض کرتے
ہیں کہ کلام پاک میں جو اس طرح کے مسائل کا بھی ذکر ہے یہ اچھی بات نہیں ہے۔
تو انسان کو کون سکھائے گا کہ کون سی بات اس کے لئے فائدے مند ہے کون
سی نقصان دہ ہے۔ بے شک اللہ تعالیٰ ہی بتائے گا۔ جس کو سارا علم ہے کہ تمہارے
لئے یہ چیز فائدے مند ہے یہ نقصان دہ ہے اور اللہ تعالیٰ نے تو انتہائی شائستہ
اور مہذب الفاظ میں اس کا ذکر کیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ ہم صحابہ کرام رضی اللہ عنہما
سے زیادہ پاک اور بزرگ نہیں ہیں وہ تو ان مسئلوں پہ بلا کسی جھجک سرکار دوعالم
صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھ لیتے تھے اس لئے کہ اگر کسی چیز پر شبہ ہو گیا تو اس شبہ کو ختم
نہ کرنا تھا۔ اس لئے وہ پوچھ کر ہدایت حاصل کرتے۔

اگر میاں بیوی کے تعلقات فطرت کا حصہ ہیں تو اللہ تعالیٰ نے اس
کے متعلق احکام بتا دیئے یہ عین اسلام ہے۔ حلال چیزیں بعض حالات میں حرام

Marfat.com

ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ کن حالات میں حرام ہیں۔ اور اگر کسی اور نے اللہ تعالیٰ کے علاوہ حلال چیز یں حلال عمل کو حرام کیا ہے تو اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ وہ غلط ہے۔ جو میں نے تمہیں آزادی دی وہ تمہاری برقرار ہے۔

مَیں نے شروع ہی میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ پاک کے بارے میں کچھ کیسٹیں ریکارڈ کرائی تھیں جن میں ہم نے ان کی کافی خبر گیری کی ہے اہلحدیث کی اور دیوبندیوں کی کہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم ان سے کہہ دو کہ میں تمہارے جیسا ہوں۔ تو پورے کلام میں اللہ تعالیٰ نے خود کہیں اپنی زبان سے یہ نہیں فرمایا کہ میرے رسول جو ہیں وہ انسان ہیں۔ بشر ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا کہ آپ ان سے کہہ دیں۔ تاکہ صحابہ کرام کو حوصلہ ہو کہ دیکھو میں تم ہی جیسا ہوں۔ تمہاری طرح سے کھاتا ہوں پیتا ہوں، سوتا ہوں، بیوی، بچے ہیں۔ اس کے باوجود بھی اللہ تعالیٰ کے احکام پر عمل کرتا ہوں تو لہٰذا تم بھی کر سکتے ہو۔ اور اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ وہ انسان ہیں بشر ہیں عام انسانوں کی طرح۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو وہ علم عطا فرمایا جو کسی دوسرے انسان کو نہیں دیا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں تمام انسانوں سے زیادہ عظمت دی ہے۔ اور سارے انبیاء سے زیادہ عظمت آپکو دی ہے۔

ایسی صورت میں بھلا کیسے کہہ سکتے ہیں کہ وہ عام بشر ہیں۔ بشر سے تو اولیاء اللہ کہیں زیادہ بلند ہستی ہیں۔ اولیاء اللہ سے کہیں زیادہ ہستی انبیاء علیہم السلام ہیں۔ اور انبیاء علیہم السلام سے کہیں زیادہ بلند ہستی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ کس بشر کو قاب قوسین او ادنیٰ کا مقام حاصل ہے؟ کس بشر کو یہ مقام حاصل

Marfat.com

ہے کہ : وَمَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ۝ : کس بشر کو ہے؟ ہم سب

تو وہی بات کرتے ہیں۔ جو ہمارے جی میں آتا ہے۔ لیکن سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم

کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ اپنے جی سے کوئی بات نہیں کرتے، وہ

وہی بات کرتے ہیں۔ جس کی میں وحی نازل کرتا ہوں۔ تو ان کی ہر بات وحیٔ خدا

ہے۔ ہماری بشر کی بات تو وحیٔ خدا نہیں ہے۔ بشر کے لئے صرف تلاوتِ کلامِ

پاک، وحیٔ خدا ہے۔

وہاں تو یہ عالم ہے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام تو الگ ہے صحابہ کرام کا یہ مقام

ہے کہ وہ تیرہ سوالات جو انہوں نے پوچھے وہ تیرہ سوالات کلامِ پاک کا حصہ بن

گئے۔ ان کا جواب شریعت بن گئی۔ تو عام بشر تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے غلاموں کا مقابلہ

نہیں کر سکتے۔ کس بشر کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ وہ حکمت کسی دوسرے بشر کو سکھا

دے جو حکمت کلام پاک کے پڑھنے سے بھی حاصل نہیں ہوتی۔ اللہ تعالیٰ نے تو آپ

کے متعلق فرمایا ہے : وَیُعَلِّمُهُمُ الۡکِتٰبَ وَالۡحِکۡمَةَ : کہ

وہ آپ کو کتاب بھی سکھاتے ہیں اور حکمت بھی سکھاتے ہیں اور وَیُزَکِّیۡهِمۡ :

اور ان کو یہ اعزاز حاصل ہے۔ کہ جو انکی صحبت اور قربت میں رہتا ہے۔ اسکا

قلب و روح پاک و صاف ہو جاتے ہیں۔ تو یہ مرتبہ کہاں کس بشر کو حاصل ہے؟

؎ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

تو جب نگاہ کا آمنا سامنا ہوا، تو جو قتل کیلئے آئے تھے وہ ہمیشہ

کے لئے غلام بن گئے اور ان کے جب غلام بنے تو ساری دنیا میں ایک مثال

Marfat.com

بن گئے تو یہ حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ہیں۔ پہلا سبق منظم طریقے سے دیا گیا ہے وہ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے دورِ حکمرانی کا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے آپکو دین میں اتنا شعور عطا فرمایا تھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ لَا نَبِیَّ بَعْدِیْ : لیکن اگر کوئی نبی ہوتا تو وہ عمر ہوتے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اتنی شجاعت عطا فرمائی تھی کہ جس دن انہوں نے اسلام قبول کیا تو فرمایا کہ اب ہم چھپ کے نماز نہیں پڑھیں گے۔ اب اذان ہوگی اور ہم سرِ عام نماز پڑھیں گے دیکھیں گے ہمیں کون روکتا ہے؟

حضرت بلال حبشی رضی اللہ عنہ مدینہ منورہ میں خانہ کعبہ کی طرف منہ کر کے اذان دیا کرتے تھے جب فتح مکہ ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے کہا کہ خانہ کعبہ کی چھت پر کھڑے ہو کے اذان دو۔ تو آپ نے فرمایا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم آپ پر میری جان و مال قربان ہو! آپ پہ لاکھوں درود و سلام اگر میں نیچے اذان دیتا تو خانہ کعبہ کی طرف اذان دیتا جیسے میں مدینہ منورہ میں دیتا۔ آپ نے خانہ کعبہ کی چھت پہ مجھے کھڑا کر دیا ہے اب میں کس طرف منہ کروں؟ آپ نے فرمایا کہ میری مسجد کی طرف منہ کر لو۔ اسی لئے کہتے ہیں کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا روضۂ پاک کا جو حجرہ شریف ہے وہ کعبے کا کعبہ ہے۔

وآخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

Marfat.com

سُورَۃُ بقرہ پارہ سیقول

آیت نمبر ۲۲۴ تا ۲۲۵

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَا رَسُوۡلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہ

وَلَا تَجۡعَلُوا اللّٰہَ عُرۡضَۃً لِّاَیۡمَانِکُمۡ
اَنۡ تَبَرُّوۡا وَتَتَّقُوۡا وَتُصۡلِحُوۡا بَیۡنَ
النَّاسِ ؕ وَاللّٰہُ سَمِیۡعٌ عَلِیۡمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا
یُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغۡوِ فِیۡۤ اَیۡمَانِکُمۡ
وَلٰکِنۡ یُّؤَاخِذُکُمۡ بِمَا کَسَبَتۡ قُلُوۡبُکُمۡ ؕ
وَاللّٰہُ غَفُوۡرٌ حَلِیۡمٌ ﴿۲۲۵﴾

"اور اللہ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بنا لو۔ کہ احسان اور پرہیزگاری اور لوگوں میں صُلح کرنے کی قسم کر لو۔ اور

Marfat.com

اللہ سُنتا جانتا ہے ○ اللہ تمہیں نہیں پکڑتا اُن
قسموں میں جو بے ارادہ زبان سے نکل جائے ہاں اِس پر
گرفت فرماتا ہے جو کام تمہارے دِلوں نے کئے اور اللہ
بخشنے وَالا، حِلم وَالا ہے۔○

میں نے اس وقت سورہ بقرہ کی ۲۲۴ سے لیکر ۲۲۵ آیات تلاوت کی ہیں۔ پہلی دو آیات جو ہیں۔ وہ ان عورتوں کے متعلق ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ہمارے لئے حلال فرمایا۔ اور اس میں اللہ تعالیٰ نے دو باتیں ہمیں سکھائیں۔ ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کے لئے جو کام جائز اور حلال فرمایا ہے وہ بھی بعض حالات میں آپ کے لئے منع اور حرام ہے اور اس میں اللہ تعالیٰ نے آپ کو سکھایا ہے کہ ایک دوسرے کی تکلیف کا خیال رکھیں اور جس چیز کی بھی ہم نے آپ کو اجازت دی ہے چاہے رزق ہو، جائیداد ہو یا آپکی عورتیں ہوں ہر چیز میں پاکیزگی اور طہارت کا خیال رکھیں یہ بھی اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو پابندیاں خود سَاختہ ہیں جو کفار اور جُہلاء نے مشہور کر رکھی ہیں۔ تم ان پابندیوں سے آزاد ہو۔ تم پر صرف اِن پابندیوں کا اِطلاق ہو گا جو میری طرف سے ہیں۔

اِس میں ایک اور بھی سبق اللہ تعالیٰ نے ہمیں سکھایا ہے وہ یہ ہے کہ اگر دُنیا صِرف دُنیا کے لئے وصُول کرو گے تو وہ تمہارے لئے عذاب بن جاتی ہے وہ تمہارے لئے بے سُود ہے۔ صِفر ہے۔ جب دنیا کے ساتھ آخرت کو شامل

Marfat.com

کرلو گے تو تمہارے لئے وہ ثواب بن جاتی ہے۔ تمہارے لئے وہ خیر و برکت بن جاتی ہے۔ اس لئے جب تم میری دی ہوئی نعمتوں سے چاہے وہ تمہارا رزق ہو، چاہے تمہاری دولت ہو، یا پھل ہوں، چاہے بیوی بچے اولاد ہوں۔ کہ ان سے استفادہ کرو تو ساتھ ساتھ اس کو آخرت کے ساتھ ملالو اور کچھ آخرت کیلئے میرے پاس بھی بھیجو۔ دنیا صفر ہے۔ وہ دنیا اگر خالی رہے گی تو صفر ہی رہے گی۔ آخرت، ہندسے ہیں۔ ایک سے لے کر ۹ تک۔ اس صفر کے ساتھ جب ایک سے ۹ تک ملاؤ گے تو ۱۰ گنا اور ۹۰ گنا ہو جائے گا۔ قیمت بڑھتی چلی جائے گی۔ لیکن صفر جو ہے ۱۰ لاکھ بھی کرو تو صفر ہی رہے گا۔ لیکن ایک صفر کے ساتھ ایک بھی ملالو تو وہ بڑھ جاتا ہے۔

تو دنیا اور آخرت کا یہ رشتہ ہے کہ دنیاوی آسانیاں آسائشیں اور لذتیں اور نعمتوں سے استفادہ کرو اللہ تعالیٰ کو بھی یاد کرو۔ اس کی تسبیح و تہلیل کرو، اسکا شکر ادا کرو۔ اب اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے عائد کردہ پابندیوں کا ذکر ہے، کچھ جو ہے پابندیوں کو خود اپنے اوپر ڈال لیتے ہیں۔ قسمیں کھا کر بعض لوگ غصے میں جہالت میں یا کسی اور وجہ سے جذبات میں آکر قسم کھا لیتے ہیں کہ تم نے فلاں کام کیا تو تو کل سے تم میری ماں برابر ہو گی۔ تو اللہ تعالیٰ نے وہ جو اختیاری اور خود ساختہ پابندیاں ہیں اس کے متعلق انتباہ فرمایا ہے کہ ایسا نہ کرو۔ اللہ کا نام غلط کاموں اور ناجائز پابندیوں کے لئے استعمال نہ کرو۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بیوی کو ایک بہترین نعمت

Marfat.com

کے طور پر اپنے بندوں کو عطا فرمایا ہے۔ اس لئے کہ وہ ایمان کی ڈھال ہے انکے ساتھ رشتے، ان کے ساتھ تعلقات آپ کو برائیوں سے روکتی ہیں۔ اس کی ترغیب سے روکتی ہیں۔ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارکہ ہے: اللہ تعالیٰ نے فرمادیا: آپ میں اور بیوی میں کوئی پردہ نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی پابندی نہیں ہے: ھن لباس لکم و انتم لباس لھن : وہ آپکی لباس وہ آپ کی پردہ داریاں ہیں اور آپ ان کے پردہ دار ہیں۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ بیوی دنیا کی بہترین متاع اور ایمان کی ڈھال ہے۔ شرط یہ ہے کہ وہ صالحہ ہو۔ خود نیک ہو اور آپ کو نیکی کی طرف راغب کرے۔ اِس پر قائم رہے لیکن بیوی کو اللہ تعالیٰ نے آپکی کھیتی قرار دیا ہے۔

جس طرح سے اپنی اپنی کھیتی کو گرمی سردی کے موسم کی سختیوں سے بچاتے ہیں۔ ماحول کی سختیوں سے بچاتے ہیں اسی طرح سے اپنی بیویوں کو، اپنی کنیزوں کو نظرِ بد سے بچانا آپ پر لازم ہے۔ سورۂ رحمٰن میں اللہ تعالیٰ نے اس عورت کی تعریف کی جو انعام میں آپ کو جنّت میں ملے گی تو اسکی دو صفتیں بتائیں: ایک تو: حُوْرٌ مَّقْصُوْرٰتٌ فِی الْخِیَامِ ﴿۷۲﴾ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ لَمْ یَطْمِثْهُنَّ : وہ پاک حُوریں خیموں میں ہونگی اور ان کی نگاہیں نیچی ہوں گی۔ تو یہ ہے بہترین عورت کا نمونہ جو اللہ تعالیٰ نے ظاہر کیا۔ لٰہذا صالحہ عورت وہ ہے جو اپنے اعمال سے اپنے طور طریقے سے اپنی شرم و حیا کو قائم رکھے۔

Marfat.com

پر اس میں کچھ طریقت کے بھی رموز ہیں ان آیات میں دُنیا والے جو اہلِ علم ہیں وہ کچھ اور مطلب لیں گے اور جو اہلِ دِل ہیں کچھ اور مطلب لیں گے۔ مسلمان تین قسم کے ہوتے ہیں۔ایک تو عام ایک خاص اور ایک خاص الخاص۔ عام مسلمان تو روزے نماز اپنے فرائض ادا کرتے ہیں۔نواہی سے بچتے ہیں اور اُوامر ادا کرتے ہیں۔لیکن حقیقت سے نا آشنا ہیں،عمل کرتے ہیں اس لئے کہ اس کی تاکید کی گئی ہے۔بُرائی سے بچتے ہیں،اس کو منع کیا گیا ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کی حقیقت سے اس کی توحید سے نا آشنا ہیں۔اس کی ذات سے نا آشنا ہیں،اِنکو نہ عرفان ہے نہ حقیقت کا علم۔

اور جو خاص لوگ ہیں وہ کعبۂ توحید میں پہنچے ہُوتے ہوتے ہیں۔وہ اللہ کے گھر میں رہتے ہیں۔جہاں اللہ کے علاوہ اور کوئی نہیں۔اور وہ مخلوق سے علیحدہ ہوتے ہیں۔وہ عام لوگوں جیسے نہیں ہوتے اور جو خاص الخاص لوگ ہیں وہ کعبۂ حقیقت سے بُلند ہو کر اللہ تعالیٰ کے حکم سے اللہ تعالیٰ کے نائب بنکر سارے عالم پر حکمرانی کرتے ہیں۔جو عام مسلمان ہے اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا ہوا ہے کہ یہ عورتیں تمہاری کھیتیاں ہیں۔تم ان سے جس طرح سے چاہو اللہ کے فرمان کے مطابق اپنے تعلقاتِ اَزدواجی کو قائم رکھو۔اور جو خاص الخاص ہیں وہ کہتے ہیں میں نے دنیا تمہارے حوالے کردی عالم تمہارے حوالے کر دیا اور اب یہ تمہاری ملکیت ہے۔یہ سارا عالم ساری کائنات جس طریقے سے تم چاہو اسے برتو۔میری رضا کے لئے۔

تو انھوں نے اپنی تمنا تو ختم کر دی۔ اپنا دِل مُراد سے خالی کر لیا۔ اَب انکی تمنا ان کی خواہش "امرِ الٰہی" ہے۔ اس وجہ سے ان کو اللہ تعالیٰ نے دنیا ان کے اختیار میں دے دی کہ تم اس کے مالک ہو یہ تمہاری کھیتی ہے تم جس طرح چاہو دین دُنیا کا آخرت کا فائدہ لو۔ جس طرح جی چاہے اِس کو برتو۔ تمہارا حکم دنیا پر چلے گا اور تم میرے نائب ہو۔ اسی لئے جب حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ، فرماتے : قُمْ بِاذْنِیْ: تو مُردہ زندہ ہو جاتے تھے اس لئے کہ کائنات زندگی موت رُوح سَب اِن کے قبضے میں اللہ تعالیٰ نے دے دی ہے۔ ساری کائنات کو ان کی ملکیت بنا دیا ہے ہے۔ اور یہی لوگ مَردانِ حق ہیں۔ اللہ کے نزدیک وہی مَرد ہیں۔ اور سارا جہان ان کے لئے عورت کی طرح ہے۔ یعنی اِن کا محکوم ہے۔

نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ..... اَنّٰى شِئْتُمْ : عام لوگوں کے لئے اِس کا کچھ اور مطلب ہے۔ لیکن خاص الخاص کے لئے اِس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دنیا تمہارے تابع ہو گئی۔ مردانِ حق کے لئے سارا جہان عورت کی طرح ان کے تصرف میں ہے۔ وہ جس طرح چاہیں اس پر عمل درآمد کریں۔ کبھی بادشاہوں کی بادشاہت ان کے جلال سے ختم ہو جاتی ہے۔ اور کبھی فقیر کو، مزدور کو، بہشتی کو، بادشاہ بنا دیتا ہے۔ تو ان سے کہا جا رہا ہے کہ تم جس طرح سے دنیا میں ہو۔ کیوں اللہ تعالیٰ انہیں اتنا اعزاز عطا فرما رہا ہے۔ اس لئے کہ وہ اپنا ارادہ ختم کر چکے ہیں۔ اپنا ارادہ ارادۂ الٰہی میں فنا کر چکے ہیں ان کا ہر فعل حقیقتاً اَمرِ ربی ہے۔

اور جب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وَاتَّقُوا اللّٰہَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّکُمْ مُّلٰقُوْہُ ط : تو اُن ہی سے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ تم مقربینِ بارگاہ ہو۔ تم میری حضوری میں رہتے ہو۔ لہٰذا تقویٰ کرو اس لئے کہ تمہیں مجھ سے ملنا ہوتا ہے تقویٰ کرو گے تبھی اس منصب پر فائز ہو گے کہ عالم تمہارے اَمر کے تحت ہو۔ تو ان سے خطاب ہے کہ اللہ سے ڈرو کیونکہ تم حاضرینِ بارگاہ ہو۔ تم ہی اللہ سے ملنے والے ہو۔ اور تم جاؤ میری مخلوق میں بھی اپنی راہ دکھا دو۔ جیسے کہ ہمارے آقا و مولا ہمارے مرشدِ قطبِ العالم غوثِ زمان شاہِ افضل سرکار کو اللہ تعالیٰ نے درجات اور قربت عطا فرمائی سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی قربت عطا فرمائی۔ فرماتے تھے کہ میری دو اُنگلیوں کے درمیان میں ساری کائنات ہے۔ لیکن وہ ہم جیسے گنہ گاروں کو بھی اپنی صحبت سے فیضیاب فرماتے تھے۔ اور ہمیں بھی اپنی راہ دکھاتے تھے۔ تاکہ ہم بھی اس راستے پر چل کے عام سے خاص ہو جائیں۔ اور اللہ کا فضل و کرم ہو تو خاص الخاص ہو جائیں۔

ہم سے وہ پیغام دیتے ہیں کہ اللہ اور بندے کے درمیان تو کوئی حجاب ہی نہیں۔ اگر موسم اچھا ہو، فضا اچھی ہو تو اس کھڑکی سے مَری تک نظر آتا ہے اور جب موسم غبار آلود ہو آنکھوں میں دُھول آئی ہوئی ہو تو پھر یہ نالے تک بھی نظر نہیں آتا۔ وہ لوگ کہتے ہیں کہ اے عام لوگو! ایمان تو تمہارے پاس ہے ہی۔ ایمان کے ساتھ عشق شامل کر لو اور عشق کے پانی سے اپنے غُبار دھو ڈالو جب بارشِ رحمت ہوتی ہے تو فضا صاف ہو جاتی ہے۔ تو رب کے اور بندے کے درمیان تو حجاب نہیں ہے۔ حجاب اس غُبار کا ہے جس کو اہلِ دنیا نے دنیا سے اٹھا دیا ہے۔ ہم

Marfat.com

اپنی ذات سے اس غبار کو دھو ڈالیں۔ غبار دُور ہو جائے گا اور ہماری آنکھوں میں قربِ الٰہی اور ہماری نگاہوں میں رب ہی رب ہو گا۔

اور ایک نصیحت یہ تھی کہ : وقدموا لانفسکم : جیسا کہ میں نے عرض کیا۔ کہ دنیا فقط صفر ہے اور جب تک دنیا کو آخرت سے مخلوط نہیں کرو گے صفر ہی میں اٹکے رہو گے۔ اگر تم اپنی قدر بڑھانا چاہتے ہو رب کے حضور میں تو دنیا کے ساتھ آخرت کا بھی دھیان رکھو دنیا برتنے کے ساتھ ساتھ آخرت کے لئے بھی کچھ بھیجتے رہو۔ اپنے رب کے پاس۔

اَب میں نے ان تین آیات کا ۲۲۳، اور ۲۲۴، اور ۲۲۵ تک کی تفسیر اور تعلق عرض کیا تھا کہ پچھلی آیت میں عورتوں کی حرمت کا ذکر تھا کون آپ کے لئے حرام ہے کون حلال اور کن حالات میں حرام ہو جاتی ہیں اور پھر بے جواز پابندیوں کا ذکر تھا۔ اَب اللہ تعالیٰ نے اسی تسلسل میں جو خود ساختہ پابندیاں ہوتی ہیں یا حلال چیز کو رد کرنے کیلئے یا نیک کام کو رد کرنے کے لئے اس کے متعلق عرض کیا ہے جس طریقے سے ازدواجی قربت کے متعلق غلط باتیں یہودیوں اور مشرکینِ مکہ میں عرب میں مشہور تھیں اسی طریقے سے یہ بھی بات مشہور تھی کہ قسم کے ذریعے سے اگر کوئی اپنے اوپر پابندی لگا دے کہ اپنی بیوی کو ماں یا بہن کہہ دے تو نکاح ختم ہو جاتا ہے طلاق ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ نے اس کی بھی تردید فرمائی ہے۔

اس کا شانِ نزول جو ہے دو واقعات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا :

ولا تجعلوا اللہ عرضۃ لایمانکم..... الناس : ولا تجعلوا

جعل کا مطلب بنانا۔ تم نہ بناؤ عُرضہ نشانہ: عرض کہتے ہیں رکاوٹ کو۔ اعتراض کوئی بیان دے رہا ہے آپ نے اعتراض کر دیا۔ سوال کو اعتراض کہتے ہیں۔ تو رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔ تو عرض کا مطلب ہے رکاوٹ عُرضہ کا مطلب ہے رکاوٹ۔ یا نشانہ۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کو نشانہ نہ بناؤ۔ : **لایمانکم** : اپنی قسموں کو۔ ایمان جو ہے یمین کی جمع ہے یمین کا مطلب ہے داھنا۔ عرب جب قسم کھاتے ہیں تو داھنا ہاتھ ملاتے تھے۔ دوسرے یہ کہ داھنا ہاتھ بائیں ہاتھ سے مضبوط ہوتا ہے۔ یہ مضبوطی کی نشانی ہے۔

تو قسم سے کیا ہوتا ہے۔ آپ اپنی بات کو مستحکم کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ لوگ کہہ دیتے ہیں۔ واللہ میں نے اسے دیکھا ہے یا یہ کہتے ہیں کہ مجھے میرے باپ کی قسم جو میں ایسا کروں۔ ایسا کر کے یا تو وہ اپنے ارادے کو استحکام دیتے ہیں۔ کسی کام کے کرنے نہ کرنے کا یا اپنے کسی بیان کی تصدیق کرتے ہیں تو اس وجہ سے زمین کو قسم کہتے ہیں تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اپنی قسموں کے لئے اللہ تعالیٰ کو نشان نہ بناؤ ہر چیز میں اللہ تعالیٰ کی قسم کھا رہے ہیں۔ اس کے نقصانات ہوتے ہیں بار بار قسم میں اللہ تعالیٰ کا نام لیں تو اللہ تعالیٰ کا خوف اور ہیبت اُس کے دل سے جاتا رہتا ہے۔ اور ہیبتِ الٰہی ایمان کا ایک حصہ ہے۔ دوسری بات یہ کہ بار بار قسم کھانے سے انسان ناقابلِ اعتبار ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : **ولا تجعلوا اللّٰه عرضة لایمانکم** : اللہ تعالیٰ کو اپنی قسموں کا نشانہ نہ بناؤ۔ ہر وقت اللہ تعالیٰ کا نام لے کر اپنے کسی کام کے کرنے نہ کرنے کی تصدیق کرتے ہیں یہ بات غلط ہے اور یہ

قسمیں تم کھاتے ہو کس لئے؟ : ان تبروا و تتقوا : تم ایسا نہ کرو تاکہ تم لوگوں کے ساتھ نیکی کرو "بر" کے معنی نیکیاں اور "تتقوا" اور تقویٰ کرو۔

"وتصلحوا بین الناس" اور لوگوں کے درمیان میں صلح کرو۔

آپ کہتے ہیں میں قسم کھاتا ہوں میں تمہارے معاملات میں نہیں پڑونگا اس کا مطلب کیا ہے کہ آپ قسم کھا رہے ہیں کہ ان کی صلح نہیں کرائیں گے۔ جبکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مومنین کے درمیان کوئی مسئلہ ہو تو تم صلح کرا دو۔ تقویٰ کیا ہے؟ "بر"، کا مطلب ہے بھلائی نیکی۔ اور "تقویٰ" برائی سے بچنا ہے۔ لیکن جب نیکی "بِر"، وہ اللہ کے ڈر سے کی جائے تو وہ تقویٰ بن جاتی ہے۔ جس میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اسکا خوف اور اسکی ہیبت شامل ہو۔ جس نیکی میں وہ صرف نیکی نہیں رہتی بلکہ نیکی اور تقویٰ دونوں بن جاتی ہے۔

یہ آیت جو نازل ہوئی اس کا سبب دو واقعات ہیں:

ایک صحابی تھے حضرت عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ ان کی بہن جو تھیں بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں ان میاں بیوی میں نا اتفاقی تھی۔ اور وہ لڑ کر اپنے بھائی کے گھر آگئیں۔ اور یہاں آکر بیٹھ گئیں اس سے بہت ان کو دکھ ہوا۔ عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ عنہ نے قسم کھالی کہ میں اپنے بہنوئی نعمان رضی اللہ عنہ کے نہ گھر جاؤں گا نہ ان کی بیوی سے ان کو ملواؤں گا۔ کچھ دنوں بعد لوگوں نے ان کے احباب بشیر بن نعمان رضی اللہ عنہ سے صلح کرنے کی خواہش ظاہر کی تو اس وقت حضرت عبداللہ بن روحہ رضی اللہ عنہ نے انکار کر دیا اور کہا کہ میں تو قسم کھا چکا ہوں۔ لہٰذا یہ کام نہیں کرا سکتا۔ اس قسم نے کیا کیا؟

Marfat.com

اس قسم سے نے کام یہ کیا یہ تقوے کا کام نھانیکی کا کام تھا۔ اور ایسی قسم کہ آپ نیکی کو روکنے کے لئے کھائیں کہ ہم نیکی نہ کریں گے۔ اس قسم کو توڑ دینا چاہیئے۔ اس کا کفّارہ ادا کریں۔ سُورۂ مائدہ میں کفّارہ ہے قسم توڑنے کا۔ ۳ روزے ہیں۔ یا دس مسکینوں کو کھانا کھلانا ہے۔ تو ایسی قسموں کو توڑ دینا چاہیئے۔ تاکہ آپ نیکی کر سکیں اور اس کا کفّارہ ادا کر دینا چاہیئے۔

تو اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ تاکہ وہ صلح کرا سکیں اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اس طرح سے ایسی قسمیں نہ کھاؤ۔ جس میں تمہاری نیکی رُک جائے۔ تقویٰ رُک جائے، تمہاری صلح لوگوں کے درمیان رُک جائے۔

دوسرا واقعہ حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کا ہے آپکے خالہ زاد بھائی مُسطح ایک غریب آدمی تھے اور حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کچھ بھی نہیں رکھتے تھے سب اللہ کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے تو وہ مسطح کی اپنے خالہ زاد بھائی کی کفالت فرماتے تھے ان کا ایک وظیفہ انہوں نے مقرر کر دیا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا پر ایک غزوہ کے موقع پر سفر کے دوران ایک تہمت لگائی اس وقت مسطح جو حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کے خالہ زاد بھائی تھے۔ انہوں نے تہمت لگانے والوں کا ساتھ دیا۔ اس پر حضرت ابوبکر صدّیق رضی اللہ عنہ کو بہت زیادہ دُکھ ہوا انہوں نے کہا کہ یہ کیسا میرا عزیز ہے جسے میری عزت اور آبرو کی پرواہ نہیں ہے میں اس کی کفالت کرتا ہُوں یہ میری بیٹی کا چچا ہے یہ کیسا چچا ہے جو اپنی بھتیجی کی عزت کا پاس نہیں رکھتا بس اس کی اب کفالت نہیں کروں گا اور اس کا وظیفہ بند کر دیا تو اس وقت یہ آیہ مبارکہ

Marfat.com

نازل ہوئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ نیک کام نہ کرنے کی قسم نہ کھاؤ۔

اس آیتِ مبارکہ سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں :۔

پہلی بات تو یہ کہ بہت قسمیں کھانا بُری بات ہے اس سے رَب کی ہیبت جاتی رہتی ہے اور قسم کی عزت نہیں رہتی اگر کوئی ہر بات پہ قسم کھائے تو اس کی قسم کی عزت نہیں رہتی اور جو بار بار سچی قسموں کا عادی ہو جائے گا وہ جھوٹی قسمیں بھی کھانا شروع کر دے گا۔ قسموں سے پرہیز کرنا چاہیئے کہ زیادہ قسمیں کھانے سے رزق میں تنگی ہوتی ہے۔ اور فقیری آجاتی ہے۔

دوسرا اصول یہ مرتب ہوا کہ زیادہ قسمیں کھانے والا قابلِ اعتبار نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا : ولا تطع کل حلافٍ مبینٍ: خوف سے قسمیں جو کھائے اس کی اطاعت نہ کرو۔

تیسرا اُصول یہ ہوا کہ نیکی سے باز رہنے کی قسم نہ کھانا۔ ترمذی اور نسائی کی روایت شدہ حدیث ہے : جو شخص کسی بات پر قسم کھالے اور اس کے سوا میں بھلائی دیکھے وہ اپنی قسم کو توڑ کر نیک کام کرے۔ اور کفّارہ قسم کا ادا کر دے۔ یاد رکھیں کہ کفارہ قسم توڑنے کے بعد جائز ہے۔ اس سے پہلے جائز نہیں ہے۔ اس طرح کہ میں نے روزہ توڑ دیا اس کا ایک دن پہلے کفارہ دے دیا اس کی اِجازت نہیں ہے۔

چوتھا اُصول یہ ہوا کہ قسم پوری کرنا اچھی بات ہے۔ مگر گناہ کی قسم توڑنا ضروری ہے۔ اگر کوئی یہ قسم کھالے کہ اَب میں اپنے ماں باپ کی خدمت نہیں

Marfat.com

کروں گا۔ اپنے ماں باپ سے کہے (نعوذ باللہ من ذالک) کہ میں خدا کی قسم تم سے نہیں بولوں گا۔ تو وہ گناہ ہے ماں باپ سے نہ بول چال رکھنا۔ ماں باپ کی خدمت نہ کرنا۔ قسم کو توڑنا لازم ہے اور قسم کو توڑ کر ان کی خدمت جائز ہے۔

دو چیزیں قسم اور درود شریف بعض حالات میں منع ہیں۔ مال فروخت کرنے کے لئے قسم کھا لینا یا دُرود پڑھ لینا تاکہ اس کی وجہ سے اس کا مال فروخت ہو جائے۔ دُرود خالصتاً اللہ تعالیٰ کا ایک عمل ہے۔ جو وہ اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کے علاوہ کسی اور چیز کو کسی اور خواہش کو اپنے درود کو مقصد بنانا حرام ہے۔ درود شریف ۷ جگہ پڑھنا منع ہے۔ صحبتِ زوجیت کے وقت، استنجے کے وقت، مال بیچنے کے وقت اگر کہیں پھسل جائے تو اور تعجب پر اور ذبح کے وقت اور چھینک کر، چھینک کر الحمدللہ کہنا چاہیئے۔

ایک مسئلہ اس میں یہ ہے کہ غیر اختیاری چیزوں پر قسم نہ کھائے انسانوں کے اختیار میں نہیں ہے کہ وہ بارش برسا سکے۔ انسانوں کے اختیار میں مرنا اور جینا نہیں ہے۔ تو یہ قسم آپ نہیں کھا سکتے کہ خدا کی قسم کل بارش ہوگی۔ تو غیر اختیاری چیزوں پر کبھی قسم نہیں کھانا چاہیئے۔

دوسری قسم کے متعلق جو آیت ہے : لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم : "یواخذ" جو ہے 'مواخذے' سے ہے۔ 'اخذ' سے ہے 'پکڑ'۔ "باللغو" غیر ضروری باتیں۔ "فی ایمانکم" تمہاری قسمیں ہیں۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا : لا یواخذکم اللہ باللغو فی ایمانکم :

Marfat.com

آپ کی 'لغو' ناکارہ قسم کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ کی پکڑ نہیں ہے۔

ولکن یواخذکم بما کسبت قلوبکم : لیکن جو کچھ تم نے دل کے ارادے سے کھایا ہے جان بوجھ کر کے اس کی پکڑ تم پر ہے۔ لیکن اُمید ہے کچھ تمہیں۔ اُمید نہ چھوڑو۔ : واللہ غفور حلیم ○ : جن چیزوں پر دنیا میں پکڑ نہیں میرے ہاں پکڑ ہے۔ جیسے جان بوجھ کر غلط بیانی پر قسم کھالی۔ کسی کو نقصان کی غرض سے تو دنیا میں پکڑ نہیں، دنیا میں کفارہ نہیں دینا ہے لیکن آخرت میں اس کی سزا ہے اس کی پکڑ ہے۔

تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ڈرتے رہو اللہ تعالیٰ سے : واللہ غفور حلیم : اور اللہ صبر بھی عطا کرتا ہے اور تحمل بھی اور وہ بخشنے والا ہے وہ ہماری زیادتیوں کو برداشت تو کرتا ہے۔ اور اپنی کریمی سے معاف بھی فرما دیتا ہے پکڑ تین قسم کی ہے ایک تو صرف دنیاوی سزا ہے۔ جیسے کہ غیر اختیاری طور پر کسی کو آپ نے چوٹ پہنچا دی یا کوئی آپ کے ہاتھ سے قتل بغیر عمد ہو گیا۔ تو اس پر قصاص تو لازم ہے لیکن آخرت میں سزا نہیں ہے۔ چونکہ اس میں ارادہ شامل نہیں تھا۔ وہ حادثے کے طور پر چوٹ لگی ہے کوئی مر گیا ہے تو اس پر صرف دنیاوی سزا ہے۔ آخرت میں سزا نہیں ہے۔ اور جیسے غموس ہے۔

قسم کی قسمیں۔ غلط بیانی جو حقیقت ہے وہ آپ کو پتہ ہے لیکن آپ نے قسم کھائی حقیقت کے برخلاف، اس قسم کی قسموں کو غموس کہتے ہیں۔ جیسے کہ پہلی آپ سے غلطی ہو جائے تو وہ ہے 'لغو'۔ تو اُس کی آخرت میں سزا ہے

Marfat.com

دنیا میں پکڑ نہیں ہے۔ دنیا میں اس کا کوئی کفّارہ، کوئی سزا نہیں۔ کوئی قصاص نہیں ہے۔ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے ہاں پکڑ ہے۔

اور کچھ ایسی قسمیں ہیں اور بُرائیاں ہیں جن میں دنیا اور آخرت دونوں میں سزا ہے۔ جیسے چوری ہے، زنا اور قتلِ عمد ہے۔ یہاں جب اللہ تعالیٰ نے کہہ دیا کہ: لایواخذ کم اللہ باللغو : تو اللہ تعالیٰ نے تینوں قسم کی پکڑ سے آپ کو معاف کر دیا جو ناکارہ قسمیں ہیں جن کا کوئی مقصد نہیں ہے۔ جیسے بات بات پر آپ کہتے ہیں واللہ۔ ہر بات پہ جیسے بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے۔ تو اس طرح کی قسموں پر اللہ نہ دنیا میں سزا دیتا ہے نہ آخرت میں۔

اس سے کچھ اُصول مُرتب ہوتے ہیں :

پہلی بات یہ ہے کہ ہر قسم پر پکڑ نہیں ہے، بعض پر ہے اور جن پر ہے ان میں بعض پر صرف کفّارہ ہے اور بعض میں کفارہ بھی ہے اور آخرت میں بھی پکڑ ہے۔ مسئلہ اس سلسلے میں یہ بنتا ہے اگر آپ کسی چیز کا ارادہ کریں کہ میرا فلاں کام ہو جائے گا تو میں ۱۰۰ رکعت نفل پڑھوں گا۔ تو اس کو نذرانہ کہتے ہیں۔ اور جب کام ہو جائے تو ۱۰۰ رکعت آپ نفل پڑھیں تو اس کو کہتے ہیں : شُکرانہ۔ اور اس کی سزا نہیں ہے اور اس کا جُرمانہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ شکرانے کے طور پر ادا کرنا ہے۔ اگر کسی کام کے نہ ہونے کے ارادے پر اپنے ذمے کچھ لازم کر لینا یا لازم ہو جانے کا نام قسم ہے۔ یعنی "تم اگر فلاں جگہ گئیں تو تم میری بیوی نہیں ہوئیں"۔ یہ قسم ہو گئی۔ اگر نوکر نے یہ کیا تو اُس کو آزاد کر دونگا۔ تو یہ قسم ہے۔

قسم دو طرح کی ہوتی ہے۔ ایک لغوی اور ایک شرعی۔ صرف اپنی باتوں پر زور دینے کے لئے اپنی جان دینے کی قسم لغوی قسم ہے۔ اس پر شرعی احکام نہیں ہوتے۔ اور یہ توسیع کلام کے لئے ہے۔ اِن پر شرعی قسم کے احکام نہیں مرتب ہوتے۔ شرعی قسم وہ ہے جو رَب کی ذات یا اس کی صفات پر کھائی جائے تو اس کا کفّارہ اور شرعی احکام مرتب ہوتے ہیں۔

قسم کی تین نوعیتیں ہیں: ایک تو قسم کے لئے حلال کو حرام کر لینا۔ دوسری یہ کہ رَب کی ذات وصفات کی قسم کھانا۔ تیسرا یہ کہ کسی کام پر عورت کی طلاق، آزادی یا مال کے خیرات کو معلق کر لینا جب وہ ہوگیا تو میں یہ ضرور کردوں گا۔

پہلے دو میں کفارہ سے قسم ٹوٹ جاتی ہے۔ تیسری میں قسم کی شرط پوری کرنا پڑتی ہے۔ کہ تم فلاں کام کرو گی تو میرا نکاح ختم۔ تو اس میں قسم کی شرط پوری کرنی پڑتی ہے۔ اس میں کفارے کی بچت نہیں ہوتی۔

اللہ تعالیٰ ہمیں ان باتوں سے بچائے جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے اللہ تعالیٰ ہمیں نفس اور شیطان کے شر سے محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اخلاص عطا فرمائے کہ ہم ہر کام اور ہر ارادے کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے وابستہ کردیں اور اپنی پسند و ناپسند کے تحت کاموں کے ارادے نہ بدلیں۔

وصلی اللہ تعالیٰ خیر خلقہٖ سیدنا محمّد
وآلہٖ واصحابہٖ اجمعین

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ البقرۃ
آیات ۲۲۶ تا ۲۲۸

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ؕ
اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَارَسُوْلَ اللّٰہ
وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصْحَابِکَ یَاحَبِیْبَ اللّٰہ

لِلَّذِیْنَ یُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآىِٕهِمْ تَرَبُّصُ
اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ
غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ
فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِیْعٌ عَلِیْمٌ ﴿۲۲۷﴾ وَالْمُطَلَّقٰتُ
یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَ
لَا یَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ یَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ
فِیْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ یُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَ
الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ
فِیْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ
الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪ وَلِلرِّجَالِ

عَلَيۡهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيۡزٌ حَكِيۡمٌ ﴿۲۲۸﴾

اور وہ جو قسم کھا بیٹھتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے کی انہیں چار مہینے کی مہلت ہے، پس اگر اس مدت میں پھر آئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ﴿۲۲۶﴾ اور اگر چھوڑ دینے کا پکا ارادہ کر لیا تو اللہ سنتا جانتا ہے ﴿۲۲۷﴾ اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک، اور انہیں حلال نہیں کہ چھپائیں وہ جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں، اور انکے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں، اور عورتوں کا بھی حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں کو ان پر فضیلت ہے، اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ ﴿۲۲۸﴾

اے عزیزانِ محترم! میں نے ۲۲۶ تا ۲۲۸ آیات سورۂ بقرہ کی تلاوت کی ہیں۔ سورۂ بقرہ کے اس حصے میں اللہ تعالیٰ نے معاشرتی نظام کو وضع فرمایا ہے۔ اور ہمارے لئے اس کو لازم فرمایا ہے اپنی حکمت سے۔ ۲۲۶، ۲۲۷ سے ۲۲۸ آیات میں قسموں اور طلاق کا ذکر تھا۔

جو عرب جُہلاء تھے۔ ان میں طلاق کے متعلق اور ازدواجی رشتوں کے متعلق بہت ہی ظالمانہ رواج تھا۔ وہ عورتوں سے کہتے تھے کہ ہم تمہارے ساتھ کوئی تعلق نہیں رکھتے قسم کھا لیتے تھے اور اس کے بعد سالہا سال اسی طرح رکھتے تھے۔ تو انکی زندگی قید جیسی اور انتہائی پریشان ہوتی تھی۔ نہ شوہر اُن کی دیکھ بھال کرتا نہ اُن کی طرف متوجہ ہوتا تھا۔ لیکن ساتھ ساتھ ان کو یہ بھی آزادی نہیں تھی کہ وہ کسی سے شادی کر لیں کسی اور سے نکاح کر لیں طلاق کے لئے کوئی مُدت نہیں تھی۔ انتہائی ظالمانہ طور طریقہ تھا۔ جو یہودیوں کا وطیرہ تھا طلاق کے معاملے میں اُن کا جب بھی دل چاہتا طلاق دے دیتے تھے اور جب جی چاہتا تھا دوبارہ شادی کر لیتے تھے۔

عیسائیوں میں بھی بہت زیادہ سختی تھی۔ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کا دستور یہ تھا کہ اپنی عورتوں سے مال طلب کرتے تھے اگر وہ دینے سے انکار کر دیتیں تو دو تین سال یا اُس سے بھی زیادہ عرصہ ان کے پاس جانے کی قسم کھا لیتے اور پریشانی میں چھوڑ دیتے اور وہ نہ اس کے ساتھ رہ سکتی تھی نہ اُن سے الگ ہو سکتی تھی، نہ گھر میں آرام ہوتا تھا نہ باہر کے لئے کوئی گنجائش تھی۔ اس ظلم کے سدِباب کے لئے یہ آیت اُتری اور ایسی قسموں پر پابندی لگا دی گئی۔

ایک وقت مقرر کر دیا گیا کہ چار مہینے کا کہ اگر چار مہینے کے اندر رجوع کر لیا تو اپنی قسم کا کفّارہ دے، اس کے بعد آپ کی طلاق نہیں ہوئی نکاح نہیں ٹوٹا اور بغیر عقد کے آپ کا نکاح قائم رہا اور اگر آپ نے ۴ مہینے پورے کر لئے قسم کے تو خود بخود طلاق ہو جاتی ہے۔ اور اس میں پھر عورتیں آزاد ہو جاتی ہیں کہ وہ کہیں

اور نکاح کرلیں۔

جب قسموں کا بیان ختم ہوا تو قسموں کی وجہ سے جو طلاق ہوجاتی ہے جو عورتوں کی وجہ سے تحریم ہوجاتی ہے، اِس کا ذکر فرمایا۔ اگر آپ نے قسم کھالی کہ چار مہینے تک میں اپنی اہلیہ کے پاس نہیں جاؤں گا۔ آپ جانہ سکے تو اُسے طلاق ہوجائے گی۔ اسکے متعلق اللہ تعالیٰ نے پچھلی دُو آیات میں احکام دیئے تھے کہ اگر تم صلح کرلو تو اللہ تعالیٰ غفورالرحیم ہے۔ رجوع کرلو اپنی قسم کو توڑ کر کفّارہ ادا کردو تو وہ تمہاری بیوی تمہارے لئے حلال ہے۔ عورتوں میں منکوحہ بیوی، منکوحہ لونڈی اور غیر منکوحہ لونڈی بھی شامل ہیں۔ اَب اللہ تعالیٰ نے طلاق کی ایک قسم کا ذکر کرنے کے بعد طلاق کی اور قسموں کا بھی ذکر فرماتا ہے۔ مگر اس سے قبل آیت ۲۲۸ میں طلاق میں جو عدت کے متعلق اور جو اس کے فرائض ہیں۔ اور جو عورتوں اور مردوں کے مابین درجہ بندی ہے، اِس کا ذکر اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اس بیان سے اِن آیات کا تعلق ظاہر ہوتا ہے۔

تو پہلے تو صرف شوہروں کی اجازہ داری تھی اب شوہروں کو بھی پابند کردیا گیا اُن کے لئے بھی سزا مقرر کردی گئی۔ بعض روایات میں تھا کہ عربوں میں ایلہ میں فوراً طلاق ہوجاتی تھی۔ تو اللہ تعالیٰ نے اسلام میں طلاق کو مؤخر کرکے ایک مہلت دیدی اسلام سے پہلے عورتوں سے بچّوں سے اور جانوروں سے ظلم ہوتا تھا۔ قربانی کے جانور جو ہوتے تھے وہ مہینوں میں جاکر ان کا ذبیحہ مکمل کرتے تھے ایک کو کردیا تھوڑے

Marfat.com

دلوں بعد دوسرا، تیسرا کر دیا۔ ان کو عذاب میں رکھتے تھے ۔اسی طرح اپنی عورتوں کو عذاب میں رکھتے تھے۔ اس کی اصلاح کیلئے یہ آیت نازل ہوئی : للذین یؤلون من نسائھم : یولون جو ہے ایلہ سے ہے اور ایلہ جو ہے الون کے معنی کوتاہی کرنا کسی کا حق مارنا۔

تو ایلہ کا مطلب یہ ہے کہ جب کوئی قسم کھاتا تھا کہ وہ اپنی بیوی کے پاس زوجیت کے لئے نہیں جائے گا۔ تو اسکو ایلہ کہتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ : للذین یؤلون من نسائھم : جو لوگ قسم کھا لیتے ہیں اپنی عورتوں کے بارے میں۔ ایلہ یعنی قربتِ صحبت سے پرہیز ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے کیا فرمایا ہے۔ تربص اربعۃ اشھر : ان کو فرصت ہے چار مہینے کی۔ تربص کا مطلب ہے انتظار کرنا۔ جیسے عرب کہتے ہیں کہ کسی کام کیلئے گئے اور آپ نے کہا کہ نہیں کل آیئے تو بکرہ بکرہ : مالی تربصؑ ۔ ہمارے پاس انتظار کا وقت نہیں ہے۔ میں ٹھہر نہیں سکتا ۔ تو تربص کا مطلب ہے انتظار کرنا۔ انتظار کرنے کی فرصت ہے تمہیں چار مہینے کی۔

یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے حکم ہوا۔ فان فاؤ ۔ فاؤ کا مطلب ہے واپس آنا۔ جس بیوی سے آپ نے قربتِ صحبت کا انکار کیا تھا ان کی طرف واپس جائیں : فان اللہ غفور الرحیم ؐ اللہ تعالیٰ معاف کرنیوالا ہے ۔رحم کرنے والا ہے۔ کیا بات تھی۔ اس کا نکتہ کیا ہے ؟ نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ازدواجی رشتوں کا تقدس پامال کرنا بری چیز ہے اس کو قائم رکھنا نیکی کا

Marfat.com

کام ہے اگر تم مہلت یا فرصت کے درمیان میں اپنے دل کو پھیر لو۔ رنجشیں دُور کرلو۔ میل کرلو واپس ان کی طرف رجوع کرلو۔ تو اللہ معاف کرنیوالا ہے اور رحم کرنے والا ہے۔

واذ عزموا الطلاق : عزم کہتے ہیں کسی مشکل کام کرنے کیلئے دل سے ارادہ کرلینا۔ کسی مشکل کام کے لئے کسی جدو جہد کے لئے دل سے ارادہ کرنے کو عزم کہتے ہیں۔ الطلاق : طلاق معنی رخصت کرنا، علیحدہ ہونا۔ طلق سے طلاق ہے۔ اسکا مطلب ہے کھلنا، چھوٹنا طلاق اس لئے کہتے ہیں چلنے کو مطلق کا مطلب کیا ہے۔ مطلق العنان : بغیر کسی باگ ڈور کے رہا کرنا، بیوی کو آزاد کرنا تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وان عزم الطلاق : اور اگر تم نے دل سے ارادہ ہی کرلیا ہے علیحدگی کا طلاق دینے کا تو : فان اللہ سمیع علیمo : پھر بے شک اللہ تعالیٰ سُننے والا بھی ہے اور جاننے والا بھی ہے تمہارے دل کی نیتوں کو یعنی اگر تم نے رجوع کرلیا تو اللہ تعالیٰ تمہارے گناہوں کو معاف کرنیوالا ہے، تم پر رحم کرنے والا ہے۔

آزاد بیوی کا احترام اللہ تعالیٰ نے کیا ہے، کنیز کے، کچھ مسئلے ہیں ایلہ کے معاملہ میں، جو مدت اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائی ہے، ایلہ کے لئے وہ ۴ ماہ کی ہے۔ اس ۴ ماہ میں یہ شوہر کی ذمے داری ہے کہ باوجود اس کے کہ اس نے قطع تعلقات کرلئے ہیں لیکن اس کا خرچہ اور مکان وغیرہ عورت کو اس کا خاوند ہی دے گا۔ اور اگر قسم نہ توڑے تو ۴ ماہ بعد طلاق ہو جائے گی تو عدت کا

Marfat.com

خرچہ بھی مرد کے ذمے ہو جائے گا۔ اگر بیوی حاملہ ہو اور اس صورت میں ایلہ ہو گیا ہو تو بچے کے ساتھ سال کا خرچہ بھی مرد کے ذمے ہو گا۔ یہ تمام پابندیاں جو اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر لگائی ہیں اس کا مقصد یہ ہے کہ بلاوجہ ازدواجی تعلقات میں رخنہ ڈالنا، روکنا اور تعلقات کو ختم کرنا اس کی روک تھام کرانا ہے تاکہ تعلق نہ ختم ہو پائے

ان آیات کے کچھ فائدے اور اُصول ہیں۔ اسلام افراط و تفریط سے خالی ہے نہ حد سے زیادہ آزادی ہے نہ حد سے زیادہ پابندیاں ہیں۔ اہل عرب کے ہاں طلاق میں بے قاعدگیاں تھیں وہ طلاق دیتے تھے اور خود ہی واپس لے لیتے تھے۔ بیس نے طلاق دی اور واپس لے لی۔ یہودی بھی قدرے اسی طرح عورتوں کو دباؤ میں رکھتے تھے کہ جب ہم جی چاہے نکال دیں جب جی چاہے لے آئیں۔ وہ لوگ جو آج کل کے زمانے میں اپنی بیویوں پر ظلم کرتے ہیں۔ پیسوں کے لئے۔ جو لوگ اس بناء پر عورتوں کو تنگ کرتے ہیں کہ وہ جہیز کم لائی ہے یا انہیں کہا جاتا ہے کہ وہ میکے سے پیسے منگوائیں۔ وہ اُن جہلاء اور عربوں کی تقلید کرتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے ناپسند فرمایا ہے جس کو گناہ قرار دیا ہے اور جس کی اس نے اصلاح فرمائی تھی۔

اسلام میں ان تمام معاملات میں اعتدال برتا گیا۔ اور سرکار دو عالم ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ طلاق حلال چیزوں میں سب سے زیادہ ناپسندیدہ ہے۔ اسلام میں طلاق کا مسئلہ بہت اہم ہے۔ اس کے بہت تفصیل سے احکام ہیں آئندہ کی ۴، ۵ آیات میں ایلہ کی بات پر طلاق کے مسئلے آئیں گے۔ لیکن اس وقت میں

Marfat.com

صرف اتنا بتادوں کہ طلاق تین قسم کی ہوتی ہے۔

رجعی، بائنہ اور مغلظہ اور چوتھا ایلہ کے ذریعے سے ہے۔ رجعی یہ ہے کہ جس میں آپ نے صرف دو دفعہ طلاق دی ہوں اور اس میں آپ عدت کے درمیان میں اگر رجوع کرلیں دوبارہ بیوی کی طرف تو طلاق نہیں ہوتی۔ اسی طرح بائنہ جو اس میں طلاق تو ہو جاتی ہے لیکن اگر آپ یہ کہیں کہ یہ بائنہ طلاق ہے تو اس میں یہ اجازت ہوتی ہے بغیر خلع کے اس مدت کے درمیان میں بھی خود اپنا دوبارہ تجدید نکاح ہو سکتا ہے۔ اور جو مغلظہ ہے جس میں تین دفعہ مختلف وقتوں میں کہہ دیا تو اس میں بغیر حلالہ کے دوبارہ نکاح نہیں ہو سکتا۔ کسی اور سے نکاح ہو پھر وہ اپنی مرضی سے طلاق دے پھر آپ شادی کر سکتے ہیں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے لعنت بھیجی ان لوگوں پہ جو اس نیت سے اپنی بیویوں کا دوسرا نکاح کراتے ہیں یا ان لوگوں پہ جو اس نیت سے نکاح کرتے ہیں کہ دو یا چار دن کے بعد طلاق دے دیں گے اس لئے کہ یہ عقدِ نکاح نہیں ہوا یہ متعہ ہو گیا جیسا شیعوں میں ہوتا ہے یہ ایک وقتی شادی ہو گئی۔ اور وہ ہمارے سُنی مذہب میں جائز نہیں ہے۔

سورۂ بقرہ میں جس طریقے سے طلاق کے متعلق احکامات ہیں۔ اسی طرح سے طلاق کے بعد عدت کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے بڑی تفصیل سے احکامات جاری کئے ہیں۔ مثلاً حائضہ عورت کی عدت کیسی ہوگی۔ یا حاملہ کی یا چھوٹی بچی کی یا عدتِ وفات کیا ہوگی ان سب کا بیان سورہ بقرہ میں ہے اور پھر سُورۂ طلاق میں بھی۔

Marfat.com

تیسری بات یہ ہے کہ ایلہ یعنی علیحدگی کی قسم جو کھالے کہ ہم اتنے دنوں تک قریب نہیں جائیں گے۔ تو یہ مدت اگر ۴ مہینوں سے زیادہ کی ہوگی تو اس میں طلاق دینا ضروری نہیں ہوتا وہ مدت جب ختم ہوجاتی ہے تو خود بخود طلاق واقع ہوجاتی ہے۔ نہ بولنے کی ضرورت ہے اور نہ حکم حاکم کی حاجت ہے۔ خلع میں شوہر کو اللہ تعالیٰ نے طلاق کی اجازت نہیں دی۔ غیر مسلم اس پر اعتراض کرتے ہیں کہ یہ زیادتی کیوں کی گئی اس لئے کہ وہ کہتے ہیں کہ اکثر مردوں میں بھی ایسا ہوتا ہوگا لیکن عورتوں کی فطرت ایسی بنائی ہے کہ غصے میں جذبات ان کے اُوپر حاوی ہوجاتے ہیں، ان کے عقل و شعور کے تو جذباتی فیصلے وہ جلدی کرتی ہیں اگر ان کو اختیار دیا ہوتا تو طلاق ان کے گھروں میں جلدی جلدی ہوا کرتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے یہ اختیار صرف ان کو دیا ہے جن میں یہ صلاحیت پیدا کی ہے کہ وہ غصے سے اپنی عقل کو مجروح نہ ہونے دیں۔

تو ایلہ میں طلاق دینا ضروری نہیں بلکہ مدتِ ایلہ گزرنے پر خود بخود طلاق واقع ہوجاتی ہے نہ بولنے کی ضرورت ہے نہ حکم حاکم کے خلع کے حق میں ہونا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : فان فاؤ فان اللہ غفور الرحیم ٥ وان عزموا الطلاق فان اللہ سمیع علیم ٥ ان دو آیات میں اللہ تعالیٰ نے جو اس بات کا اعادہ فرمایا ہے کہ ایلہ میں طلاق سے بہتر دوبارہ رجوع کرنا ہے۔ اس لئے کہ اس میں رحمت و مغفرت کی اُمید ہے اور طلاق کے ساتھ صرف اپنے سُننے اور جاننے کی بات کی ہے اللہ تعالیٰ نے۔ اس میں ایک مسئلہ یہ ہے

Marfat.com

کہ کوئی شخص اپنی عورت سے کہے کہ خدا کی قسم میں ۴، ماہ یا زیادہ تک تیرے پاس نہ آؤں گا۔ یا کہے کہ میں چار ماہ تیرے پاس آؤں تو مجھ پر حج یا خیرات یا روزہ واجب ہے، یا تجھے طلاق ہے یا میرا غلام آزاد ہے تو اس کو ایلہ کہتے ہیں۔ اور ہر وہ شخص جس میں صلاحیتِ زوجیت ہے اس کا ایلہ صحیح ہے اگر کوئی کسی ایکسیڈنٹ کی وجہ سے اس صلاحیت سے محروم ہو گیا ہو تو اس کیلئے یہ ایلا صحیح نہیں تھا۔

دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ ایلہ کی مدّت آزاد بیوی کے لئے ۴، ماہ ہے اور منکوحہ لونڈی کے لئے دو ماہ۔ دوسری بات یہ ہے کہ ایلہ کے لئے ضروری ہے کہ قسم اور بیان عِدّت ایک ہی مجلس ہو ایک ساتھ قسم بھی کھائیں اور وقت کا تعین بھی کر دیں اگر ۴، ماہ کا وقت ہے تو اس میں طلاق نہیں ہوتی۔ جیسے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک ماہ کا ایلہ کیا تھا اس کا نہ کفارہ دینا پڑا۔

تیسری بات یہ ہے کہ دو ہی نتیجے ہیں۔ تیسرے کی گنجائش نہیں ہے۔ اگر ۴، ماہ کی مدت ختم ہونے سے پہلے قسم توڑی تو کفّارہ ادا کرنا پڑے گا اسکے بعد آپ رجوع کر سکتے ہیں اور اگر پوری کی تو طلاق خود بخود ہو جاتی ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ اگر ایلہ میں شوہر میں اگر صلاحیتِ صحبت ہے تو پھر رجوع سے اس کا نکاح بچ جائے گا۔ طلاق نہیں ہو گی اور اگر کسی وجہ سے وہ وقتی طور پر صلاحیت سے محروم ہو جائے بیماری یا کوئی اور عُذر ہو تو اگر وہ وعدہ کرے اپنی بیوی سے کہ وہ صحت مندی کے بعد رجوع کرے گا اپنی صلاحیت دوبارہ حاصل کرنیکے

Marfat.com

بعد تو بھی طلاق نہیں ہوگی وہ شرعی اعتبار سے رجوع کے زُمرے میں آجائے گا۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اس معاملے میں کچھ احکامات نافذ کئے تھے اس حساب سے شوہر کو چاہیئے کہ کم ازکم چار ماہ میں ایک بار ضرور اپنی بیوی کیساتھ صحبت نہ چھوڑے۔ اور اس سے زیادہ وہ سفر میں نہ رہے۔ یہ سب اللہ کے احکام ہیں اس میں اللہ تعالیٰ نے کوئی شرم نہیں رکھی اور اس روایت سے آپ کو پتہ ہوگا حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی عادت تھی کہ رات کو وہ لوگوں کے گھروں کا چکر لگاتے تھے کوئی مفلس کوئی ضرورت مند کوئی حاجت مند نہ ہو کوئی بیمار نہ ہو۔ امیر المومنین تھے خلیفہ تھے تو پھر ایک عورت کو انہوں نے یہ کہتے ہوتے سنا کہ اگر رب کا خوف نہ ہوتا تو آج میری چارپائی سے آواز آرہی ہوتی۔ اس نے اپنی شہوت کو اللہ کے ڈر سے روکا ہوا تھا جو ایک اچھی بات تھی۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ یہ سن کر واپس آئے اور آپ نے اپنی بیٹی حفصہ رضی اللہ عنہا جو اُمہات المومنین میں سے تھیں آپ دیکھیں دونوں رشتے کتنے پاکیزہ ہیں لیکن اس معاملے میں انہوں نے ان سے مشورہ کیا اور ان سے پوچھا کہ عورت بغیر اپنے شوہر کے کتنے دن صبر کرسکتی ہے۔ حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا چار ماہ حدِ درجہ ۶ ماہ۔ چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے قانون جاری کردیا کہ کوئی بھی سپاہی چار ماہ سے زیادہ اپنی بیوی بچوں سے دور نہ رکھا جاتے۔ چار ماہ کے بعد اسکو اپنی بیوی بچوں سے ملنے کے لئے رخصت دی جاتی تھی۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے زمانے میں ایک بزرگ ہوتے تھے۔

Marfat.com

حضرت کعب ابن سواد اسعدی رحمۃ اللہ علیہ انہوں نے ایک زاہد و عابد مرد کو جو ساری رات عبادت کیا کرتے تھے اور شب گزاری کرتے تھے ان کو حکم دیا کہ تین دن تک تو شب بیداری کرو اور چوتھے دن اپنی بیوی سے تعلق رکھ۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ چونکہ انہوں نے ایسا حکم دیا تھا جس سے کہ بے حیائی کی ترغیب ختم ہوئی اور ازدواجی تعلقات کی ضروریات پوری ہوئیں۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو انؒ کا علم اور ان کی فراست پسند آئی اور انہوں نے ان کو بصرہ کا حاکم بنا دیا۔

کسی معاملے میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا کہ میں بدلہ ضرور لوں گی۔ اس پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ تمہارا شیطان تم پر غالب آ گیا تو انہوں نے فرمایا کہ کیا ہر ایک کے ساتھ شیطان ہوتا ہے اور آپ کے ساتھ بھی شیطان ہے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ہاں، لیکن میرا شیطان اللہ کے فضل و کرم اور اس کی مدد سے اس نے مجھے بچایا اور وہ اسلام لے آیا۔ اب وہ میرا مطیع اور فرمانبردار ہو گیا۔

پچھلی آیت میں ایلہ کا ذکر تھا یعنی قسم کے ذریعے سے اور اب مدتِ عدت کا ذکر ہے کہ طلاق کے بعد کس مدت تک آپ کو دوبارہ رجوع کرنے کا حق ہے۔ طلاقِ رجعی میں، طلاقِ بائنہ میں اور اس مدت میں مردوں کی کیا ذمہ داریاں ہیں، عورتوں کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ مدتِ عدت کا وہ حصہ ہوتا ہے جس میں عورتوں کو اپنے شوہر کے گھر رہنا ہوتا ہے ان کا حق ان پر قائم رہتا ہے، عدت کی مدت ختم ہونے سے پہلے یا اس میں کسی دوسرے کا پیغام بھی نہیں آ سکتا، اس حصے میں زیبائش

Marfat.com

و آرائش منع ہے تاکہ کوئی دوسرا دیکھ کر پسند نہ کرے۔ اس لئے کہ جب تک عدت کی مُدّت ختم نہیں ہو جاتی طلاقِ رجعی اور طلاقِ بائنہ میں شوہر کا حق یہ ہوتا ہے کہ دوبارہ پھر وہ تجدید کرے اور اس سے پہلے اگر عِدّت کی مُدّت کو چُھپا کر یا گھٹالی جائے اور شادی پہلے ہو جائے تو وہ حرام ہوتی ہے۔

ہمارے ہاں یہ ہوتا ہے کہ طلاق ہُوئی اور فوراً شادی کی بات چیت شروع ہو گئی۔ اکثر یہ ہوتا ہے کہ بات چیت ہو جاتی ہے پھر طلاق کروا کر لڑکی کو لے جاتے ہیں تو یہ حرام ہے اِس درمیان میں شادی ہوئی تو یہ زنا ہوگا وہ حلال نہیں ہوگا اس لئے کہ شوہر کا تسلط عورت پر شرعی طور پر اس وقت تک قائم رہتا ہے جب تک کہ مدت پوری نہ ہو جائے، اور اس طرح سے جن لوگوں کا یکجا ہونا منع ہے نکاح میں جیسے بیوی کی بہن ہے۔ بیوی کی خالہ یا پھوپھی ہے۔ مَرد پر عِدّت نہیں ہے لیکن ان لوگوں سے جن سے نکاح جائز نہیں ہے جن کی یکجائی نکاح میں نہیں ہو سکتی آپ عدت کی مُدّت مَردوں پر لازم ہونے کے باوجود ان سے نکاح عِدّت سے پہلے نہیں کر سکتے۔ اس لئے کہ شرعی طور سے وہ بھی ابھی کاؤنٹ کی جائے گی۔ ایسی بیوی جس کی عدت کے دوران میں جس کی موجودگی میں بیوی کی بہن یا پھوپھی یا خالہ سے بھی شادی نہیں ہو سکتی۔

دوسری بات یہ ہے کہ پچھلی آیت میں ایلہ کی ۴ مہینے کی مدت کی بات تھی۔۔ للذین یؤلون من نسائهم تربص اربعة اشهر
جو لوگ ایلہ کر لیں بیویوں کے ساتھ ان کو ۴ مہینے کی فرصت ہے۔ تو جو مدّت

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے ایلہ کے معاملے میں مقرر کی وہ ۴، مہینے کی تھی۔ تو مسئلہ یہ پیدا ہوا کہ طلاق کے معاملے میں بھی یہی مدت ہے۔ طلاق کے بعد اس بات کا تعین کرنا ہے کہ آیا اس وقت وہ کسی پلتے ہوئے بچے کا باپ، ماں تو نہیں بن چکی تھی۔ اور اس کی وراثت کا مسئلہ طے ہونا ہے تاکہ اسے اپنا حق مل سکے اور بتایا گیا کہ عدت جو ہے ایلہ ۴، ماہ کی مدت کے علاوہ ہے۔ ایلہ کی مُدّت کے بعد طلاق ہو جاتی ہے۔

طلاق کی تین قسمیں ہیں۔ ایک تو طلاق بواسطہ ایلہ۔ قسم کے ذریعے سے طلاق ہو جاتے دوسرا بلاواسطہ طلاق کہ ویسے ہی براہ راست کہہ دیا۔ اور تیسرا طلاق باالخُلع۔ جو عورتیں معاوضہ دے کر کے یا مہر واپس کر کے اپنی رہائی حاصل کرے شوہر سے۔ وہ عدالت کے ذریعے سے حاکم کے ذریعے سے اس کا اِطلاق ہوتا ہے۔ تو اس آیت میں طلاق بِلا واسطہ کا ذکر ہے۔ ایلہ کا ہے۔

اگلی آیت جو اس کے بعد آئے گی ۲۲۸، اسمیں طلاق باالخُلع کا ذکر ہے اس آیت کی شانِ نزول یہ ہے کہ زمانۂ جاہلیت میں عدّت کی مدّت مقرر نہیں تھی۔ تو وہ عورتوں کو لٹکائے رہتے تھے۔ بعض کفّار یہ کہتے تھے کہ میں تم کو بار بار طلاق دوں گا اور بار بار رجعت کروں گا۔ اس طریقے سے ان کی زندگی اجیرن کر دی تھی ان کو ہمیشہ اپنے دام میں مقید رکھتے تھے، چنانچہ اسلام میں پہلی دفعہ ایسا ہوا کہ عورت کے حقوق مَردوں کے اُوپر مقرر کئے گئے ہیں۔

یاد رکھیں جیسے میں نے پچھلی نشست میں بتایا تھا کہ بالغ عورتوں کے لئے ولی کی ضرورت نہیں ہے۔ وہ خود کسی دوسرے شخص کو اپنی پسند کے

مطابق پیغام بھیج سکتی ہیں نکاح کا وہ قبول کر لے تو نکاح ہو سکتا ہے۔ ہمارے ہاں تو ہندوانہ رسمیں ہیں۔ عورتوں کے حقوق ہی نہیں ہیں۔ اس اسلامی معاشرے کے دور میں نہیں۔ اسلام نے عورتوں کو یہ حق دیا ہے کہ اگر وہ بالغ نہ ہوں تو اُن کے ولی اُنکی طرف سے ان کا نکاح کریں اور اگر وہ بالغ ہو جائیں تو خُود اپنی مرضی سے۔ کلام پاک میں ہے کہ اگر عِدّت گزر جائے تو نکاح کر سکتی ہیں۔

حضرت اسماء بنت یزید انصاریہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ زمانۂ نبوت میں میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی۔ اس وقت تک عدّت کے احکام نازل نہ ہُوئے تھے۔ اور زمانۂ جاہلیت میں عدّت کی مدت غیر معینہ تھی۔ انہوں نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تو پھر اس کے بعد یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **والمطلقات** : کا مطلب ہے طلاق والی عورتیں اور طلاق کا مطلب ہے علیحدگی آزادی ہے۔ تو وہ عورتیں جن کو آزاد کر دیا گیا ہے۔

تو مطلقات کا مطلب ہے طلاق والیاں۔ اور یہ عِدّت صرف اِنکے لئے ہے جن کی شوہر کے ساتھ خلوت ہو چکی ہو۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ طلاق والی عورتیں **: یتربصن :** انتظار کریں کتنے دنوں کے لئے **: بانفسھن:** اپنے تئیں، بذاتِ خود شوہر نے ان کو طلاق دے دی لیکن ان کو اپنے کو روکنا ہے۔ انتظار کرنا ہے قبل اس کے کہ وہ کسی کا پیغام وصول کرے یا کسی سے راضی ہو جائے۔ دوسرے نکاح کے لئے **: ثلاثۃ قروئن :** قروئن جو ہے وہ قروان سے ہے یعنی ٹائم، مہلت۔ یہاں مطلب اس سے ہے۔ عورتوں کے

تین حیض تک۔ اس میں بعض لوگوں کے اختلافات تھے کہ تین پیریڈ کہ جس پیریڈ میں وہ پاک وصاف ہوتی ہیں یا تین حیض کا عرصہ۔ اس کا مطلب ہے۔ تو جو فقہ کے علماء ہیں اور صحابہ کرام کا اجماع اس پر تھا کہ قرآن سے مطلب ہے ثلاثہ قروء سے تین حیض کے پیریڈ۔ اس لئے کہ طہر کے پیریڈ رکھیں گے تو جس پیریڈ میں انہوں نے نکاح کیا وہ شمار نہیں ہوگا۔ نکاح کے بعد کا تو یہ ہو سکتا ہے کہ تین طہر کا پیریڈ مکمل نہ ہو۔ لیکن تین حیض کا پیریڈ مکمل ہو جائے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کا منشا ہے کہ اس کے آنے والی مخلوق کا تعین ہو جائے کہ وہ کس کا بیٹا ہے، اُسے کس کی وراثت ملے گی۔ جو منشائے ایزدی ہے وہ تو مکمل ہو چکا ہو گا اور بلاوجہ عورت قید میں رہے گی۔ اس پر پابندی ہو گی۔

یہ جو شرط ہے عدت کی، یہ دو طرح کی عورتوں کیلئے ہے جو قابل حیض ہوں۔ کم سن لڑکی یا عمر رسیدہ عورت کے لئے یہ شرط نہیں ہے ان کے لئے تین مہینے کی مقرر ہے۔ اور اگر شرائط پوری ہوں تو یہ عِدّت ہے اس کی جو شرائط ہیں کہ ان کے لئے جن شوہر کے ساتھ خلوت ہو گئی ہو غیر حاملہ ہو، اگر حاملہ ہے تو جب تک وضعِ حمل نہ ہو جائے اس وقت تک عدت رہے گی۔ قابلِ حیض ہو اور آزاد عورت اس لئے کہ منکوحہ لونڈی کے لئے دو حیض کا عرصہ جو ہے وہ ان کی عدت ہے تو اگر شرائط پوری نہ ہوں تو یہ مدتِ عدت ان پر لازم نہیں ہو گی اس سے مُراد وہ عورت ہے جو نکل جائے نکاح میں سے، چاہے وہ نکاح طلاق سے ہو یا مرد کے مُرتد ہو جانے سے۔

دیگر صورتوں میں بھی طلاق ہو جاتی ہے۔ اگر منکوحہ عورت کے ساتھ زنا کرے تو نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ تو طلاق ہو جاتی ہے اور اگر شادی شدہ شوہر اپنی ساس سے زنا کرے، وہ ماں کے برابر ہے تو بھی نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ اس لئے ماں اور بیٹی کو آپ اپنے نکاح میں یا اپنی صحبت کے تصرف میں نہیں رکھ سکتے اور اسی طریقے سے منکوحہ عورت کا کوئی ایسا عمل جس میں خطرہ ہو زنا کا مثلاً وہ عورت اگر اپنے سُسر کو بوسہ دے دے تو بھی شادی ٹوٹ جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ پابندی لگائی کہ جو عائلی نظام ہے جو عورتوں کا احترام اور عزت ہے بطور بیوی کے وہ قائم رہ سکے یہ نہ ہو کہ بیٹے کی شادی کر کے لائے اور خود اُس پہ تصرّف کرا لیا، یا بیٹی سے کسی نے شادی کی اور تعلقات دراصل وہ بیٹی کی ماں سے چاہتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ ان ذمے داریوں کا تعین کرنا چاہتا ہے۔ آئندہ آنیوالی نسلوں کا تعین کرنا چاہتا ہے ان کے نسب کا تعین کرنا چاہتا ہے۔ اس کے نسب کو ساری مخلوق پہ واضح کرنا چاہتا ہے۔ تو اس وجہ سے یہ مسائل ہیں۔ اور: تتربصن : کا مطلب ہے انتظار کرنا۔ اس میں جیسے میں نے عرض کیا کہ یہ ۴ مہینے کی جو مدت ہے، مرد پہ تو عِدت نہیں ہوتی اس پر نکاح کی پابندی نہیں ہے، لیکن اگر اس کی ۴ بیویاں ہیں تو ۴ میں سے کسی ایک کو طلاق دینے کے بعد وہ فوراً پانچویں شادی نہیں کر سکتا۔ کیونکہ جب تک مطلقہ بیوی کی مدتِ عِدت ختم نہ ہو جائے اس کا تسلط اسکا حق مطلقہ عورت کا قائم

Marfat.com

رہتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ :

وَالمطلقت یتربضن بانفسہن

جو مطلقات ہیں طلاق دی ہوئی عورتیں ہیں اپنی ذات کو اپنے نفس کو روکیں تین حیض کے گزرنے تک جو انہیں اختیار رہے دوسرا نکاح کرنے کا اور دوسری کا پیغام وصول کرنے کا اور پیغام دینے کا۔ اس سے اپنے کو روکیں : ولایحل : حلال ہے یحل : ولایحل اور ان کے لئے حلال نہیں ہے۔ کیا بات ہے لَھُن : ان کے لئے لہٗ اس کے لئے۔ لھا۔ اس عورت کیلئے لَھُنَ ان مردوں کے لئے لنا ہمارے لئے ولایحل لھن : اِن عورتوں کے لئے یعنی مطلقہ عورتوں کے لئے یہ حلال نہیں ہے۔ : ان یکتمن : یکتمون معنی چھپانا ہوتا ہے۔ ماخلق اللہ : کہ وہ اس چیز کو چھپائیں جو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے۔ فی ارحامھن : ان کے رحم میں۔ تو ارحام جو ہے وہ رحم کی جمع ہے۔ رحمت کی جمع ہے۔ اسکو رحم کہتے ہیں اس لئے کہ جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔ وہ محبت اور شفقت کی نشانی ہے، اللہ تعالیٰ کی رحمت کی نشانی ہے

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ صرف تمہارے ہی حقوق نہیں ہیں ان کے بھی کچھ حقوق ہیں : ولھن مثل الذی : ان کے بھی اسی طریقے سے حقوق ہیں۔ ولھن : اور ان کے لئے : مثل الذی علیھن : اور ان عورتوں پہ جس طریقے سے کچھ حق مردوں کے ہیں، اسی طرح سے انکے

Marfat.com

شوہروں پر بھی عورتوں کے کچھ حقوق ہیں۔ امر بالمعروف و شریعت کے مطابق امر بالمعروف ہوتا ہے جو پہچان گیا ہے۔ جس کی اشاعت کی گئی ہے۔ جسکو بتایا گیا ہے تو ان مردوں اور شوہروں و خاوندوں کے لئے بھی بالکل اسی طرح سے عورتوں کے لئے حقوق ہیں کہ جس طرح سے مردوں کے حقوق ہیں عورتوں پر۔ لیکن یہ سارے تعلقات جو ہیں شوہر اور بیوی کے تعلقات کے حقوق کے وہ ایک امر کے تحت ہیں۔ ایک اصول کے تحت ہیں۔ اور وہ اصول کیا ہے؟

وللرجال علیھن درجة : شوہر کو اپنی بیوی پر ایک درجہ ایک فضیلت ہے، درجہ کہتے ہیں سیڑھی کو، یعنی اللہ تعالیٰ کی درجہ بندی میں مرد ایک سیڑھی اوپر ہے۔ کیونکہ اس کی ذمے داری ہے کہ عورت کی حفاظت کرے اس میں طاقت ہے اس کی ذمے داری ہے کہ وہ کمائے اور بیوی کو کھلائے جیسا خود کھاتا ہے ویسے ہی اس کو کھلائے جس درجے کا خود پہنتا ہے ویسا ہی پہنائے۔ تو اس وجہ سے اسکو فضیلت دی ہے۔

لیکن اس فضیلت کا مطلب یہ نہیں ہے کہ ان کے حقوق کم کر دیئے بلکہ اس نظام کو قائم کرنے کے لئے ایک درجہ بندی کی ضرورت ہے جس طرح سے حکومت کے نظام کے لئے کہ کون سپاہی ہوگا، کون کوتوال، کون شہر کا کون قاضی اور کون امیر ہوگا، اسی طریقے سے گھر بھی ایک چھوٹا سا نظام ہے۔ چھوٹی سی سلطنت ہے، وہاں یہ بھی کسی کو بنانا ہوگا کہ کون منیجر ہے۔ تو نظام کا مہتمم کون ہے؟ اس ذمے داری کے تحت اللہ تعالیٰ نے اس کو یہ درجہ اور فضیلت عطا

Marfat.com

فرمائی ہے۔: واللہ عزیز حکیم ؕ : مردوں کو فضیلت دینے سے کہیں ایسا نہ ہو کہ شیطان اور نفس تمہارے دل میں یہ ڈالے کہ یہ ہمارے ساتھ زیادہ ہوتی ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے وہ اپنی حکمت کے تحت کرتا ہے۔ اگر اس کی یہ حکمت ہوتی کہ عورتوں کو فضیلت حاصل ہو تو وہ ان کو فضیلت دے دیتا۔ تو اس نے جو نظامِ شریعت مقرر کیا ہے وہ اپنی حکمت کے تحت کیا ہے اس میں کچھ فائدے ہیں جو اللہ تعالیٰ کو معلوم ہیں سوائے ان حکمتوں کے جو سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم تک پہنچا دی ہیں۔ اس لئے انکی تعریف یہ ہے کہ : وعلمه الکتاب والحکمة : کہ وہ اپنی امت کو اپنے صحابہ کرام کو اللہ کی کتاب کی اور حکمت کی تعلیم دیتے ہیں۔

اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حکمت کی تعلیم کیا دی ؟ آپ نے فرمایا کہ اگر اللہ کے علاوہ کسی کو سجدہ جائز ہوتا تو میں تمام بیویوں پر لازم کر دیتا کہ وہ اپنے شوہروں کو سجدہ کریں۔ یہاں ایک۔ لبعول کا مطلب ہے سرداری یعنی نفاذِ نظام۔ کہ عورتوں پر بحیثیت ایک منتظم کے ان پر فوقیت ہے تو بعولتھن یہاں تو شوہر کے معنی میں ہے۔ لیکن لغوی معنی ہیں سردار کے، ناظم کے، ایڈمنسٹریٹر کے، تو اس کا مطلب ہے سردار، مالک، منتظم۔

مرد عورت کے کچھ حقوق مشترک ہیں کچھ علیحدہ علیحدہ ہیں۔ حقوق جو ہیں وہ شرعی بھی ہیں اور اخلاقی بھی۔ ایک وہ حقوق ہیں جن کا نفاذ اسلامی حکام کرتے ہیں ایک وہ حقوق ہیں جو کہ اخلاقی ہیں جس کا معاوضہ اللہ تعالیٰ کے ہاں ہوگا۔ عورت کے

Marfat.com

شرعی حقوق مَرد کے اوپر ۴ قسم کے ہیں۔ پہلا کھانا جیسا وہ خود کھائے ویسا ہی اسے کھلائے، دوسرا کپڑا اپنی حیثیت کے مطابق پہنائے اور حسبِ حیثیت آرام میں رکھے۔ اگر وہ خود ائرکنڈیشنڈ کمرے میں رہتا ہے تو یہ نہیں اسکو کوٹھڑی میں رکھے۔ اور اسے حسبِ حیثیت رہنے کے لیئے مکان دے۔

جیسے آپ کو پتہ ہے حضورؐ صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواجِ مطہرات کے الگ الگ مکان ہوتے تھے اور ابھی بھی سعودی عرب میں یہ رواج ہے کہ ۴ بیویاں ہیں تو چاروں بیویاں الگ الگ مکانوں میں رہتی ہیں اور شوہر انکے پاس باری باری رہتا ہے۔ تو اسے حقِ صحبت دے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا حکم تھا کہ فوج کے سپاہیوں کو ان کی بیویوں سے ۴ ماہ سے زیادہ الگ نہ کیا جائے۔ وہ زیادہ محسن طریقہ ہے جو صحابہ کرام نے اپنایا لیکن شرعی طور پر پوری زندگی میں کم از کم ایک دفعہ صحبت ضروری ہے، اگر نہیں ہوگا تو پھر وہ نکاح باطل ہو جائے گا۔ اس لیئے کہ اللہ تعالیٰ کا سارا مقصد انسان کی افزائش نسل ہے۔

اسی طرح سے مَرد کے عورتوں پر حقوق ہیں۔ عورت کو لازم ہے کہ وہ خود کو اپنے شوہر کے سُپرد کر دے اس کی مَرضی کے متعلق بشرطیکہ کوئی شرعی عذر نہ ہو۔ اگر کوئی شرعی عذر ہے جو اپنے کو اس کے سُپرد کرنے کے مانع ہے تو پھر اسے آزادی حاصل ہے۔ دوسرا مَرد کا حق اسلام نے یہ مقرر کیا ہے کہ عورت پر لازم ہے کہ وہ شوہر کی اِجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ جائے۔ جو عورتیں روٹھ کر بلا اجازت میکے چلی جاتی ہیں وہ شریعت کے خلاف کام کرتی ہیں۔ یا جو مائیں یہاں آتی ہیں دندناتی ہوئی اور گالی گلوچ کرتی ہیں اور لڑکی کو اُٹھا کر لے جاتی ہیں یہ سب غیر شرعی کام ہیں۔

اللہ تعالیٰ نے تو حدود مقرر کی ہیں۔

تیسری بات یہ ہے کہ عورت پر لازم ہے کہ شوہر کی ہر اس بات پر عمل کرے جو شرعی حدود میں ہو۔ حقوق اس شرط پر ہیں کہ مرد بھی عورتوں کے حقوق ان کو دے رہا ہو یہ نہ ہو کہ مرد کے حقوق یہ ہیں کہ وہ اس سے محبت کرے اس کو سکون و آرام دے یہ نہیں کہ مار پیٹ، گالی گلوچ پھر اس کے لئے دوسرے احکام ہیں۔ تو دوسری عورت کی ذمے داری مردوں پر، مردوں کا حق عورتوں پر یہ ہے کہ وہ شوہر کی اجازت کے بغیر اس کے گھر سے نہ جائے۔ تیسرا حق شوہر کا اپنی بیوی پہ یہ ہے کہ عورت پر لازم ہے کہ شوہر کے گھر اُسے نہ آنے دے جس کے آنے سے شوہر ناراض ہو، اس شخص سے تعلقات نہ رکھے جس کی شوہر سے دشمنی یا تعلقات نہیں ہیں۔ اس لئے کہ شوہر اور بیوی کے درمیان جو موافقت کا حکم اللہ تعالیٰ نے نظام قائم کیا ہے وہ اُصولِ موافقت کے خلاف ہے۔ جو نکاح، شادی یا ازدواجی معاشرہ ہے اس کی جو سب سے اہم رکن ہے وہ زوجین کے درمیان میں موافقت ہے۔ تو یہ اصولِ موافقت کے برخلاف ہے کہ بیوی ان سے سماجی تعلقات قائم رکھے ان لوگوں سے جو شوہر سے مخالف ہیں یا شوہر جن کو ناپسند کرتا ہے۔ یہ حقوقِ شرعی ہیں۔

لیکن حقوقِ اخلاقی بے شمار ہیں۔ جو فرائضِ اخلاقی ہیں عورتوں کے مردوں کے لئے کہ وہ مرد کیلئے کھانا تیار کرے۔ بوقتِ ضرورت اس کے کپڑے بھی سی دے یا دھو دے۔ یہ نہیں کہ وہ دھوبن کا کام اس سے لے اس سے مزدوری کراتے۔ اسے ہر طریقے سے راضی کرنے کی کوشش کرے۔ حضرت خواجہ عثمان

Marfat.com

ہارونی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی ایک مجلس میں حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ کو بتایا کہ اگر شوہر کو چوٹ لگ گئی ہو ناک سے خون بہہ رہا ہو اور خون کے ساتھ اگر ناک بھی آجائے اور اس حالت میں اگر عورت اپنی زبان سے اسے صاف کر دے تو بھی شوہر کا حق ادا نہیں ہوتا۔ اطاعت اور محبت کی کوئی انتہا نہیں ہے لیکن ساتھ ساتھ ان کا حق کیا ہے؟ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم جب ناراض ہوتے تھے۔ اپنی ازواج مطہرات میں سے تو صرف یہ کہ گفتگو کم فرما دیتے تھے۔

تو دونوں طرف سے توازن رہے اور اپنے گھر کو آراستہ رکھے۔ یہ اس کا اخلاقی فرض ہے کہ وہ اپنے شوہر کے لئے اپنے کو پُر کشش بنائے۔ بناؤ سنگھار کرے۔ یہ نہیں کہ شوہر سے ناراض رہے بالوں میں کنگھا نہیں کیا کپڑے میلے رکھے شکل ایسی بنی کہ کوئی ایک دوسرے کے لئے رغبت پیدا نہ ہو، یہاں تک کہ شوہر کے حقوق کی اتنی اہمیت دی ہے کہ بیویوں کو یہ حق نہیں دیا کہ بغیر شوہر کی اجازت کے نفلی روزے یا نفلی نمازیں پڑھے۔ اس لئے کہ اس میں اجازت ضروری ہے کہ شوہر کا حق جو ہے اللہ تعالیٰ نے حقوق اللہ اور حقوق العباد کا تعین فرما دیا ہے۔ تو آپ حقوق العباد ختم کر کے حقوق اللہ میں اضافہ نہیں کر سکتے۔ شوہر فرض روزے اور فرض نماز سے نہیں روک سکتا۔ لیکن عورت پر بھی لازم ہے کہ اگر وہ نفلی روزے اور نفلی نمازیں شوہر کے حقوق میں رکاوٹ ہو رہی ہے تو وہ نہ کرے۔ اس کی اجازت سے کرے۔ مرد کے لئے اخلاقی فرائض ہیں کہ وہ اپنی بیویوں کی اپنی عورتوں کی تیمارداری کرے۔ بیماری میں اسکا علاج کرے۔ اس سے شفقت کرے۔

Marfat.com

اِس سے آپ کو اندازہ ہوگا کہ ہم کون کون سے گناہ اور خرابیاں کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا چھٹی کا دن ہوتا ہے، شیو نہیں کرتے بال بکھرے ہوتے ہیں اس طرح سے آپ کا یہ حق ہے کہ عورت آپ کے لئے بناؤ سنگھار کرے خوش شکل رہے پرکشش رہے اسی طرح آپ کا بھی فرض ہے کہ بیوی کے لئے صاف ستھرے رہیں اور قابلِ قبول حالت میں رہیں۔ حضرت عبداللہ ابنِ عباس رضی اللہ عنہ بڑے جلیل القدر صحابی تھے۔ اور ان سے بہت ساری احادیث روایت ہیں اور ہماری فقہ کا بہت بڑا حصہ اِنکا رہینِ منت ہے۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اپنی بیوی کو راضی کرنے کے لئے اچھا لباس پہنتا ہوں۔ کیونکہ وہ اگر بہ میلے کچیلے کپڑوں میں بُری لگتی ہو تو میں کب اسے میلے کچیلے کپڑوں میں اچھا لگوں گا۔ تو جو حق مَیں اپنی بیوی سے طلب کرتا ہوں وہی حق اسے ادا کرتا ہوں۔

سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث مبارکہ ہے کہ "اگر تم قیامت میں مجھ سے قُرب چاہتے ہو تو اپنی بیویوں کو راضی رکھو"۔ ہم سب اس معاملے میں انتہائی بد احتیاط ہو جاتے ہیں اپنی فوقیت و فضیلت کے غرور میں۔ اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے اور ہماری زیادتیوں کو معاف فرمائے جہاں ہم نے عورتوں کے ساتھ کوئی زیادتی کی ہو ہم سب سے یہ ہو جاتا ہے۔ بہت ہی کم لوگ ایسے ہونگے جو کہ بہت ہی نیک مزاج ہوتے ہیں۔ تو فرمایا کہ اگر تم قیامت میں مجھ سے قرب چاہتے ہو تو اپنی بیویوں کو راضی رکھو کتنی بڑی ذمے داری معاشرتی اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعے عائلی ذمے داری ہم پر نافذ کی ہے یہ بھی فرض

Marfat.com

ہے کہ بیوی کو راضی کرنے کے لئے اس کے میکے والوں اور سہیلیوں سے اچھا سلوک کرو اور جیسے ہمارے تمام دینی مسئلوں میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اسوۂ حسنہ پیش کیا ہے، اپنی بیوی کی سہیلیوں کے ساتھ اچھے سلوک کی بھی بہترین مثال پیش کی۔

جب حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا کا وصال ہو گیا تو اس کے بعد آپ ہر سال انکے نام پہ ایک قربانی دیا کرتے تھے۔ اور اس کا گوشت انکی تمام سہیلیوں کو بھیجا کرتے تھے کہ اس طرح سے وہ اپنی زندگی میں اپنی سہیلیوں کو گوشت بھیجا کرتی تھیں تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی انکے نام کی قربانی کیا کرتے تھے اور اس قربانی کے گوشت کو انکی سہیلیوں میں تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ اتنا اہم ہے بیوی کے اعزاء و اقرباء اور ان کی سہیلیوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا۔ چہ جائیکہ عورتوں کے ساتھ بدسلوکی کی ہے۔

اب مرد کی فضیلت کے متعلق بزرگان دین نے جو لکھا ہے جو شرعی احکام ہیں وہ عرض کروں گا۔ اللہ تعالیٰ کی جو حکمت ہمیں نظر آتی ہے۔ ازدواجی نظام کیلئے مردوں کی فضیلت بیان کرتا ہوں۔ ایک تو مرد ہمیشہ نماز روزہ ادا کرتا ہے۔ تو اسکی صلاحیت عبادت صلاحیت قربِ الٰہی اس سے زیادہ ہے۔ میں قبل اس کے کہ مردوں کی فضیلت کے بارے میں بیان کروں یہ ایک جنسی فضیلت ہے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر مرد ہر عورت سے صاحبِ فضیلت ہے۔ ایسا نہیں ہے۔ مثلاً حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا بہت سارے صحابہ کرام و اولیاء اللہ پر فضیلت رکھتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اشرف المخلوقات کیا ہے کہ انسان بحیثیت ایک گروہ کے اللہ کی دوسری مخلوق سے افضل ہے۔

Marfat.com

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ ابو جہل جو ہے وہ حضرت جبرئیل علیہ السلام سے فضیلت لے گیا تو یہ فضیلت قطعی نہیں ہے یہ ایک خاص حوالے سے ہے یعنی شوہر اور بیوی کے معاملے میں، تو پہلی بات تو یہ ہے کہ مرد ہمیشہ نماز و روزہ ادا کر سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ اُمت کا اور فضیلت کا معیار کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کا قرب اللہ تعالیٰ کا تقویٰ تو اس میں صلاحیت ہے تو صلاحیت کو بروئے کار لائے اور مرد اگر بے نمازی ہو اور اسکی بیوی مومنہ ہو اور نمازی پرہیزگار ہو بزرگ ہو اس کو شوہر کے اوپر اللہ تعالیٰ نے فضیلت دی۔

دوسری فضیلت کی بات یہ کہ مرد پر جہاد فرض ہے عورت پر جہاد فرض نہیں ہے۔ تیسرا یہ کہ مرد میراث میں دُگنے کا حقدار ہے، باپ کی جائداد میں بیٹے کے دو حصے اور بیٹی کا ایک حصہ۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی حکمت یہ ہے کہ بیٹے پر دوسرے انسانوں کے حقوق واجب ہوں گے؛ بیوی کے بچوں کے وغیرہ، تو اس کی مالی ضروریات کے حساب سے اس کی میراث مقرر کی گئی ہے۔ دو عورتوں کی گواہی ایک مرد کے برابر ہے۔ اس لئے کہ اس طرح سے یہ نہیں کہہ سکتے کہ ہر عورت کو ہر مرد پر فضیلت ہے۔ اس طرح سے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ ہر عورت کی یادداشت کمزور ہے۔ لیکن فطری طور پر بحیثیت ایک جنس کے مردوں کی یادداشت زیادہ بہتر ہے وہ اہم چیزوں کو یاد رکھتے ہیں کیونکہ ان کو نظام کاروبار کرنا پڑتا ہے لہٰذا اہم چیزوں کو یاد رکھنے کی انکو عادت ہوتی ہے۔ اس وجہ سے ایک مرد کی گواہی معتبر ہے ایک عورت کے لئے کم اَز کم دو ہونا چاہئیں تاکہ واقعی تصحیح ہو جائے۔

Marfat.com

تیسری بات یہ کہ مرد چار بیویاں رکھ سکتا ہے۔ عورت کو اللہ تعالیٰ نے یہ حق نہیں دیا ہے۔ اس لئے کہ اس میں یہ نہیں پتہ لگتا کہ اولاد کس کی ہے۔ بعض حدود یعنی شرعی سزاؤں میں اللہ تعالیٰ نے عورتوں کی گواہی معتبر کردی ہے، انکے دِل میں رحم جلدی آجاتا ہے تو وہ ظالم کو معاف کرسکتی ہیں اس کے لئے وہ حق کو چھپاسکتی ہیں، ہمدردی کے جذبے کے تحت تو اس وجہ سے رحم میں شرعی حدود کے معاملہ میں عورتوں کی گواہی غیر معتبر ہے۔

پھر یہ کہ مَرد اکیلا حج کرسکتا ہے۔ عورت بغیر محرم کے نہیں کرسکتی۔ نبوّت، امامت اور حکومت اور شہ سواری اللہ تعالیٰ نے مَردوں کے لئے مخصوص فرمائی ہیں، کوئی عورت نبی نہیں ہوسکتی۔ ولی اللہ ہوسکتی ہے۔ حضور شاہ افضل سرکارؒ فرماتے تھے کہ " اللہ کے نزدیک طریقت کے اندر مَرد وہ ہے جو اللہ کے قریب ہوچاہے وہ عورت ہو یا مَرد"۔ تو عورت اگر مَردِ حق ہے تو دوسرے مَردوں پہ اِس کو فضیلت ہے جو نہیں ہیں طریقت کے راستے پہ۔ جس طرح سے یادداشت سے متعلق ہے ویسے ہی عقل۔ عقل کس چیز سے بڑھتی ہے عقل وعلم انسانی تجربوں اور مشاہدے سے بڑھتی ہے۔ مَرد چونکہ گھر سے باہر رہتا ہے اسے پوری زندگی میں تجربات اور مشاہدات کا زیادہ موقع ملتا ہے اِسس وجہ سے وہ زیادہ ذی شعور اور ذی عقل ہوتا ہے۔

بعض عورتیں عقل میں مَردوں سے کہیں زیادہ عاقل ہوسکتی ہیں علم میں، حکمت میں تعلیم میں اِس سے کہیں زیادہ ہوسکتی ہیں۔ یہ استثناء ہے یہ اللہ تعالیٰ نے جو قوانین بنائے ہیں وہ اموی قوانین ہیں اموی عوامل کے حساب سے

Marfat.com

بنائے ہیں۔ مِنْ حَیْثُ الْقَوْم عورتیں کو تجربات اور مشاہدات کا کم موقع ملتا ہے۔ لہٰذا علم، عقل و حکمت انکی اس درجے پہ نہیں ہوتی جس پہ مَردوں کی ہوتی ہے۔ اور اسی وجہ سے اِن کو فضیلت ہے اور فضیلت کا مطلب ہے زیادہ ذمے داری، انتظام کی، یہ شرعی فضیلت ہے۔ کچھ تکوینی فضیلت ہے۔ تکوینی فضیلت یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کو تو عورت سے نہیں پیدا کیا اللہ تعالےٰ نے جیسے ہمیں پیدا کیا اور عورت کو حضرت آدم علیہ السلام سے پیدا کیا گیا مَرد سے پیدا کیا گیا یہ تکوینی فضیلت ہے۔

مَرد کے ذمے عورت کا خرچہ ہے نہ کہ عورت کے ذمے مَرد کا خرچہ۔ مَرد کو طلاق کا حق ہے نہ کہ عورت کو، اور عورت کو حق نہیں دیا گیا بلکہ اس کو "آپشن" دیا گیا ہے کہ اگر وہ اپنا مہر ادا کر دے یا اپنا فدیہ ادا کر دے تو اس سے علیحدگی اختیار کر لے۔ اِن آیات کے کچھ اُصول و فوائد ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ عدتِ طلاق میں سوگ ضروری ہے۔ اس میں خوشی کا اظہار نہیں ہونا چاہیئے کہ اس لئے کہ ازدواجی تعلقات کی نوعیت ایسی ہے کہ شوہر کا انتقال ہو گیا ہو تو بناؤ سنگھار کی اجازت نہیں ہے۔ دوسرا یہ کہ عدت میں نکاح کسی قدر قائم رہتا ہے۔ بعُولہ جو کہا ہے۔ سرداری جیسے کہتے ہیں : Pre-Emptive Right جس سے مراد ہے کہ عِدّت کے زمانے میں بھی مرد کا حق رجوع قائم رہتا ہے۔

تیسرا اُصول یہ بنا کہ طلاق کی عِدّت حیض سے ہے نہ کہ طُہر سے اور بہت سارے صحابہ کرام جیسے حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما، مجاہد حسن عکرمہ، عمرو بن مینار، امام الوزاعی، ابن ابی لیلیٰ، سفیان ثوری اِن سب کا تفسیر کبیر

Marfat.com

ہیں اور تفسیرِ معانی میں یہ ہے کہ طہر سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ تیسری بات یہ کہ آیت میں تین طہر کا حکم ہے۔ حیض کی حالت میں طلاق جائز نہیں ہے۔ منع کیا ہے کسی صحابی نے کر دیا تھا تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے منع فرمادیا اور فرمایا کہ جب وہ پاک و طاہر ہو تم اس کی طرف رجوع کر سکتے ہو۔ اور اس وقت آپ اس سے علیحدگی اختیار کریں تو وہی جائز یا طلاق ہوگا۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ بیوی طلاق کے وقت حاملہ ہے یا نہیں ہے اصلی مقصد یہ ہے کہ اللہ کی مخلوق آرہی ہے اس کی وراثت کا تعین ہے۔

چوتھا فائدہ: اُصول یہ ہے کہ عِدت کی مدّت کے تعین میں عورت آخری لفظ ہے۔ مرد نہیں فیصلہ کر سکتا کہ عِدت کب پوری ہو گی۔ محلِ حیض اور عِدت کے معاملے میں عورت کی بات ہی مانی جائے گی شرعی طور پر اس لئے کہ عورت ہی کو حکم ہے کہ وہ اپنے رحم کی بات نہ چھپائے۔ اَب اس سلسلے میں کچھ مسائل ہیں وہ میں آپ کو بتا دیتا ہوں کہ جس کو خلوت سے پہلے طلاق دے دی جائے اس پر عِدت واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ ایسا ہی ہے جیسے کہ شادی نہیں ہوئی۔ حاملہ کی عدت وضعِ حمل تک ہے۔ غیر حائضہ بچی اور بوڑھی کی مدت تین ماہ ہے۔ آزاد منکوحہ کی عدت تین حیض ہے اور منکوحہ لونڈی کی دو۔

پانچواں یہ کہ بالغہ عورت کے نکاح کیلئے ولی کی ضرورت نہیں ہے وہ آزاد ہے تو یہ انسانی بشری کمزوری ہے اس کا نفس اور اس کا شیطان ہر وقت اس کے ساتھ لگا رہتا ہے۔ انسان کو چاہیئے کہ ایسی بات منہ سے نہ نکالے جس سے واپسی ناممکن ہو۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کو آسان فرمایا،

Marfat.com

انتہائی مشکل جذباتی لمحات میں بھی اگر کوئی ایسی لغزش ہو جائے اس میں بھی واپسی کا ایک راستہ بنایا ہے لیکن وہ لوگ اللہ تعالیٰ کی رضا اور منشاء کے خلاف عمل کرتے ہیں۔ جو اپنے تعلقات میں اور اپنے گفتار میں واپسی کا کوئی راستہ نہیں چھوڑتے۔

انشاءاللہ تعالیٰ اگلی مجلس میں پھر طلاق کے احکامات آپکی خدمت میں پیش کریں گے۔ اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل وکرم فرمائے۔ اللہ تعالےٰ ہمیں ازدواجی، عائلی اور خاندانی رشتوں کا احترام کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ شیطان اور نفس سے ہمیں محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ اپنا فضل وکرم فرمائے اور ہمیں انصاف کرنے کی توفیق عطا فرمائے ہمیں تحمل عطا فرمائے۔ ہمیں تواضع عطا فرمائے، اللہ تعالیٰ ہمیں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی توفیق عطا فرمائے اور اپنے احکام کی اطاعت عطا فرمائے اور نیک کاموں کی توفیق عطا فرمائے برے کاموں سے محفوظ فرمائے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہمارے ذمے جو حقوق ہیں یا عورتوں کے ذمے مردوں کے حقوق ہیں ان کو ادا کریں۔ اس کے راستے میں شیطان اور نفس کے شر سے ہمیں محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے خاندانوں کو خوشیاں نصیب فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری بچیوں کو ایسا گھر نصیب فرمائے جہاں وہ خوشی اور عزت وآبرو کے ساتھ رہ سکیں۔ دین وایمان کے ساتھ رہ سکیں۔

آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

Marfat.com

پارہ سیقول سورہ بقرہ
آیات نمبر ۲۲۸ تا ۲۳۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ
ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ
يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ
كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَ
بُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ فِيْ ذٰلِكَ اِنْ
اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ۭ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ
عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۠ وَلِلرِّجَالِ
عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ۭ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۲۲۸
اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۠ فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ
اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ ۭ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ

Marfat.com

اَنۡ تَاۡخُذُوۡا مِمَّاۤ اٰتَیۡتُمُوۡهُنَّ شَیۡـئًا
اِلَّاۤ اَنۡ یَّخَافَاۤ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ؕ
فَاِنۡ خِفۡتُمۡ اَلَّا یُقِیۡمَا حُدُوۡدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا
جُنَاحَ عَلَیۡهِمَا فِیۡمَا افۡتَدَتۡ بِهٖ ؕ
تِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ فَلَا تَعۡتَدُوۡهَا ۚ
وَمَنۡ یَّتَعَدَّ حُدُوۡدَ اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ
هُمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿۲۲۹﴾ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا
تَحِلُّ لَهٗ مِنۡۢ بَعۡدُ حَتّٰی تَنۡكِحَ زَوۡجًا
غَیۡرَهٗ ؕ فَاِنۡ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡهِمَاۤ
اَنۡ یَّتَرَاجَعَاۤ اِنۡ ظَنَّاۤ اَنۡ یُّقِیۡمَا حُدُوۡدَ
اللّٰهِ ؕ وَتِلۡكَ حُدُوۡدُ اللّٰهِ یُبَیِّنُهَا
لِقَوۡمٍ یَّعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۰﴾

اور طلاق والیاں اپنی جانوں کو روکے رہیں تین حیض تک، اور انہیں حلال نہیں کہ چھپائیں وہ جو اللہ نے ان کے پیٹ میں پیدا کیا، اگر اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتی ہیں، اور ان کے شوہروں کو اس مدت کے اندر ان کے پھیر لینے کا حق پہنچتا ہے اگر ملاپ چاہیں، اور عورتوں کا بھی

Marfat.com

حق ایسا ہی ہے جیسا ان پر ہے شرع کے موافق اور مردوں
کو ان پر فضیلت ہے۔ اور اللہ غالب حکمت والا ہے ﴿۲۲۸﴾
یہ طلاق دو بار تک ہے پھر بھلائی کے ساتھ روک لینا ہے
یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دینا ہے، اور تمہیں روا نہیں کہ جو کچھ
عورتوں کو دیا اس میں سے کچھ واپس لو مگر جب دونوں کو
اندیشہ ہو کہ اللہ کی حدیں قائم نہ کریں گے، پھر اگر تمہیں خوف
ہو کہ وہ دونوں ٹھیک انہی حدود پر نہ رہیں گے تو ان پر
کچھ گناہ نہیں اس میں جو بدلہ دے کر عورت چھٹی لے، یہ
اللہ کی حدیں ہیں ان سے آگے نہ بڑھو اور جو اللہ کی حدوں
سے بڑھے تو وہی لوگ ظالم ہیں۔ ﴿۲۲۹﴾ پھر اگر تیسری طلاق
اسے دی تو اب وہ عورت اُسے حلال نہ ہوگی جب تک
دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے، پھر وہ دوسرا اگر اسے
طلاق دے دے تو ان دونوں پر گناہ نہیں کہ آپس میں
مل جائیں اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے، اور
یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانش مندوں
کے لئے۔ ﴿۲۳۰﴾

یہ جو آیات میں نے ۲۲۸، ۲۲۹۔ اور ۲۳۰ کی تلاوت کی ہے۔ پہلی

Marfat.com

آیت جیسا کہ پچھلی نشست میں عرض کیا تھا۔ طلاق رجعی کے متعلق احکامات تھے۔ مردوں کے عورتوں پر حقوق اور عورتوں کے مردوں پر حقوق کا ذکر کیا تھا، مردوں کی فضیلت کا ذکر کیا تھا۔ عدت کی مدت کے متعلق احکام آئے تھے۔

اب جو ۲۲۹ ویں آیت ہے اس میں مردوں کو احکامات دیئے جا رہے ہیں کہ ان پر طلاق و رجعت کے سلسلے میں کیا فرائض عائد ہوتے ہیں اور آیت نمبر ۲۳۰ میں یاد دہانی کی جا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے شرعی حدود مقرر کر دیئے ہیں تو تمہیں حدود کے اندر رہنا ہے۔ اور ان حدود میں عورتوں کے حقوق کا بھی ذکر ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہ جو آیت ہے اس میں تین باتیں اللہ تعالیٰ نے فرمائی ہیں۔ "الطلاق مرتٰن" طلاق باری باری کر کے دو دفعہ دینا ہے طلاق رجعی اس لئے کہ اگر تین دفعہ ہو گیا تو پھر وہ مغلظہ ہو گیا اور پھر بغیر حلالہ عورت حرام ہو جاتی ہے اور جیسے کہ میں نے پچھلی محفل میں عرض کیا تھا کہ ایک بار تین طلاق دینا حرام ہے لیکن اگر کسی نے ایسا کر دیا تو وہ طلاق لازم ہو جاتی ہے، عورت حرام ہو جاتی ہے۔

اور اگر یہ ہوتا کہ تین دفعہ دینے کے بعد ہی ایک دفعہ کاؤنٹ ہوتا چونکہ وہ حرام ہے تو پھر وہ شخص ظالم نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے ایسے لوگوں کو ظالم کہا ہے جو ایک ساتھ مگر موقع دیئے رجعت کا اصلاح احوال کا جو ایک ساتھ طلاق دے دیتے ہیں کچھ لوگوں نے غلط فہمیوں میں اور صحابہ کرام نے بھی کیا ہے

Marfat.com

ایسا۔ میں آگے بتاؤں گا حضرت امام حسنؑ علیہ السلام نے بھی کیا ہے ایسا کہ ایک بار تین طلاق دیدی تھی۔ تو ایک بات تو یہ ہے کہ الگ الگ دو دفعہ طلاق دیں تاکہ اپنے لئے صلح اور اصلاح کا راستہ قائم رہے اور صلح نہ ہو تو تیسری طلاق دے دیں۔

دوسری بات کیا ہے: فامساك بمعروف: امساک کہتے روکنے کو پھر اس کے بعد تمہیں چاہیئے کہ یا تو دستور کے مطابق شریعت کے مطابق اس کو اپنے پاس روک لو: او تصریح باحسان: نہیں اگر رجعت کرنا چاہتے کسی وجہ سے تو اس کو نیکی کے ساتھ رخصت کرو۔ میں آگے بتاؤں گا کہ طلاق کے بعد وہ عورت غیر عورت ہے ایک غیر عورت جس سے آپ کا تعلق نہیں رہ گیا اس کی غیبت کرنا یا اس کی برائی کرنا یہ اسلام میں حرام اور منع ہے۔ ہمارے ہاں جہالت کی وجہ سے وہ یہ کرتے ہیں کہ طلاق کا مقدمہ دائر کرتے ہیں تو اس میں سو قسم کے الزام مرد لگاتے ہیں اور اگر عورت خلع چاہتی ہے تو سو قسم کے الزام۔ اس کی اجازت نہیں ہے۔

اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک دوسرے کا لباس بنایا ہے پردہ پوشی کیلئے جو بیوی کے راز ہیں وہ شوہر اور آپ لوگوں میں افشا نہ کرے جو شوہر کے راز ہیں وہ بیوی افشا نہ کرے۔ تو طلاق کے بعد اس کی انتہائی احتیاط ہے۔ میں آپ کو بتاؤں گا ایک بزرگ کا قصہ۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ علیحدگی ہی کرنی ہے تو نیکی کے ساتھ احسان کے ساتھ یا تو اسے واپس لے لے رجوع کرلے اور یا نہیں تو اسکو نیکی کے ساتھ بھلائی کے ساتھ رخصت کرے۔

تیسری بات جو اللہ تعالیٰ نے بتائی اس میں : ولا یحل لکم ان تاخذوا : تمہارے لئے یہ حلال نہیں ہے کہ تم واپس لے لو۔ مما اتیتموھن شیئا : تم نے جو کچھ ان کو دیا، کوئی چیز اس کو ہبہ کیا ہے، دیا ہے، مہر یا دوسری چیزیں یا کوئی جائیداد اس کے نام کر دی ہے، تو تمہارے لئے مناسب نہیں ہے یا حلال نہیں ہے کہ تم جب علیحدہ کرو تو سب کچھ اس سے چھین لو۔

الا ان یخافا الا یقیما حدود اللہ : اب یہاں سے خلع کے احکامات آ رہے ہیں کہ سوائے اس کے کہ اگر تم کو یہ خوف ہو کہ تم دونوں اللہ کی حدود قائم نہیں کر سکو گے یعنی تم اپنی بیوی کا حق ادا نہ کر سکو گے اور بیوی تمہارا حق ادا نہ کر سکے گی تم صلح و آشتی سے نہیں رہ سکو گے : فان خفتم : پس اگر تم ڈرتے ہو : الا یقیما : کہ تم نہیں قائم رکھ سکو گے : حدود اللہ : اللہ کی حدود۔ اللہ تعالیٰ کے شرعی احکام۔ حد کہتے ہیں کہ تم اس کے آگے نہیں بڑھ سکتے۔ اس کا مطلب ہے کہ گناہ و ثواب کے درمیان میں حق قائم کرنا۔

اگر تم سمجھتے ہو کہ اللہ کی حدود قائم نہیں کر سکو گے : فلا جناح علیھما فیما افتدت بہ : تو پھر گناہ نہیں ہے تم دونوں پر، کہ کوئی فدیہ دے کر علیحدہ ہو جاؤ۔ یہ عورتوں کے لئے حکم ہے خلع کی صورت میں ان کو یہ حق حاصل ہے۔ خلع اس وقت تک نہیں ہوتا جب تک شوہر طلاق

Marfat.com

نہ دیدے۔ خلع میں عورت Request کرتی ہے اور شوہر نے جو مہر دیا ہے یا کچھ حبہ کیا ہے وہ اس سے لے، اس سے زیادہ نہیں ہونا چاہیئے۔ خلع کا فدیہ تو شرعاً طور پر جائز ہے لیکن وہ اَحسن نہیں ہے۔

لیکن خلع کے لئے طلاق کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ یہ طلاق خلع ہے۔ صرف خلع کہنے سے طلاق نہیں ہوتی۔ تو یہ اللہ کی طرف سے مقرر کردہ تمہارے لئے حدود ہیں شرعی اور تم اُس سے آگے نہ بڑھو: ومن يتعد حدود الله: اور جو کوئی اللہ کی حدود سے آگے بڑھتا ہے اسکی خلاف ورزی کرتا ہے: فاولئك هم الظلمون ٥: پس یہ لوگ ظالم ہیں، گناہ گار ہیں۔ اللہ کی حدود سے آگے نکلنا شرعی حدود سے آگے نکلنا گناہ ہے۔ تو آپ نے دیکھا کہ یہ پچھلی آیت ۲۲۸ ,اور ۲۲۹ ,دونوں میں ایک باہمی تعلق ہے۔

اس باب میں سب سے زیادہ مسئلے اور حدیثیں اُمّہات المؤمنین میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے ذریعے سے ہمیں پہنچی ہیں اور اس کے بعد حضرت امِ سلمہ رضی اللہ عنہا سے، تو ایک عورت نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے جاکر عرض کیا کہ یا امّ المومنین! میرے شوہر نے مجھے یہ دھمکی دی ہے کہ میں تجھے طلاق دیتا رہوں گا اور رجوع کرتا رہوں گا۔ اور جب عدت ختم ہو رہی ہوگی تو میں پھر رجوع کر لوں گا۔ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا انتہائی احتیاط فرماتی تھیں کہ وہ اپنے سے کسی مسئلے کا حل پیش کریں۔ آپ نے خاموشی اختیار کی پھر جب سرکارِ دوعالم ﷺ

Marfat.com

تشریف لائے تو ان سے عرض کیا کہ ایک عورت آئی تھی اس نے مجھ سے یہ کہہ دیا۔ اس واقعہ کے بعد اس آیت کریمہ کا پہلا حصہ : الطلاق مرتن ص فامسال بمعروف او تسریح باحسان ط : یہ حصہ نازل ہوا کہ طلاق دو دفع کریں اور یا تو دستور کے مطابق عزت و آبرو کے ساتھ اسکو رکھیں یا احسان کے ساتھ اسکو رخصت کریں۔ یہ نہیں ہو سکتا کہ طلاق کے بعد بار بار طلاق دیں اور بار بار اس کو تنگ کریں۔

اس واقعہ سے یہ پہلا حصہ جو ہے : الطلاق مرتن.... باحسان ط اس کے بعد ایک اور واقعہ ہوا، جمیلہ بنتِ عبداللہ بن ابی خاتون تھیں وہ حضرت ثابت ابن قیس رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں اور ان میں اکثر جھگڑا ہوتا تھا وہ اپنے شوہر سے سخت نفرت کرتی تھیں، بعض روایات میں ہے کہ ان کے شوہر نے ان کو اتنا مارا کہ ان کی ہڈی ٹوٹ گئی اس وجہ سے اس نے اپنے شوہر سے اتنی نفرت شروع کر دی۔ بہر حال وہ روایت زیادہ معتبر نہیں ہے تفسیر کی کتابوں میں۔

ایک دفعہ وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اپنے شوہر حضرت ثاقب ابن قیس رضی اللہ عنہ کی شکایت لے کر آئیں اور کہا کہ میں ان کے ساتھ کسی صورت میں جانے کے لئے تیار نہیں، لہٰذا آپ علیحدگی کرا دیں۔ جب کسی طریقے سے بھی وہ جانے کے لئے راضی نہ ہوئیں تو حضرت ثاقب رضی اللہ عنہ کو طلب کیا گیا اور سارا واقعہ ان کو بتایا گیا کہ تمہاری بیوی کو تم سے شکایت ہے وہ تم سے سخت ناراض

Marfat.com

ہے وہ تمہارے ساتھ رہنے کے لئے تیار نہیں ہے اور تم ان کو طلاق دیدو۔ انہوں نے عرض کیا کہ یا حبیب اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں نے ان کو ایک باغ دیا ہے شادی کے بعد اگر یہ مجھ سے علیحدگی چاہتی ہے تو میرا باغ واپس کر دے میں ان کو آزاد کر دوں گا۔

جمیلہ بنت ابن عبداللہ نے کہا کہ مجھے یہ شرط منظور ہے بلکہ یہ مجھ سے اس باغ کے علاوہ اور بھی کچھ لے سکتے ہیں میں اس سے زیادہ دینے کیلئے تیار ہوں تب یہ اس آیت کا باقی حصہ نازل ہوا کہ : ولا یحل لکم مما... حدود اللہ کہ تم واپس نہیں لے سکتے کوئی چیز دی ہوئی۔ اس میں مسئلہ یہ ہے کہ اگر طلاق اس وجہ سے ہے کہ شوہر ظالم ہے تو پھر وہ کسی صورت میں کچھ واپس نہیں لے سکتا۔ اگر طلاق یا خلع اس وجہ سے ہو رہی ہے کہ عورت ظالم ہے وہ نہیں رہ سکتی۔ حدیث اور روایت میں جو ہے وہ اس طرح کے جو واقعات آئے ہیں عورتوں نے بھی اپنے شوہروں پہ ظلم کیا ہے۔

ایک ولی اللہ تھے ان پر ان کی بیوی بہت ظلم کرتی تھی۔ میں نے پچھلی دفعہ آپ کو سنایا تھا کہ بہت زیادہ ان کی بیوی ان پر ظلم کرتی تھی جب بیوی کا انتقال ہوا تو ولی اللہ نے چین کا سانس لیا اور کہا کہ اب میں کسی شرط پر دوسری شادی نہیں کروں گا۔ اس پر انہوں نے خواب دیکھا کہ ان سے کہا جا رہا ہے کہ اب تم منحوس ہو گئے ہو، پہلے تمہارے اعمال ملائکہ اوپر لے کر جاتے تھے اب تمہارے اعمال کی رسائی نہیں ہے اب ایسا نہیں ہوتا اس لئے کہ پہلے تم صبر کرتے تھے

ظلم پر اور وہ عمل اللہ تعالیٰ کے ہاں پسندیدہ تھا۔

انہوں نے اس ڈر کے مارے کہ اب پھر مجھ پر ظلم نہ ہو شادی سے سُنّت نبوی ﷺ سے انکار کر دیا۔ پھر انہوں نے دوسری شادی کی تو یہ دوسرا حصہ جو ہے : ولا یحل لکم.... یخافا سے لے کر ظالمون ۝ : یہ بقیہ پورا حصہ آخر تک کا یہ اس واقعہ کے بعد نازل ہوا۔ سرکارِ دو عالم ﷺ نے یہ فرمایا کہ زیادتی کی ضرورت نہیں ہے صرف ان کا باغ واپس کر دو۔ ایسی طلاق جو عورتیں مہر واپس کر کے یا اور کچھ فدیہ یا اس کے برابر زیادہ دے کر کے شوہر کو طلاق کے لئے راضی کر لیں اس کو شرعی طور پر یہ خلع کہتے ہیں اور اسلام کے اندر حضرت ثابت بن قیس رضی اللہ عنہ کا طلاقِ خلع پہلا واقعہ ہے۔

جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ مرتان کا مطلب ہے باری باری دو جیسے جنتان : ومن دونھما جنتان ۝ : جیسے عدتیں : عادت۔ اِمساک کا مطلب ہے روکنا یہ طلاق کا متضاد ہے : تصریحٌ باحسان : احسان کے ساتھ نیکی کے ساتھ آزاد چھوڑ دو۔ الگ ہو جاؤ۔ یہ جو حکم ہے : فلا یحل لکم ان تاخذو : یہ مردوں کو حکم ہے۔

اس آیۂ مبارکہ کے کچھ شرعی اصول ہیں کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات، پہلا اصول یہ ہے کہ اپنی مطلقہ بیوی کی غیبت نہ کرو، اور اس کے ظاہری و پوشیدہ عیب ظاہر نہ کر۔ اکثر طلاق کی درخواست میں ایک دوسرے پر الزامات لگائے جاتے ہیں یہ طریقہ غیر شرعی ہے۔ لڑنے میں بھی شرعی حدود کو مدنظر رکھنا ضروری ہے

Marfat.com

اس لئے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : او تسریح باحسان : علیحدگی میں بھی نیکی ضروری ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ جیسے یہاں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ : الطلاق مرتان : اس کا مطلب یہ ہے کہ طلاق علیحدہ علیحدہ ہونی چاہیئے۔ تینوں طلاق کو اکٹھا دینا حرام طریقہ ہے اور طلاقِ رجعی میں بھی جس میں رجوع کا حق ہوتا ہے اس میں بھی الگ الگ ہونا چاہیئے۔ اگر تین حرام طلاق دے دیں تو وہ حرام تو ہوگا لیکن اس کا اطلاق ہو جائے گا وہ بیوی حرام ہو جائے گی بغیر حلالہ کے۔

تیسرا اصول جو ہوا وہ یہ کہ شوہر بیوی کو یا بیوی شوہر کو جو کچھ دے وہ طلاق کے وقت ایک دوسرے سے واپس نہ لے۔ لیکن صرف خلع کی صورت میں بیوی جو ہے وہ فدیتاً شوہر کو مہر یا اس سے زیادہ دے سکتی ہے۔ ایک اس سے یہ اصول بھی وضع ہوا کہ دفع ظلم کے لئے رشوت جائز کر دی گئی جیسے کہ اگر موت کا ڈر ہو تو حرام کھا کر زندہ رہ سکتے ہیں۔ اسی طریقے سے اگر یہ خطرہ ہے عورت کو کہ شوہر اس پر ظلم کرے گا تو وہ فدیہ دے کر اپنی جان چھڑا سکتی ہے۔

چوتھا اصول یہ ہے یہ شامی کا فتویٰ ہے کہ دفعِ ظلم کے لئے رشوت دینا جائز ہے۔ مہر سے زیادہ پر خلع نہ کیا جائے۔ یہ اصول ہے حرام نہیں کیا اللہ تعالیٰ نے لیکن بہتر یہ ہے کہ نہ لیا جائے۔ اس لئے کہ یہاں یہ جو حکم ہے اس میں کوئی حد نہیں مقرر کی ہے : فلا جناح علیھما فیما افتدت بہٖ : یہاں بدلے کے طور پر عورت خلع کے لئے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے کہ وہ مہر

کے برابر ہو۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت جو ہے ان کا جو پسندیدہ طریقہ ہے وہ یہ کہ جو کچھ ھبہ کیا ہے یا جو کچھ مہر دیا ہے وہی واپس کیا جائے اس سے زیادہ شوہر ڈیمانڈ نہ کرے۔ خلع بھی طلاق ہے۔ یہ Dissolution of Maraige (تنسیخ نکاح) نہیں ہے۔ لیکن وہ طلاق جو عورت کی درخواست پر ہو۔ عورت خود اس سے درخواست کرے اور وہ احسان کے ساتھ الگ ہونے کے لئے راضی ہو جائے۔

ایک بزرگ کے گھر میں ہمیشہ جنگ رہتی تھی۔ لوگوں نے وجہ پوچھی کہ آپ کے گھر میں بیوی سے لڑائی کیوں ہوتی رہتی ہے تو انہوں نے کہا کہ تمہیں میرے خانگی معاملات سے یا میرے اور میاں بیوی سے تمہیں کیا سروکار ہے؟ کچھ دنوں کے بعد انہوں نے تنگ آکر طلاق دے دی۔ لوگوں نے کہا کہ اب تو بتاؤ کیوں طلاق دے دی کیا وجہ تھی؟ کیوں لڑتے تھے تم؟ انہوں نے کہا کہ غیر عورت کی عیب جوئی سے مجھے کیا سروکار ہے۔ ایک دم طلاق دینے کے متعلق کچھ روایات ہیں۔ طبرانی اور بیہقی میں، اور اس سے انہوں نے یہ ثابت کیا ہے کہ کسی نے ایک دم طلاق دیدی تو طلاق ہو جائے گی اور انہوں نے حضرت امام حسن ابن علی رضی اللہ عنہ کا ایک واقعہ بیان کیا۔

حضرت امام حسن رضی اللہ عنہ نے اپنی بیوی عائشہ خشامیہ کو ایک دم تین طلاقیں دے دیں جب بیوی کو خبر ملی تو وہ بہت روتی رہیں، اس پر آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ میرے والد نے حضور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہ سنا ہوتا کہ اگر کوئی ایک دم تین طلاقیں

Marfat.com

دیدے تو بیوی بغیر حلالہ کے جائز نہیں تو میں رجوع کر لیتا۔ اس روایت کی بناء پر بیہقی اور طبرانی نے یہ فتویٰ دیا کہ وہ ہو جاتی ہے۔ حضرت ابو ہریرہ اور حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، جو جلیل القدر صحابی ہیں انہوں نے ہماری شریعت کی تدوین میں بڑا اہم کردار ادا کیا ہے۔ بہت ساری حدیثیں ہیں جو ان سے روایت ہیں۔ ابن ماجہ میں ہے کہ حضرت فاطمہ بنت قیس رضی اللہ عنہا کو ان کے شوہر نے تین طلاقیں دیں اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُن کو جائز قرار دیا۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ، نے فرمایا کہ ایک طلاق شوہر سے بیوی کو جُدا کر دے گی اور تین طلاقیں بیوی کو حرام کر دیں گی۔ حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہ، نے بھی اس کی تائید فرمائی۔ چنانچہ امام جعفر ابن محمد رضی اللہ عنہ، جو بارہ اِماموں میں سے ہیں انہوں نے فرمایا کہ نادانی یا جان بوجھ کر کسی صورت میں بھی لوگ کہتے ہیں کہ غصّے میں دے دی۔ اَب پچھتا رہے ہیں کیا اَب کچھ ہو سکتا ہے؟ کچھ نہیں ہو سکتا۔ نادانی، غصّے یا جان بوجھ کر تین طلاقیں دے دیں تو بیوی حرام ہو جاتی ہے۔ یہ حضرت جعفر بن محمد کا فتویٰ ہے اور صحابہ کرام نے بھی اس پر اتفاق کیا ہے۔ کسی فعل کے حرام ہونے سے قانون نہیں بدلتا۔

بنیادی قانون یہ ہے کہ تین طلاق دے دو تو بیوی حرام ہو جاتی ہے اور بغیر حلالہ کے جائز نہیں ہوتی، آپ نے اسے حرام طریقے سے دی یا حلال طریقے سے وہ مسئلہ اپنی جگہ پر ہے اَب اِس سلسلے میں کچھ مسائل ہیں اس کی تشریح بھی ضروری ہے۔ ھبہ کا مطلب ہے کسی کو گفٹ جو دیا ہوا ہے۔ چند چیزیں ھبہ کی

Marfat.com

واپسی ناجائز کردیتی ہیں۔ پہلی ایک بات زیادتی اور ظلم دوسرا موت۔ کسی کو آپ نے کوئی تحفہ دیا ،ھبہ کردیا اس کے نام اپنی جائیداد اپنی کوئی ملکیت اور اسکی موت واقع ہوگئی تو آپ اس کے ورثاء سے اسے واپس نہیں لے سکتے۔ اَب وہ اِن کی وراثت بن جاتی ہے۔ عوض اگر اس کا بدلہ لے لیا ہے آپ نے۔ چوتھا یہ کہ وہ ملک سے باہر نکل گیا وہ اس کی غیر حاضری ایسے ہی ہے جیسے اس کی مؤت ہوگئی۔ تو اس کے ورثاء سے نہیں لے سکتے۔ زوجیت کسی کو اس نے کچھ ھبۃ کیا، اس سے آپ نے شادی کرلی تو پھر جیسے اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو کچھ تم نے دیا ہے واپس نہیں لے سکتے۔ سوائے خلع کی صورت میں۔

چوتھا قرابت داری ہے، اگر آپ کا عزیز ہے، اس لئے کہ اپنے عزیز کا، اقرباء کا حق اللہ تعالیٰ نے قائم کیا ہے۔ ھبۃ یعنی کسی کو آپ کوئی مال دیتے ہیں تو اس کی چند صورتیں ہیں۔ ایک صورت تو یہ ہے کہ آپ اپنا مال کسی کو دیا اور اس سے کوئی اور مال لیا تو یہ تجارت ہے اسکا معاوضہ واپس لے چکے ہیں لہٰذا اپنا مال واپس نہیں لے سکتے۔ دوسرا ہے اِجارہ ،آپ نے کسی سے کوئی کام کرایا اور اس کے بعد اس کو کوئی چیز ھبۃ کی، کچھ دیا وہ اُس کی اجرت ہے وہ واپس نہیں ہوسکتی۔ پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لئے کچھ دیا وہ صدقہ ہے ، تو صدقہ بھی واپس نہیں ہوسکتا۔ تو چوتھا جو ہے کسی کو کچھ دینے کا طریقہ ھبۃ ہے وہ کسی کو راضی کرنے کیلئے خوش کرنے کیلئے آپ دیتے ہیں اس کی واپسی جائز ہے۔

ھبۃ کی تین صورتیں ہیں اگر آپ اپنے کسی بزرگ کو دے رہے ہیں ،

مرشد کو دے رہے ہیں، اُستاد کو دے رہے ہیں تو وہ نذرانہ کہلاتا ہے اور اگر آپ اپنے شاگرد کو دے رہے ہیں، اپنے مُرید کو دے رہے ہیں، اپنے بیٹے یا بھتیجے کو دے رہے ہیں تو وہ ہے عطیہ۔ اور اگر برابر والے کو دے رہے ہیں تو وہ ہے ہدیہ۔

عمومی طور پر ھبہ کی واپسی ہے میاں بیوی کے درمیان میں منع کی ہوئی ہے اور مسئلہ یہ ہے کہ اگر مَرد ظالم ہو تو خلع کا پیسہ لینا منع ہے۔ پھر اسکے ظُلم کی وجہ سے عورت علیحدگی چاہ رہی ہے تو مَرد کو منع کیا ہوا ہے کہ پیسہ ھبہ کا واپس نہ لو۔ اور اگر عورت ظالم ہے تو پھر جائز ہے۔ دوسرا مسئلہ یہ کہ خلع میں عورت کے دیئے ہوئے مال سے زیادہ لے سکتا ہے مگر یہ بہتر اور معتبر نہیں۔

خلع جو ہے طلاقِ بائنہ ہے اس میں عدّت کے درمیان میں دوبارہ نکاح کر کے پھر وہ بیوی بن سکتی ہے اگر طلاق خلع میں لفظِ طلاق کہنا ضروری ہے۔ ایک اور مسئلہ ہے وہ یہ کہ جو چیز بھی مَہر بن سکتی ہے وہ عوضِ خلع بھی بن سکتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اس کے بتائے طریقوں سے اپنی زندگی گزار سکیں، ہم بہتر صورت میں اللہ تعالیٰ کی حدود کے اندر موجود رہیں اور اس کے احکامات کی تعمیل کرتے رہیں اور اپنی زندگیوں کو شریعتِ محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق ڈھال لیں۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ البقرہ
آیات نمبر ۲۳۰ تا ۲۳۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ط
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى
تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ط فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ
اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ط وَتِلْكَ حُدُوْدُ
اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا
طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ ص وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ

Marfat.com

ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ
هُزُوًا ؗ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ
وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾
وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ
اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ
يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

پھر اگر تیسری طلاق اسے دی تو اب وہ عورت اِسے حلال
نہ ہوگی، جب تک دوسرے خاوند کے پاس نہ رہے پھر وہ
دوسرا اگر اُسے طلاق دیدے تو اِن دونوں پر گناہ نہیں کہ پھر
آپس میں مل جائیں۔ اگر سمجھتے ہوں کہ اللہ کی حدیں نباہیں گے
اور یہ اللہ کی حدیں ہیں جنہیں بیان کرتا ہے دانش مندوں
کے لئے۔ ﴿۲۳۰﴾ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور اُن کی

Marfat.com

میعاد آ لگے۔ تو اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو۔
یا نکوئی کے ساتھ چھوڑ دو اور انہیں ضرر دینے کے لئے روکنا
نہ ہو کہ حد سے بڑھو۔ اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا
ہے اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹّھا نہ بنالو۔ اور یاد کرو اللہ کا
احسان جو تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اُتاری تمہیں
نصیحت دینے کو اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ
سب کچھ جانتا ہے۔ ﴿۲۳۱﴾ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور
اُن کی میعاد پوری ہو جائے تو اے عورتوں کے والیو! انہیں
نہ روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کریں جبکہ آپس
میں موافقِ شرع رضامند ہو جائیں۔ یہ نصیحت اسے دی جاتی
ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے
لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم
نہیں جانتے۔ ﴿۲۳۲﴾"

یہ میں نے ۲۳۰ سے لے کر ۲۳۲ ویں آیت تک کی تلاوت کی ہے۔
جیسا کہ آپ کو یاد ہو گا گزشتہ ۳ نشستوں سے نکاح اور طلاق کے مسائل
بیان ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی تفصیل سے احکامات بیان کئے ہیں۔ اور
بار بار عدل و انصاف اور اچھے سلوک کی عورتوں کے ساتھ تاکید فرمائی ہے۔ پچھلی

آیات میں طلاقِ رجعی کا ذکر تھا۔ جس میں کہ رجوع کرنے کی گنجائش رہتی ہے بغیر نکاح کے بائنہ ہو جاتے تو عدت کے درمیان نکاح سے بھی اور یہ بھی تاکید کی گئی تھی کہ کبھی غصے میں آکر جذبات میں اکٹھی ۳ طلاق نہ دو۔ بہتر طریقہ ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے۔ وہ ایک ایک کر کے گنجائش رہے کہ تم دونوں صلح کر سکو۔ اس لئے کہ شادیاں جو ہیں وہ زندگی بھر کے لئے ہیں اور اس ارادے سے ہونی چاہئیں کہ زندگی بھر نبھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوہروں کے اوپر جو عورتوں کے حقوق ہیں، اور عورتوں پر جو مردوں کے حقوق ہیں ان کو دونوں ادا کریں گے۔ لیکن چونکہ مرد غالب ہوتا ہے لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ساری نصیحتیں اور احکامات مردوں کے لئے ہیں کہ وہ عورتوں کے ساتھ عدل و انصاف کریں نیکی کریں اچھا سلوک کریں پھر یہ بھی ایک اصول بیان کیا کہ شریعت میں بھول چوک سے غصے سے جذبات میں آکر ایک یا دو دفعہ خطا ہو جائے تو معافی کی گنجائش ہوتی ہے۔ لیکن جب کوئی کام تین بار ہو جائے تو وہ حتمی اور مستحکم ہو جاتا ہے اس لئے قرآن پاک میں جو قل ھو اللہ شریف تین بار پڑھے تو قرآن پاک ہو جاتا ہے تین دفعہ اکثر دعاؤں میں بھی پڑھنے کو کہا گیا ہے۔ دوسری طرف سے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اگر کوئی گناہ یا بُرا کام کرو گے، دو دفعہ تک تو گنجائش ہے معافی مل جائے تین دفعہ کرو گے تو سزا ملے گی۔

آج جو میں نے دو نئی آیات تلاوت کی ہیں اس میں اب پھر طلاق اور

Marfat.com

رجوع کے متعلق مزید احکامات ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فاذا طلقتم النساء فبلغن ..... سرحوهن بمعروف ؀: جب تم طلاق دے دو اپنی عورتوں کو (یعنی اپنی بیوی یا منکوحہ لونڈی) : فبلغن اجلهن : بلاغ کہتے ہیں انتہائی حد کو پہنچنا۔ اور یہاں جس معنوں میں ہے کہ اس حد کے لگ بھگ اس کے قریب یعنی عدت کے آخری دنوں میں : اجلهن : وقتِ مقرر یعنی عدت کے آخری دنوں تک پہنچو اس وقت بھی تمہیں (یہ طلاق رجعی کے متعلق ہے طلاقِ مغلظہ کے متعلق نہیں ہے)۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر تم نے دو دفعہ طلاق دی اور وہ عدت کی مدت ختم ہونے والی ہے ابھی دو چار دن باقی ہیں پھر بھی تمہیں اجازت ہے۔

فامسکوهن بمعروف : معروف کا مطلب ہے مشہور یا رواج والا لیکن اللہ کا یہاں مقصد ہے جو اچھی روایات اچھے طریقے ہیں۔ تو فامسکو : امساک کا مطلب ہے روکنا۔ فامسکوهن : پھر ان کو روک لو یعنی اپنے نکاح کو قائم رکھو۔ بمعروف : اچھے طریقے سے معروف طریقے سے جس کو لوگ اچھا سمجھتے ہیں۔ خوش اسلوبی کے ساتھ : اس ارادے کے ساتھ کہ ان کے ساتھ میل محبت کے ساتھ رہیں گے۔ حقوق ادا کریں گے۔ او سرحوهن بمعروف : تصریح کہتے ہیں چھوڑ دینا جیسے جانور کو چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں تو او سرحوهن : اور ان کو تم چھوڑ بھی سکتے ہو آزاد کر سکتے ہو تاکہ وہ دوسرا نکاح کر سکیں : بمعروف : اچھے طریقے سے

Marfat.com

دونوں میں چاہے تم رکھو چاہے تم چھوڑ دو۔ دونوں میں شرافت اور نیکی اور جو معروف طور طریقہ ہے اس کا خیال رکھو جو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اس کا خیال رکھو۔

اور اگر تم اپنے ساتھ رکھتے ہو تو : ولا تمسکوھن ضرارا :

ضرارا، ضرر سے ہے تکلیف پہنچانی ۔ اور ان کو تم اس نیت سے نہ روکو کہ ان کو تنگ کرو گے ان کو نقصان پہنچاؤ گے ان کو ذلیل وخوار کرو گے۔ نکاح میں تو قائم رکھو گے لیکن ان کی زندگی عذاب کرتے رہو گے۔ ولا تمسکوھن : ان کو مت روکو تم اگر تمہارا یہ ارادہ ہو کہ ان کو ستاؤ گے۔ لتعتدو : اور زیادتی کرو گے ۔ اللہ کی حدود کو پھلانگ جاؤ گے۔ ان کی حق تلفی کرو گے اس لئے یہ یاد رکھو ظالم کا مظلوم خود اس کی ذات ہوتی ہے۔ جس پر تم ظلم کرتے ہو اس پہ تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں اس کا اجر دے گا۔

لیکن ظالم دنیا اور آخرت دونوں میں اپنا ظلم خود ہی سہتا ہے۔ کیوں؟ دنیا میں اس کی بدنامی ہوگی کہ یہ بیوی کے ساتھ سلوک اچھا نہیں کرتا۔ اچھا خاندان نہیں ہے۔ یہ ظالم خاندان ہے اس کی اپنی دوسری شادی یا اولاد کی شادی میں رکاوٹ پیدا ہوں گی۔ اور آخرت میں اللہ تعالیٰ اسے ظلم کا عذاب دے گا۔ اس لئے کہ عورتوں کے حقوق کے بارے میں اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میں رکھوالا ہوں کمزوروں کا۔

ایک بات تو یہ ہوگئی ؛ اس کا دوسرا حصہ جو ہے اس میں اللہ فرماتا ہے یہ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں ہے اس کو مذاق نہ بناؤ، نکاح اور طلاق یہ چیزیں زندگی بھر کے لئے ہوتی ہیں۔ ان کو کھیل تماشا نہ بناؤ۔ جہلائے عرب یہی کیا کرتے تھے کہ کسی نوجوان سے کہہ دیا تم بڑے اچھے لڑکے ہو میں اپنی بیٹی کو تمہارے عقد میں دیتا ہوں وہ کہتا کہ میں قبول کرتا ہوں۔ جب وہ کہتا کہ میں قبول کرتا ہوں، یہ کہتا میں نے تو مذاق کیا ہے۔ یا کہہ دیتے کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں پھر بعد میں وہ کہتے کہ طلاق تو نہیں میں نے تو مذاق کیا تھا۔ کہتے تھے غلام کو کہہ دیا میں نے تم کو آزاد کیا اس کے بعد جب وہ جانے لگا تو کہنے لگے کہ نہیں میں تو مذاق کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: ولا تتخذوا آیت اللہ ھزوا: اللہ کے احکام کو مذاق نہ بناؤ۔ غلاموں کے آزاد کرنے کے متعلق، طلاق کے متعلق، نکاح کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں تمہاری زندگیوں کو سنوارنے کے لئے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اگر مذاق میں بھی کہہ دیا کہ میں نکاح میں دیتا ہوں اور میں قبول کرتا ہوں تو نکاح ہو جائے گا۔ طلاق کے لئے کہہ دیا تو طلاق ہو جائے گی، غلام کو آزاد کرنے کا کہہ دیا وہ واقعہ ہو جاتا ہے اس میں پھر یہ عذر نہیں چلے گا کہ میں نے مذاق کیا۔ تو اللہ کے احکام کے بارے میں مذاق نہ کرو۔ جب تمہیں شیطانی نفس بہکائے اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق کے طور پر کرنے کا تو اس وقت تم یاد کرو میری نعمتوں کو کہ میں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

کو تمہارے لئے نبی بنا کر بھیجا اور تمہیں اُن کی اُمت میں شامل کیا جو میرے پیارے ہیں، جو قرآن مجسم ہیں اور جنہوں نے تمہیں کتاب سکھائی جنہوں نے تمہیں حکمت سکھائی قرآن کیا ہے؟ قرآن اللہ کا حکم ہے اور اللہ کی زبان میں ہے۔ حدیث کیا ہے؟ اللہ کا حکم ہے اور رسول اللہ ﷺ کی زبان ہے کیوں؟ سرکار دو عالم ﷺ کبھی اپنے جی سے نہیں بولتے وہ اللہ کی وحی سے بولتے ہیں: وما ینطق عن الھویٰ: وہ اپنے جی سے نہیں بولتے تو ان کا ہر لفظ اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں۔ اس کے بغیر دین مکمل نہیں ہے۔

؎ اگر بمصطفیٰ نرسیدی تمام بولہبی است

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: واذکروا نعمت اللہ علیکم: تم اس نعمت کو یاد کرو جو تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہے۔ من الکتب والحکمۃ: جو کتاب اور حکمت یعنی قرآن اور حدیث کی صورت میں ہیں۔ تم پر اتری ہیں۔ یعظکم بہ: تاکہ تم نصیحت حاصل کرو۔ وہ مذاق کیلئے نہیں ہے۔ وہ اپنی زندگی کو سنوارنے کے لئے ہے۔ واتقوا اللہ و اعلموا ان اللہ بکل شیءٍ علیم O: اللہ ڈرتے رہو۔ کیوں؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ علیم و خبیر ہے۔ واعلموا: یہ جان رکھو۔ یہ ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھو کہ ان اللہ بکل شیءٍ علیم O: کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔

تو اس آیت کے دو حصے ہیں ایک تو یہ کہ چاہے تم رکھو یا علیحدہ کرو

Marfat.com

دونوں صورتوں میں بخیروخوبی بغیر الزام تراشی بغیر دشمنی اور اچھے طریقے سے ہونا چاہیئے۔ دوسری بات کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات زندگی کو سنوارنے کیلئے ہیں، کتاب اور حکمت ایک نعمت ہے۔ جس نعمت کے ذریعے سے دنیاوی اور آخرت کی زندگیوں کو سنورنا ہیں۔ اس کو مذاق کا ذریعہ نہ بناؤ۔ بلکہ اللہ کی اطاعت کا ذریعہ بناؤ۔

اب اس آیت میں تیسری قسم یعنی طلاقِ مغلظہ کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔ پچھلی آیتوں میں دو طلاق تک عورت کو رد کنے یا چھوڑنے کا حق کے متعلق ذکر کیا گیا تھا۔ اب چھوڑنے کی تفصیل بیان کی جارہی ہے۔ اگر چھوڑ و تو کس طریقے سے چھوڑ و۔ پچھلی آیت میں طلاق پر کچھ پابندیاں لگائی گئی تھیں کہ صرف دو طلاقوں تک شوہر کو رجوع کا حق ہے اب طلاق پر ایک اور بڑی پابندی لگائی جارہی ہے یعنی حلالہ کی پابندی تاکہ زمانۂ جاہلیت کی طرح بار بار طلاق اور واپسی نہیں ہوگی۔

اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت عائشہ بنتِ عبدالرحمان جو تھیں رفحہ ابنِ وہب کے نکاح میں تھیں۔ انہوں نے ۳ طلاقیں دے دیں۔ حضرت عائشہ کی عدت گزاری اور عبدالرحمٰن ابن زبیر قرزی رضی اللہ عنہ سے انہوں نے نکاح کرلیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور حاضر ہوئیں انہوں نے اپنے دوسرے شوہر کے متعلق یہ فرمایا کہ ہمارے ان کے ساتھ شوہر بیوی کے تعلقات نہیں ہیں۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم اپنی رفاہ کی طرف واپس لوٹنا چاہتی ہو اپنے شوہر کے پاس، تو انہوں نے کہا ہاں۔ اس وقت آپ نے

Marfat.com

خاموشی اختیار فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اُس وقت یہ آیت اتاری کہ جب تک دوسرے شوہروں کے ساتھ صحبتِ زوجیت نہ ہو اس وقت تک بیوی حلال نہیں ہوسکتی۔ نکاح ہونا کافی نہیں ہے۔ اس نیت سے کہ نکاح کرکے اور پھر فوراً طلاق دیدے گا یہ جرم ہے اور گناہ ہے اللہ کی نظر میں۔ حضور ﷺ نے اس کو جو اپنی بیوی کو طلاق دینے کے بعد اس نیت سے شادی کرتا ہے کہ طلاق دیدے گا دونوں پر لعنت بھیجی ہے۔

اس کے کچھ فائدے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ بیوی کا معاملہ بہت نازک ہے پہلی بات اور عورتوں کے حقوق بہت سخت ہیں۔ اللہ تعالےٰ نے بار بار ڈرا کر دھمکا کر اپنے احسانات یاد دلا کر مَردوں کو اُن کے حقوق ادا کرنے پر مائل اور مجبور کیا ہے۔ بار بار طلاق اور حقوق زوجہ کا ذکر ہے ان آیتوں میں ۲۲۶ سے لے کر ۲۳۲ تک، دوسرا اُصُول یہ ہے کہ طلاقِ رجعی جو ہے طلاقِ بائنہ وہ ہوتا ہے جو خلع کے سلسلے میں ہوتا ہے طلاقِ رجعی میں یعنی دو طلاق تک مدّت کے اندر رجوع کا حق ہوگا۔ نہ کہ بعد میں، دوسری بات یہ ہے شرعی مسئلہ یہ ہے کہ رجوع میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔ جس نے طلاق دی ہے وہ دوبارہ رجوع کرے جو زبان سے کلمات کے ذریعے بھی ہوسکتا ہے اور عمل کے ذریعے ہو اور لوگ گواہ ہو جائیں تاکہ پتہ لگ جائے کہ دونوں پھر میاں بیوی ہوگئے ہیں۔

رجوع میں کلام کی قید نہیں ہے منہ سے بول کر یا صحبتِ زوجیت سے

Marfat.com

رجوع ہو سکتا ہے۔ فامسکو کا مطلب ہے روک لو اس میں کوئی قید نہیں لگائی ہے کہ کس طرح روکو اور بہتر یہ ہے کہ کلام سے رجوع کرے اور گواہ بنالیں۔

پانچواں اُصول جو اللہ تعالیٰ نے اس آیت مبارکہ میں عطا فرمایا۔ ومن یفعل ذلک فقد ظلم نفسہ ط : یعنی ظالم درحقیقت خود پر ظلم کرتا ہے۔

طلاق کا چھٹا اُصول یہ ہے کہ جہاں بھی ۲۲۶ سے ۲۳۲ آیات تک طلاق کا ذکر آیا ہے وہاں مردوں کو کہا ہے تو اس سے شریعت کا اُصول یہ بنا کہ طلاق کا حق صرف مرد کو ہے عورت کو نہیں۔ نہ یہ دونوں کے مشورے پر موقوف ہے۔ ہاں عورت فدیہ دیکر شوہر سے طلاق مانگ سکتی ہے جس کو خلع کہتے ہیں یا اگر شوہر ظالم ہو تو حاکم کے ذریعے سے نکاح کی تنسیخ کرا سکتی ہے وہ بھی خود نہیں کرے گی حاکم کہے گا کہ تم نے نکاح کے حدود کی پامالی کی ہے اس وجہ سے حکومت نکاح کی تنسیخ کرتی ہے۔

ساتواں یہ ہے کہ مجبور معذور کو ستانا بہت بڑا جرم ہے۔ ولا تمسکوھن ضرارا : تو اللہ تعالیٰ یہ ایک اصول اس آیت میں مرتب فرماتا ہے کہ مجبور اور معذور کو ستانا بہت بڑا جرم ہے اور جتنی زیادہ مجبوری ہوگی۔ ظالم پر اتنا ہی زیادہ گناہ ہوگا۔ اتنی زیادہ اس کی سزا سخت ہوگی۔ مثلاً بیوی پر جو جواب دے سکتی ہے جو بول سکتی ہے جو غصہ کر سکتی ہے جو برداشت کر سکتی ہے بیوی پر ظلم گناہ ہے اور اگر حاجتمند اور ضعیف والدین پر ظلم جو ہے وہ اور زیادہ گناہ کا باعث ہے۔ اس لئے کہ وہ زیادہ مجبور ہے۔ اور لونڈی اور غلاموں کو ستانا

اس سے بھی زیادہ۔ اس لئے کہ وہ آپ کی ملکیت ہے وہ مال باپ ضعیف و مجبور سے بھی زیادہ مجبور ہے۔ تو اُن پر ظلم کرنا ماں باپ پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہے اور جانوروں کو ستانا غلام اور لونڈیوں کو ستانے سے بھی زیادہ گناہ کا باعث ہے اس لئے کہ وہ بے زبان ہیں۔ وہ آہ بھی نہیں کر سکتے وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے اور خاموشی سے ظلم کو برداشت کرتے ہیں۔

حضور نے ایک قصّہ سنایا تھا کہ جانوروں پر ظلم کی یہ سزا ہے اور جانوروں کے ساتھ نیکی کا کیا انعام ہے مجبور ولاچار کے۔ ایک شخص جا رہا تھا اور وہاں ایک زخمی گدھا پڑا ہوا تھا اس شخص نے اس کی مرہم پٹی کی اور اِس کو آرام پہنچایا تو گدھے نے یوں آسمان کی طرف آنکھ اٹھائی اور آنکھ سے ایک آنسو نکلا شکر کا اور اللہ تعالیٰ سے اس نے دُعا کی ہوگی کہ اس نے مجھ دُکھ درد والے جانور پر رحم کیا ہے وہ آدمی ایسے ہی ہمارے جیسا گناہ گار لااُبالی گزرا بس اس کے دل میں آگیا کہ اس کی خدمت کروں تو اس نے آنکھ میں سے ایک آنسو ٹپکاتے ہوئے عرش کی طرف دیکھا گدھے نے تو اسکا سینہ کھل گیا اور اللہ تعالیٰ نے ولایت کے درجات اس کو عطا فرما دیئے۔

تو یاد رکھیں کہ جس طرح سے مجبوری کے درجے بڑھتے جائیں تو ظلم کے عذاب بڑھتے جاتے ہیں۔ اسی طرح مجبوری کے درجے بڑھتے جائیں اور آپ ان کے ساتھ نیکی کریں تو اس کے ثواب بڑھتے جاتے ہیں۔ طلاق، نکاح، آزادی کے الفاظ خواہ دل لگی میں ہوں یہ چیزیں واقعی ہو جائیں گی۔

Marfat.com

دسواں اُصول کیا ہوا : واذکروا نعمت اللہ علیکم :

اللہ تعالیٰ کی تم پر جو نعمتیں ہیں ان کا ذکر کرو۔ میلاد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کا شکر کرنا اور اسکو یاد کرنا۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت، آپکی تشریف آوری اس دنیا میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہے۔ سب سے بڑی نعمت ہے اس لئے کہ انہوں نے ہمیں حکمت سکھائی، جینے کا ڈھنگ سکھایا اللہ کی مخلوق کے ساتھ اور خالق کے ساتھ۔ مخلوق و خالق دونوں کے ساتھ نباہ کرنے کا طریقہ سکھایا یہ بہت بڑی نعمت ہے۔

جسم میں بھی نفس روح موجود ہے۔ قلب اور رُوح میں بھی نفس موجود ہے۔ جس طرح سے شوہر اور بیوی کے تعلقات میں ظلم نہیں ہونا چاہیئے۔ بلکہ مؤدت ہونا چاہیئے۔ اچھا سلوک ہونا چاہیئے یعنی نفس اور قلب ایک دوسرے کے حقوق کا خیال رکھیں، اور دشمنی نہ کریں۔ نفس کو چاہیئے کہ قلب کے حقوق کا خیال رکھے تاکہ دونوں کی فلاح ہو اس لئے ازدواجی زندگی کی فلاح اسی میں ہے کہ دونوں ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔

میں یہاں آپ کو ایک اُصول اور بتا دوں کہ شریعت میں خطائیں معاف ہیں جیسا کہ میں نے آپ سے شریعت میں غلطی دو دفع ہو جائے تو اس کے اسرار سے معافی ہو جائے جیسے دو دفعہ طلاق ہو جائے تو آپ رجوع کر سکتے ہیں۔ تیسری غلطی ناقابلِ تلافی ہے۔ البتہ طریقت میں جو کام خطاً ہوتا ہے اس پر بھی پکڑ ہوتی ہے۔ طریقت خواص کی چیز ہے۔ اور خواص سے خطا کی توقع نہیں

Marfat.com

ہے۔ اور ایک دفعہ ہو جائے تو تب بھی پکڑ ہوتی ہے۔ طریقت کی غلامی میں کسی کو نکالا نہیں جاتا درِ حد ہوتی ہے تو اس کو بٹھا دیا جاتا ہے تو اِس میں مرشد جو ہے رجوع کرتا ہے۔ جب تین دفعہ خطا ہو جاتی ہے تو اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ آدمی باغی ہے۔ اب اسکو اس سے طلاق دینا ہی بہتر ہے، چاہے دنیا میں رہے۔ دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرے اس کے بعد سے پھر معافی وغیرہ مانگیں تو پھر دوبارہ مرشد اگر چاہے تو اس کو دوبارہ سلسلے میں داخل کرے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں خطاؤں اور گناہوں سے بچائے اور شریعت پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔

واخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین ہ

پارہ سیقول سورۃ البقرۃ

آیات ۲۳۱۔ تا۔ ۲۳۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ
فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ
بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَّلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا
لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ
ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ
هُزُوًا ۫ وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ
وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَ
الْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾
وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

Marfat.com

فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ
اِذَا تَرَاضَوْا بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ ذٰلِكَ
يُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ
وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ؕ
وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٢٣٢﴾
وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ
كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ
وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ
لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ
بِوَلَدِهٖ ۗ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ
فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا
وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ
اَرَدْتُّمْ اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ
فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ
اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَ
اعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿٢٣٣﴾

Marfat.com

"اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی میعاد آ لگے تو
اس وقت تک یا بھلائی کے ساتھ روک لو، یا نکوئی کے
ساتھ چھوڑ دو، اور انہیں ضرر دینے کے لئے روکنا نہ ہو
کہ حد سے بڑھو اور جو ایسا کرے وہ اپنا ہی نقصان کرتا ہے
اور اللہ کی آیتوں کو ٹھٹھا نہ بنا لو۔ اور یاد کرو اللہ کا احسان جو
تم پر ہے اور وہ جو تم پر کتاب اور حکمت اتاری تمہیں نصیحت
دینے کو، اور اللہ سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ سب
کچھ جانتا ہے ﴿۲۳۱﴾ اور جب تم عورتوں کو طلاق دو اور ان کی
میعاد پوری ہو جائے، تو اے عورتوں کے والیو انہیں نہ
روکو اس سے کہ اپنے شوہروں سے نکاح کر لیں، جبکہ آپس
میں موافق شرع رضامند ہو جائیں۔ یہ نصیحت اسے دی جاتی
ہے جو تم میں سے اللہ اور قیامت پر ایمان رکھتا ہو۔ یہ تمہارے
لئے زیادہ ستھرا اور پاکیزہ ہے اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں
جانتے ﴿۲۳۲﴾ اور مائیں دودھ پلائیں اپنے بچوں کو پورے دو
برس، اس کے لئے جو دودھ کی مدت پوری کرنی چاہے، اور
جس کا بچہ ہے اس پر عورتوں کا کھانا اور پہننا ہے حسب دستور،
کسی جان پر بوجھ نہ رکھا جائے گا۔ مگر اس کے مقدور بھر ماں
کو ضرر نہ دیا جائے اس کے بچہ سے، اور اولاد والے کو اس

Marfat.com

کی اولاد سے، یا ماں ضرر نہ دے اپنے بچّہ کو اور نہ اَولادوالا

اپنی اولاد کو، اور جو باپ کا قائم مقام ہے اس پر بھی ایسا ہی

واجب ہے، پھر اگر ماں باپ دونوں آپس کی رضا اور مشورے

سے دودھ چھڑانا چاہیں تو ان پر گناہ نہیں۔ اور اگر تم چاہو کہ

دائیوں سے اپنے بچّوں کو دودھ پلواؤ تو بھی تم پر مضائقہ نہیں

جبکہ جو دینا ٹھہرا تھا بھلائی کے ساتھ انہیں ادا کر دو اور اللہ

سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے کام دیکھ رہا

ہے۔ (۲۳۳)

میں نے سورۂ بقرہ کی ۲۳۱ سے لیکر ۲۳۳ آیات کی تلاوت کی ہے جیسا کہ آپ نے دیکھا ہوگا کہ ۲۳۳ آیت بہت ہی طویل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے احکامات جیسا کہ پچھلی کئی آیات میں نکاح کے متعلق اللہ تعالیٰ نے احکامات بھیجے جس میں پچھلی ۵، ۶ طلاق کے متعلق آیات ہوئیں اور اب جو آیت آرہی ہے اس میں ہے کہ عورتوں کے حقوق کی پامالی نہ کرو۔ پہلے طلاق اور عدت گزرنے سے پہلے کے احکام میں نے بیان کئے تھے۔ اب عدت گزرنے کے بعد جو مطلقہ عورتوں کے حقوق ہیں اس کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ بیان فرمارہا ہے۔ اور اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی تلقین فرمارہا ہے کہ دیکھو جو میرے احکام ہیں ان پر تم خوشدلی سے عمل کرو اس لئے کہ مجھے سب کچھ پتہ ہے تمہیں نہیں پتہ کہ تمہارے حق میں کیا بہتر ہے۔

Marfat.com

اب میں آپ کو ۲۳۲ ویں آیت کی تفسیر بیان کروں گا، اس آیت میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ : واذا طلقتم النساء...... بالمعروف : اذا طلقتم النساء : جب تم اپنی عورتوں کو طلاق دے دو اور یہاں طلاق سے مطلب وہ طلاق ہے جو رجعی ہو یا بائنہ ہے۔ طلاق مغلظ نہیں کہ ۳ طلاق اس میں تو کوئی گنجائش نہیں ہے، بغیر حلالہ کے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم اپنی عورتوں کو طلاقِ رجعی یا طلاقِ بائنہ دے دو : فبلغن اجلھن : وہ مہلت، وہ عدت کے آخر تک جب وہ پہنچ جائیں۔ بلاغ کہتے ہیں انتہا کو۔ اس کے آخر تک پہنچ جائیں تو اس کو پورا کر لیں : فلا تعضلوھن ان تنکحن ازواجھن : زوج جو ہے وہ شوہر کو کہتے ہیں جس کا نکاح ہو چکا ہے لیکن یہاں یہ ان کے متعلق اِن کو بھی زوج کہہ دیا جن کے ساتھ نکاح ہونے والا ہے۔

تعضلو : عضل سے مطلب ہے روکنا تو یہاں یہ حکم جو ہے : فلا تعضلوھن : ان عورتوں کے والیوں کو ہے کہ تم ان کو روکو نہیں اس بات سے کہ وہ اپنے شوہروں سے شادی کر لیں : اذا تراضوا بینھم بالمعروف : تراضو، رضا سے ہے راضی کہ اگر وہ آپس میں شرعی اور اچھے طریقے سے جو شریعت کے مطابق ہو، امر بالمعروف، اچھائی کی بہتری کیلئے نکاح کرنا چاہتی ہیں اپنے شوہروں سے۔ تو تم ان کو روکو نہیں۔ اب اس میں اکثریت تو یہ کہتی ہے کہ طلاق ہونے کے بعد وہ عورت آزاد ہے کہ اگر وہ پچھلے ہی شوہر سے دوبارہ نکاح کرنا چاہے یا کسی اور سے تو تم اس کو نہ روکو۔ بشرطیکہ وہ غیر کفو نہ ہو اسلام

Marfat.com

کے مطابق ہو مُشرک نہ ہو۔ جو غیر شرعی نکاح نہ ہو تو پھر تمہیں روکنے کا حق نہیں ہے یہ عورت کا حق ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ اس میں یہ بھی فرماتا ہے: ذالك یوعظ به..... الاخر ط یہ جو میرے احکام ہیں یہ نصیحت ہے، یہ مثال ہے اور یہ راہِ فلاح ہے۔ کن کیلئے؟ من کان منکم : ان لوگوں کے لئے جو اللہ پہ ایمان لاتے ہیں۔ اور آخرت پہ ایمان رکھتے ہیں اس کا مقصد ایک اہم مطلب یہ نکلتا ہے کہ شریعت کے جو احکام ہیں وہ مسلمانوں پر صرف لاگو ہیں جو غیر مسلم ہیں اُن پر ان کے اپنے مذہب سے متعلق جو قوانین ہیں جو ان کی شریعت ہے اس کے مطابق ان کو کام کرنا ہے اور اسلامی حاکم کا یہ فرض ہے کہ ان کے میاں بیوی میں طلاق ہو جائے تو ان کے قانون کے مطابق ان کو حکم کرے اس لئے ہمارے لئے بھی PERSONAL LAWS ہیں مسلمانوں کے لئے اور یہ شرعی قوانین دوسروں کے لئے نہیں ہیں۔

اب میں اسکا شانِ نزول بتاؤں گا کہ کس طرح اس آیت کے نازل ہونے سے پہلے صحابہ کرام کا طرزِ عمل کچھ اور تھا اور اس آیت کے نازل ہونے کے بعد ان کا کیا طرزِ عمل ہوا۔ پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ لوگ جو ایمان رکھتے ہیں اور آخرت پر یقین رکھتے ہیں ان کو اس دُنیا ہی میں کیا فائدہ ہو جاتا ہے: ذالکم ازکیٰ لکم واطہر ط : ازکیٰ جو ہے زکوٰۃ سے ہے اس کے دونوں معنی میں اضافہ بھی اور تزکیۂ باطنی۔ اور اطہر کا مطلب ہے صاف ستھرا وہ ظاہری صفائی سے متعلق۔ جب تم اللہ کے حکم پر اطاعت کرتے ہو اور اس پہ چلتے ہو تو

Marfat.com

اس سے دو فائدے ہوتے ہیں تمہارا باطن بھی صاف ہوتا ہے، تزکیۂ قلب اور تزکیۂ نفس بھی ہوتا ہے اور تمہارا ظاہر بھی صاف ہوتا ہے۔ تو تمہیں ظاہری اور باطنی دونوں صفائی ستھرائی اور پاکیزگی حاصل ہوتی ہے۔

اللہ کی اطاعت کا فائدہ کیا ہے؟ کہ باطنی بھی پاکیزہ اور ظاہری بھی پاکیزہ، صاف ستھرا : ذالکم ازکیٰ لکم واطھر : یہ تمہارے لئے زیادہ تزکئے کا باعث ہے، اور واطھر۔ طہارت سے بہتر یہ تمہارے لئے زیادہ ستھرائی کا باعث ہے، اللہ کے احکام کی تعمیل سے باطن بھی زیادہ صاف ہوتا ہے پاک ہوتا ہے اور ظاہر بھی صاف ستھرا ہوتا ہے۔ کیوں؟ پر ایمان رکھنا چاہیئے کہ سارا علم اللہ کے پاس ہے ہماری سوچ اور فکر پر ایک تو نفس حاوی ہے دوسرے نفس شیطان کے مشورے پر عمل کرنے کی کوشش کرتا ہے اور ہم دھوکہ اسلئے کھاتے ہیں کہ ہمارے سامنے پورا علم نہیں ہے، محدود ہماری نگاہ ہے تو ایسا کیوں ہے، یہ انعامات کیوں ہیں؟ اس لئے کہ بھلائی تو اللہ کے احکام میں ہے: واللہ یعلم وانتم لا تعلمون ○ : اللہ تعالیٰ جانتا ہے اِس کے پاس ہر چیز کا علم ہے اس کو پتہ ہے کہ کس میں تمہاری بھلائی ہے کس میں تمہاری برائی ہے اور تمہیں اس کا علم نہیں۔

تو جیسا کہ آپ نے دیکھا کہ اس میں عورتوں کو اپنی مرضی سے نکاح کرنے کا حق ہے۔ اس میں جو مخاطب ہیں ان کے بارے میں علماء کی اکثریت یہ کہتی ہے کہ اس کے مخاطب مطلقہ عورتوں کے والیوں، باپ، بھائی، چچا، ماموں، دادا، دادی

جو بھی اس کا والی وارث ہو اس کے متعلق ہے۔ لیکن بعض علماء کے نزدیک اگر کسی شوہر نے طلاق دے دی ہے تو اس پر یہ حکم ہے کہ جب تم نے ایک دفعہ طلاق دے دی اور اس کی عدت کی مدت گزر گئی تو تم اس کو زبردستی پابند نہ کرو جیسے کہ زمانۂ جاہلیت میں ہوتا تھا۔ تو اس کو اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔

تیسری شکل یہ ہے کہ کسی نے طلاق دے دی عورت نے دوسری شادی کی دوسری شادی میں دوسرے شوہر نے بھی طلاق دے دی تو وہ عورت پھر آزاد ہو گئی تو دوسرے شوہر سے کہا جا رہا ہے کہ اب اگر وہ پہلے شوہر کے پاس جانا چاہتی ہے واپس تو تمہیں رد کنے کا کوئی حق نہیں۔ یہ تینوں سچویشن کو یہ آیت کور کرتی ہے اگر کوئی مطلقہ عورت ہو تو اس کے والی وارث کے ساتھ تو وہ اس کو دوسری شادی کرنے سے یا اس کے پچھلے شوہر کے رجوع کرنے سے یا اسے دوبارہ نکاح کرنے سے نہ روکیں۔ ان شوہروں سے بھی کلام میں مخاطب ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ جنہوں نے طلاق دے دی ہے کہ جب آپ اس سے علیحدہ ہو گئے اور آپ کے حقوق ختم ہو گئے تو عورتوں کے حقوق دوبارہ پھر شروع ہو گئے تو ان کو آزاد ہی ہونا چاہیئے کہ وہ جہاں جی چاہے نکاح کریں۔

تیسرے ان شوہروں سے بھی خطاب ہے جو ایک طلاق کے بعد دوسرا نکاح کرتے ہیں اس کے بعد پھر دے دیتے ہیں کہ اب تو تم نے طلاق دیدی اب وہ پھر پہلے شوہر کی طرف اگر نکاح کرنا چاہتی ہے اور راضی ہے تو کسی بھلائی کے لئے تو اس میں رکاوٹ نہ بنو۔ تو اس آیتِ مبارکہ میں مطلقہ عورتوں کے حقوق بیان کئے

Marfat.com

جا رہے ہیں۔ اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کی ایک بہن تھی جمیلہ۔ انہوں نے اپنے چچازاد بھائی (عبداللہ) سے ان کا نکاح کر دیا۔ بہت ہی نیک شریف النفس آدمی تھے لیکن انسان سے غلطی ہو جاتی ہے، کسی بات پہ میاں بیوی میں جھگڑا ہو گیا اور انہوں نے ان کو طلاق دے دی۔ جب طلاق دیدی تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو بہت ہی رنج ہوا کہ اتنے قریبی رشتے کے بعد ذرا سے جھگڑے میں طلاق دے دی، عدت گزرنے کے بعد عبداللہ بن عاصم نے (جن سے نکاح ہوا تھا جمیلہ کا) انہوں نے دوبارہ ان سے نکاح کرنے کی خواہش ظاہر کی، طلاق رجعی تھی۔ لیکن حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو اپنے بہنوئی کی اس حرکت پر سخت دکھ ہوا انہوں نے قسم کھالی کہ میں کبھی بھی جمیلہ کی شادی دوبارہ عبداللہ سے نہیں کروں گا۔ لیکن ان کی بہن کی مرضی یہی تھی کہ جب شوہر مان گیا ہے تو دوبارہ اس سے شادی کر لیں، اپنے گھر کو بسالیں۔ اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔

جب یہ آیت نازل ہوئی تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ کو بلایا اور بلا کر اللہ کا یہ حکم ان کو سنایا، تو حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ نے عرض کیا میں اللہ کا حکم آنے کے بعد اپنے نفس کا کہا نہیں مانوں گا اور رب کی اطاعت کروں گا۔ اور اپنی خواہش کے مطابق جمیلہ کا نکاح ابن عاصم سے کر دوں گا اس لئے کہ یہ اللہ کا حکم ہے۔ تو اس زمانے میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے کردار کو آپ دیکھیں کہ جب اللہ کا حکم آجاتا تھا تو اس میں کوئی چوں چراں نہیں کرتے تھے۔ کوئی اس میں سے فرار یا گریز نہیں کرتے تھے بلکہ آمَنَّا وَصَدَّقْنَا کہہ کے مان لیا کرتے تھے۔

دوسرا ایک اور واقعہ ہوا یہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کا ہے۔ یہ کبیر اور احمدی ہیں حضرت جابر ابن عبداللہ کی چچازاد بہن کا ذکر ہے کہ ان کے شوہر نے طلاق دے دی اور عدت کے بعد نکاح کرنا چاہا بیوی تو راضی ہوگئی، لیکن حضرت جابر جو والی تھے اپنی چچازاد بہن کے وہ راضی نہ ہوئے اور جب یہ آیت اُتری تو پھر انہوں نے بھی اللہ کے حکم پر عمل کیا۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا کہ یہاں طلاق بائن۔ یہ تعزلو: جو ہے ازل سے بنا ہے ازل معنی تنگ کرنا روکنا۔ یہ سخت گوشت جو ہوتا ہے پیٹھ والا اس کو بھی کہتے ہیں ازلہ۔ اس لئے کہ وہ حلق سے اترتا نہیں رک جاتا ہے، چبا نہیں سکتے تو تعزلو: کا مطلب ہے کہ ان کو روکو نہیں اگر وہ اپنے پچھلے شوہر کے پاس جا رہی ہیں تو انہیں مت روکو۔

اس کے کچھ فائدے اور اُصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلا اُصول یہ ہے کہ بالغ عورت اپنے نکاح کے معاملے میں خود مختار ہے اس لئے کہ اللہ نے جہاں بھی مطلقہ عورتوں کے نکاح کی بات کی نام اسی کا لیا ہے وہ اگر نکاح کرنا چاہے یہ نہیں کہا کہ ولی ان کا نکاح کرائیں یا پچھلے شوہر اُن کا نکاح کرائیں۔ عورت کو کہا ہے کہ اگر وہ نکاح کرنا چاہے تو نہ روکو۔ تو بالغ عورت اپنے نکاح میں خود مختار ہے۔ اور ولی کی اجازت شرط نہیں ہے۔ اس لئے کہ اللہ نے ہر بالغ عورت کو یہ حق دیا ہے کہ وہ اپنے نفس کو اپنی جان جی کو اپنے نکاح کے ذریعے کسی کے بھی حوالے کر سکتی ہے جس سے وہ راضی ہو جس کو وہ پسند کرتی ہو۔ ہاں ولی ایک صورت میں کر سکتا ہے کہ وہ غیر کفو ہو۔ مہر شرعی دینے کے لئے تیار نہ ہو۔ کوئی اس میں شرعی

عیب ہو۔ اللہ تعالیٰ نے نکاح کے ساتھ معروف کی شرط لگائی ہے کہ بہتر طریقہ اور شریعت کے مطابق ہو تو پھر تم روک نہیں سکتے۔

اگر شریعت نے مرد کو کہہ دیا کہ آپ ایک مشرک ایک کافر سے شادی نہیں کر سکتے تو اگر عورت شرعی اور عرضی قانون شکنی کرنا چاہے اور اس قانون شکنی کے ساتھ نکاح کرنا چاہتی ہے۔ یعنی طلاق مغلظہ میں بغیر حلالہ کے کرنا چاہتی ہے تو آپ روک دیں لیکن اگر حلالہ ہو چکا ہے تو پھر آپ نہیں روک سکتے۔ تو اس کو روک سکتے ہیں مگر تم مہر پہ یا غیر کفو یا چھپ کر کے بغیر گواہ کے نکاح کرنا چاہے تو بھی آپ روک سکتے ہیں اس لئے کہ یہ غیر شرعی ہے نکاح علی الاعلانیہ ہونا چاہیئے اور گواہوں کے سامنے ہونا چاہیئے۔

تیسرا اصول یہ ہے جیسے اللہ نے فرمایا ہے کہ : فلا تعضلوھن ان ..... بینھم : کہ اگر وہ راضی ہوں تو اس کا مطلب کیا ہوا ؟ کہ نکاح میں زوجین کی رضا ضروری ہے۔ اگر وہ دونوں راضی ہیں اور ان کا طریقہ معروف ہے تو پھر آپ نہ روکیں۔ اذا تراضو : ولی نے اس لڑکی کی جس کی وہ ولایت کر رہا ہے، اس کی شادی بغیر اس سے پوچھے ہوئے کر دی تو اس نکاح کا جائز ہونا اس بات پہ ہو گا کہ وہ لڑکی راضی ہو جائے یا وہ عورت راضی ہو جائے اگر وہ کہتی ہے کہ میں اس نکاح کو نہیں مانتی ہوں وہ نکاح نہیں ہو گا۔ اگر وہ راضی ہو جائے پھر وہ نکاح شرعاً جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کو دونوں کہنے کا حق دیا ہوا ہے۔

چوتھا اصول یہ ہے : ذلک یوعظ بہ..... الاخر : یہ احکام

Marfat.com

یہ نصیحتیں یہ وعظ یہ ان کے لئے ہے جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں یعنی کفار پر دنیا میں شریعت نافذ نہیں ہے ان کو معاملات میں آزادی ہوگی۔ اور کبھی کبھی آئندہ یا گزشتہ صفات کو موصوف کر دیا۔ جیسے یہاں یہ فرمایا ہے: ان ینکحن ازواجھن اذا تراضوا : یہاں ازواج جو کہا اللہ تعالی نے حال کی صفت سے نہیں کہا جو تمہارا شوہر ہے ان کو شوہر کہہ دیا جو پچھلے شوہر تھے اور جنہوں نے طلاق دے دی۔ یا ان کو بھی شوہر کہہ دیا جن سے وہ اپنی مرضی سے شادی کرنا چاہتی ہیں ان سب کو اللہ نے ازواجِ شوہر کا نام دے دیا یعنی مستقبل اور ماضی کی صفات کے ساتھ ان کو موصوف کر دیا یہ بھی ایک اُصول ہمیں پتہ لگا۔

چھٹا اُصول یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالی نے لڑکی کو بہن اور بھتیجی بھانجی کو جس کی آپ ولایت کر رہے ہیں اسکو آزادی دی ہے اور اگر بالغ ہو تو اس کی رضا پر نکاح موقوف ہے۔ لہذا وہ تمام رسم ورواج جس میں لوگ لڑکیوں کے پیسے وصول کرتے ہیں یہ حرام ہے۔ لڑکوں سے پیسہ لینا حرام ہے وہ ماں باپ کا حق نہیں ہے، وہ لڑکی کا حق ہے اس کے مہر کا لڑکی کا پیسہ لینا حرام ہے کہ یہ رشوت ہے۔ اور : لا تعضلوھن : میں شامل ہے۔ جب پیسے دے دے کوئی تو پھر تمہاری شادی فلاں سے کردوں گا۔ اسی طرح ماں باپ کا امیر شوہر کی تلاش میں لڑکیوں کا نکاح نہ کرنا یہ بھی حرام ہے۔

یاد رکھیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے دونوں شکلیں آپ کے لئے بطور مثال کے پیش کی ہیں، اپنی سب سے چہیتی بیٹی کا نکاح سب سے غریب صحابی

Marfat.com

یعنی حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کیا۔ جن کے والد کا انتقال ہو چکا تھا اور جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی کفالت میں تھے جن کا اپنا کوئی ذریعہ معاش نہیں تھا اور بہت ہی غربت کا عالم تھا۔ اور ان سے شادی کی اپنی سب سے چہیتی بیٹی کی اِس بیٹی کی جن کی اولاد کو سید کہتے ہیں جن کی نسبت ان کی بیٹی کی وجہ سے ہے۔ اور دوسری مثال انہوں نے یہ دی کہ دوسری بیٹیوں کی شادی حضرت عثمان رضی اللہ عنہ سے کی، تو دونوں شکلیں ہیں اگر شوہر یا ہونیوالا انسان جس سے نکاح ہو رہا ہے وہ متقی ہے پرہیزگار ہے، ایماندار ہے محنت کر سکتا ہے تو اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا کہ وہ امیر ہو یا غریب۔

اس لئے کہ رزق اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے کہ امیر دیکھ کے کر دیں بیٹی کو میری رزق ملتا رہے۔ تو جہاں ایک طرف لڑکیوں کے لئے پیسہ وصول کرنا منع ہے۔ اسی طرح سے خوب سے خوب ترکی تلاش میں لڑکیوں کا نکاح نہ کرنا اور اس میں تاخیر کرنا بھی منع ہے۔ اکثر ہم نے دیکھا ہے خاندان میں میرے اپنے رشتہ داروں میں کہ بس یہ لڑکا پسند نہیں آیا۔ حالانکہ اس میں بظاہر کوئی خرابی نہیں تھی۔ اور تاخیر کرتے گئے یہ لڑکی کے ساتھ زیادتی ہے۔ جہاں نکاح کرنے کی خود لڑکی کی منشأ ہو اور وہاں کوئی شرعی اور عرضی خرابی نہ ہو وہاں منع کرنا جائز نہیں ہے۔

آٹھواں اصول یہ ہوا کہ نکاح اور طلاق کے مسائل میں کفار اور ذمّی آزاد ہیں ان پر انہی کے مذہب کے احکام جاری ہوں گے، اسلامی عدالت سے۔

اس آیتِ مبارکہ کی ایک صوفیانہ تفسیر بھی ہے وہ یہ کہ فساد کی کوشش کرنا یا صلح میں رکاوٹ ڈالنا مسلمانوں کی شان نہیں ہے۔ وہ دونوں راضی ہیں تو آپ

Marfat.com

ان کو روک نہیں سکتے تو اس سے ایک طریقت کا اصول ہوا۔ صوفیانہ کہ فساد کی کوشش کرنا یا صلح میں رکاوٹ ڈالنا مسلمانوں کی شان نہیں ہے۔ یہ تاریکیٔ قلب کا باعث ہے۔ اسی طرح جس طرح سے مرد و عورت کا نکاح ہوتا ہے اور زندگی بھر کا ساتھ ہوتا ہے اسی طریقے سے نفس اور رُوح میں اصلاح کرنا چاہیئے ان میں صلح کرنا چاہیئے اور یہ کام مُرشد کا ہے کہ وہ اپنے مُرید کے نفس اور روح میں صلح کو قائم کرائے۔

اور خود شیخ اور مُرید آپس میں صلح رکھیں اگر مُرید تجاوز کر جائے حد سے تو کچھ عرصے کے لئے علیحدگی ہو جائے جب وہ اپنے مجاہدے سے اصلاح کرے تو پھر آپ دوبارہ رجوع کر لیں یا اس کو رُجوع کا حق دیں۔

اگلی آیت میں بھی عورتوں کے حقوق کا ذکر ہے۔ وہ عورتیں جو بچّوں کی مائیں ہیں: والوالدات یرضعن .... اَن یتم الرضاعة : رضائی کا مطلب تو آپ جانتے ہیں اس کا مطلب ہے دودھ پلانا۔ بچے جو ماں کا دودھ پیتے ہیں اس کو کہتے ہیں۔ یہاں یہ عربی میں ماں کے لئے دو الفاظ ہیں۔ ایک والدہ اور ایک اُم۔ اُم جو ہے وہ وسیع معنوں میں ہے اس میں اپنی سگی ماں بھی آ سکتی ہے دادی اور نانی بھی آ سکتی ہے خالہ اور پھوپھی بھی۔ جن کے ماں برابر درجات ہیں۔ لیکن والدہ صرف حقیقی اور سگی ماں کے لئے۔ یہاں اللہ نے سگی ماں کا ذکر کیا ہے، سوتیلی کا نہیں۔ بچّوں کی پرورش کے ضمن میں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: والوالدات یرضعن اولادھن : وہ

Marfat.com

لڑکے والیاں، بچے والی عورتیں اگر والدہ اپنی اولاد کو دودھ پلائے : حولین کاملین : حول کہتے ہیں سال کو۔ سال کی کیا خصوصیت ہے ؟ کہ اس میں سارے موسم تبدیل ہوتے ہیں اور ایک پورا نیا سرکل شروع ہوتا ہے۔ پہلی جنوری سے لیتے ہیں تو جاڑا ہے اور پھر خزاں ہے اور پھر بہار ہے پھر گرمی ہے تو پھر موسم کی تبدیلیوں کا مکمل سرکل ایک سال میں ہوتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے کتنے سال مقرر کئے بچوں کے۔ جو واجب ہے عورتوں کو دودھ پلانا۔ بشرطیکہ کوئی اور دائی یا آیا اسکو نہ پلا سکے۔ بشرطیکہ وہ بچہ اپنی ماں کے علاوہ اور کوئی دودھ قبول نہ کرے۔ تو پھر اس پر وہ واجب ہے۔

اگر یہ شرائط نہ ہوں تو مستحب ہے اگر جیسے عربوں میں رواج تھا بچوں کو کسی دایا کے حوالے کر دیتے تھے کہ وہ اِن کو دودھ پلائے، تو : والوالدات.... کاملین دو مکمل سال حولین معنی دو سال اور کاملین معنی مکمل، لمن اراد ان یتم الرضاعۃ : ان کے لئے جنہوں نے یہ ارادہ کیا ہے کہ وہ دودھ پلانے کی مدت کو پورا کریں گی۔ یتم معنی تمام کرنا، پورا کرنا۔ اور جہاں تک وہ عورتیں ہیں مطلقہ جو اپنی اولاد کو، اپنے بچوں کو، اپنے شیر خوار بچوں کو دودھ پلاتی ہیں دو مکمل سال تک اس ارادے کے ساتھ کہ وہ رضاعت کا مرحلہ یا دودھ پلانے کی مُدت کو پوری کریں گے۔

وعلی المولود لہ : اور وہ جو ان بچوں کا باپ ہے والد۔ لڑکے کا والد کون ہے ؟ باپ۔ بچے کس کی ملکیت ہیں باپ کے : لہ رزقھن

Marfat.com

وکسوتھن بالمعروف : اور اُس کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ اس کا رزق دیں نان نفقہ دیں اور اسکو کپڑے پہننے کے لئے دیں۔ یعنی کھانا پینا اور کپڑا۔ اور بالمعروف جو رسم و رواج ہے شریعت کے مطابق اس کے حساب سے اس کو نان نفقہ دیں۔ اس کا مطلب کیا ہے کہ عورت کو یہ حق دیا گیا ہے کہ چونکہ وہ اپنے جسم کا ایک حصّہ سے اپنے بچّے کی پرورش کر رہی ہے اور بچّہ جو باپ کا ہے تو اس کے دو حقوق بن گئے۔

ایک تو جب وہ ارادہ کرلے کہ وہ بچّے کی پرورش خود کرے گی۔ رضاعت کے درمیان میں تو شوہر کو یہ حق نہیں ہے کہ وہ بچے کو اپنے پاس رکھے یا چھین لے ماں کے پاس اس کو دے ایک تو حق اس کا یہ ہوگا۔

دوسرا یہ کہ شوہر کی یہ بھی ذمے داری ہے کہ اس کے صلے میں کہ وہ بچّے کی رضاعت کر رہی ہے وہ اس کے کھانے کپڑے کے لئے ذمے دار ہوگا۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : لاتکلف نفس الا وسعھا : اللہ تعالیٰ اتنا کریم ہے کہ وہ کسی شخص کے اوپر اس کی وسعت اور صلاحیت سے زیادہ کوئی تکلیف یا بوجھ نہیں ڈالتا۔ یہ جو تمہاری ذمے داری ہے کہ بچّے کو وہ دودھ پلاتی ہے تو اُسے دو سال پورا کرنے دیں وہ اگر فیصلہ کرلے کہ میں بچّے کو دودھ پلاؤں گی تو بچّے کو تم ان کے ساتھ رہنے دو اور اس کا خرچہ بھی ادا کرو اور یہ تمہارے لئے ایسا بوجھ نہیں ہے جسے تم برداشت نہ کرسکو۔ اس لئے کہ یہ تو اللہ کی سنت ہے کہ کبھی وہ ایسا بوجھ نہیں ڈالتا جس کو کوئی اُٹھا نہ سکے۔

Marfat.com

اب اس میں نصیحت ماں باپ دونوں کے لئے ہے : ولا تضار والدۃ بولدھا..... بولدہٖ : والدہ کے لئے یہ ہرگز جائز نہیں ہے کہ اپنے بچے کے ساتھ کوئی ضرر یا نقصان کرے۔ وہ اپنے بچے کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکتی۔ کہ اگر اس کی صحت اور پرورش کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی رضاعت کرے اس کو دودھ پلائے تو اس کو دودھ پلانا ہوگا : ولا مولود بولدہٖ : اور بچے کے باپ کو یہ حق نہیں ہے کہ اپنے بچے کے ساتھ کوئی زیادتی کرے تو یہاں یہ حقوق اس معصوم بچے کا بھی آگیا اور ماں باپ دونوں کے فرائض ہیں کہ یہ جو پرورش کا مسئلہ ہے اس میں نہ تم کوتاہی کرسکتے ہو نہ وہ کوتاہی کرسکتی ہیں۔ وعلى الوارث مثل ذالك : اگر باپ نہیں ہے یا ماں نہیں ہے تو ان کے جو وارث ہیں ان کا بھی یہی کام ہے جو ماں باپ کے لئے ہیں۔

تو اس طرح طلاق کے بعد بھی ایک طرح کا تعلق پیدا ہوگیا، پہلے تو یہ تھا اب دھیرے دھیرے اللہ تعالیٰ کس طرح ایک ترتیب سے ربط قائم کرتے ہوئے تمام زوجیت کے مسائل عائلی مسائل بیان فرما رہا ہے پہلے اس نے کہا کہ کس سے تم نکاح کرسکتے ہو۔ کس سے نکاح بہتر ہے اور نکاح میں کیسا سلوک ہونا چاہیئے۔ شوہر اور بیوی کے حقوق کا اور اس کے بعد الگ ہونا ہے تو کس طرح سے الگ ہو گئے۔ پھر اس کے بعد شوہر کے کیا حقوق ہیں۔ طلاق اور عدت کے درمیان میں اور پھر بیوی کے کیا تعلقات ہیں۔ عدت کے کیا احکامات ہیں۔

البتہ عورت کا حوالگی اور بچہ کو دودھ پلانے کا حق اس وقت ختم ہوجاتا

Marfat.com

ہے جب وہ کسی دوسرے شوہر سے شادی کر لیتی ہے تو اگر ایسا نہیں ہے تو بچوں کے حقوق ادا کرو عورت کے حقوق ادا کرو۔ اور دودھ پلانے کے زمانے میں جس کا دو سال کا وقفہ ہے اس میں تھوڑے سے اختلافات ہیں ہمارے جو امام حضرات ہیں وہ ڈھائی سال کہتے ہیں رضاعت کے اور جو دوسرے فقہا ہیں ان کا خیال دو سال ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے یہاں فرمادیا ہے: حولین کاملین : دو سال کا عرصہ۔

ایک جگہ اور آیا ہے آگے آیت آئے گی جس میں اللہ تعالیٰ نے کہا کہ حمل رضاعت کے عمل کی کل مدت تیس ماہ بتائی اللہ تعالیٰ نے۔ تو اس میں بعض کا خیال ہے کہ کم سے کم حمل کی مدت چھ ماہ ہے تو اس وجہ سے بقیہ ڈھائی سال جو ہیں وہ رضاعت کے ہیں ان کا یہ کہنا ہے کہ عموماً تو دو سال سے ایک ماہ تک ہوتا ہے لہٰذا اغلب یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا مقصد ہے کہ کم سے کم مدت رضاعت کا دو سال ہے۔

تیسری بات یہ کہ پہلے یہ کہا گیا تھا کہ مطلقہ عورتوں کو تکلیف نہ دو، اب خصوصاً روحانی تکلیف کا ذکر ہے کہ ان کے بچے چھین کر ان کو روحانی ایذا نہ پہنچاؤ۔ اور دو سال تک انہیں اپنے بچوں کو دودھ پلانے دو؛ یہ زمانہ جاہلیت کے ظلم کو تو روکنے کے لئے تھی۔ زمانہ جاہلیت میں عورتوں کو طلاق دے دیتے تھے اور دودھ پیتے بچوں کو چھین لیتے تھے ان کو زندہ دفن کر دیتے تھے۔ وہ آزاد منکوحہ اور مطلقہ عورتوں کے بچے چھیننے کے علاوہ لونڈیوں کے بچے بھی غلام اور مالک کی ملکیت

Marfat.com

ہوتے تھے۔ اور جس کو جی چاہے بیچ دیں۔ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم اس بات سے منع فرماتے تھے کہ کسی غلام یا کنیز کے دو بچوں کو الگ نہ کرو یہ نہ ہو کہ ایک کو کسی کے ہاتھ بیچ دیا دوسرے کو دوسرے کے ہاتھ بیچ دیا، اور لونڈی سے الگ نہ کرو۔ یا ان کو آپس میں الگ نہ کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم تو چڑیوں کے بچوں کو بھی اپنی ماں سے الگ نہیں ہونے دیتے تھے لوگوں کو منع کرتے تھے مت پکڑو اِن کو جب وہ بچے پرورش کے دور میں ہیں۔ اَب میں اس کے کچھ فائدے بیان کروں گا۔ ماں خواہ منکوحہ ہو یا مطلقہ اگر باپ میں (رضاعت کے شرعی مسئلے میں بیان کررہا ہوں)۔ دائی سے دودھ پلانے کی سکت نہ ہو تو وہ اتنا امیر نہ ہو یا رضائی ماں بیسر نہ ہو اور بچہ ماں کے علاوہ کوئی اور دودھ قبول نہ کرے تو وہ عورت پر طلاق کے باوجود اس بچے کو دودھ پلانا واجب ہے، وہ مستحب نہیں۔ اگر یہ شرائط نہیں ہیں تو مستحب ہے، پلادے تو اچھی بات ہے۔ نہ پلائے تو کوئی گناہ نہیں ہے۔ لیکن ان حالات میں جبکہ کوئی آیا وہ نہ رکھ سکے یا اس بچے کو کوئی اور دودھ سُوٹ نہیں کرتا یا کوئی رضاعی ماں رکھنے کی سکت نہیں کرتی تو اس صورت میں عورت پر واجب ہے کہ وہ ضرور اس بچے کو دُودھ پلائے۔ یہ خزائن اور احمدی کی نفاسیر میں ہے۔

دوسرا مسئلہ یہ ہوا کہ اگر کوئی منکوحہ عورت ہے نکاح میں ہے اور وہ اگر بچے کو دودھ پلاتی ہے تو وہ شوہر سے اس کی اُجرت نہیں لے سکتی۔ اس لئے کہ وہ بیوی کے اور ماں کا فرض ہے۔ اس لئے کہ وہ اس کا شوہر نان نفقہ بہر حال

Marfat.com

اس کی ضروریات پوری کر رہا ہے۔ اس کے خرچے برداشت کر رہا ہے۔ صرف عدت کے بعد نہ دورانِ نکاح میں نہ دورانِ عدت میں اس کا کوئی اُجر نہیں لے سکتی۔ لیکن عدت میں شوہر کی ذمے داری ہوتی ہے کہ بیوی اس کے نان نفقے کی اس کی دیکھ بھال کی اور عدت کے بعد اس کے لئے جائز ہے، شوہر پر فرض ہے اللہ تعالیٰ نے مقرر کیا ہے کہ وہ دودھ پلانے کا اس کو معاوضہ دے۔ اس کو کھانا اور کپڑا دے۔

تیسرا مسئلہ شرعی یہ ہے کہ ماں کے مقابلے میں دوسری عورت کو بچے کی پرورش کا حق نہیں۔ اگر شوہر نے طلاق کے بعد دوسری شادی کر لی ہے تو بچے کو اپنی بیوی سے چھین کر اپنی دوسری بیوی کے حوالے نہیں کر سکتا۔ اللہ تعالیٰ نے اس ماں کے حقوق کی حفاظت فرمائی ہے۔ پرورش کے دوران دو سال کے درمیان میں بچے کو شوہر چھین نہیں سکتا۔ ہاں ایک صورت میں وہ بچے کو لے سکتا ہے اگر مطلقہ عورت غیر مناسب طریقے سے بہت زیادہ اُجرت مانگے دودھ پلانے کی تو پھر اس کا حق ختم ہو جاتا ہے۔ لیکن اگر اس بچے کے ذی رحم (صلہ رحمی کہتے ہیں نا) اس کے قریبی رشتہ دار سے بچے کے چچا سے یا کسی اور سے جس سے نکاح جائز ہے اس کے زیریں سے اگر وہ نکاح کر لے تو تبھی اس کی پرورش کا حق رہتا ہے۔

پانچواں مسئلہ یہ ہے کہ جوان اور بے دست و پا بیٹا اور حاجت مند جوان بیٹی کا خرچ بھی باپ پر لازم ہے۔

Marfat.com

پہلی بات تو یہ کہ ماں کے ذمّے اپنے حقیقی بچّے کی پرورش ہے نہ کہ سوتیلی کی اس لئے کہ یہاں دو لفظ استعمال کئے گئے ہیں والدہ سگی ماں اور اولاد تو اپنے حقیقی بچے کی پرورش ہے نہ کہ سوتیلے کی۔ اور یہاں اولادھن : کہا گیا ہے یعنی ان کی اپنی اولاد یہ نہیں کہا گیا ہے کہ "اولاد الازواج" شوہروں کی اولاد۔ دوسری بات ہے دودھ کی مدّت تو وہ حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں دو سال چھ ماہ اور دوسرے فقہاء کے نزدیک دو سال ہے۔ لیکن فتویٰ جو ہے وہ صاحبین کے مطابق ہے دوسرے فقہاء کے متعلق۔ ڈھائی سال کی عمر میں اگر کوئی کسی کا دودھ پیئے تو اس کا رضاعی بیٹا ہوگا۔

تیسرا یہ ہے کہ یہ آیت ان فقہاء کے قول کی تائید کرتی ہے جو یہ کہتے ہیں کہ مدّتِ رضاعت دو سال ہے۔ اور یہ بھی اشارہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ :

والوالدات یرضعن..... الرضاعۃ : کہ رضاعت کا دورانیہ دو سال ہے۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ ایک دوسری جگہ کلام پاک میں ہے : وحملہٗ وفصالہ ثلثون ہ شہراً : کہ حمل اور اس کے بعد دُودھ کو چھڑانے کی مدّت ۳۰ ماہ کی ہے۔ یعنی بچّے کا حمل اور شیر خوارگی تیس ماہ ہے جس میں حمل کی مدت ۶ ماہ یا اس سے زیادہ ہوئی ہے۔ اس سے حضرت امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے یہ نکالا کہ رضاعت کی مدت ڈھائی سال بھی ہو سکتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس میں دو سال رکھا ہے۔

آٹھواں اصول : حاجت مند اولاد کا خرچ صرف باپ پر ہے۔ اور اگر

Marfat.com

اولاد میں بیٹا اور بیٹی دونوں ہوں تو حاجتمند ماں باپ کے خرچ میں سے دو حصے کا ذمّے دار بیٹا ہے اور ایک حصے کا بیٹی ہے۔ جو شریعت کے تقاضے جو وراثت کے اُصول ہیں وہی کفالت کے اُصول ہیں۔ میرے مرنے کے بعد میرا ورثہ جو ہے اس کا دو حصّہ بیٹے کو اور ایک حصّہ بیٹی کو۔ اسی طرح خدانخواستہ میں محتاج ہو جاؤں تو میری کفالت کی ذمّے داری کے دو حصّے جو ہیں میرے بیٹے پر اور ایک ایک حصّہ میری بیٹیوں پر ہے۔ ہم یہ سمجھتے ہیں کہ ماں باپ کی کفالت صرف لڑکوں کی ذمے داری ہے۔ شرعی طور پر وہ کرے تو اس کی نیکی ہے۔ مہربانی ہے لیکن شرعی طور پر اگر ایک بیٹا ہے تو وہ دو حصّہ اور بیٹی کا ایک حصّہ، اگر دو بیٹے ہیں تو ان کے برابر، برابر دو دو حصّے۔

نواں اُصول : یہ ہے کہ صرف کھانے کپڑے کے عوض دائی رکھنا جائز ہے اگر اپنی مطلقہ بیوی کا معاوضہ یہ ہے کہ وہ جب تک دودھ پلائے تو اسکو کپڑا اور کھانا دے تو اگر اسی شرط پر کوئی دائی دودھ پلانے والی راضی ہو جائے تو شرعاً وہ جائز ہو گا۔ ایک معاوضہ لیکن اس میں جبر نہیں کر سکتے۔

دسواں اُصول : اس آیت سے یہ نکلا کہ چھوٹے بچّوں کا خرچہ بہر حال باپ پر ہے۔ خواہ وہ مالدار ہو یا نہ ہو۔ وہ باپ ہے تو اس کی ذمے داری اپنے چھوٹے بچوں کی دیکھ بھال کرنا ہے وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں تو کچھ کماتا نہیں ہوں۔ تو کوئی اور میرے بچّوں کی پرورش کرے، کوئی اور میری بیوی کی پرورش کرے۔ ماں باپ اور اولاد کے سوا بقدرِ ضرورت دوسروں کا خرچہ دینا واجب ہے۔ مثلاً اگر

Marfat.com

کوئی بیمار بھائی بہن ہے یا بے دست و پا چچا ماموں ہے تو اس کا خرچہ دینا اس کے اعزا اُرپران کے بھانجے پر بھتیجے پر بھائی پر بہن پر واجب ہے۔ اگر ماں مرجائے۔

گیارہواں اُصول : اس کا یہ ہے کہ ماں مرجائے تو اس کی نانی پھر بہن خالہ دادی وغیرہ پرورش کریں۔ یعنی ماں کی ذمے داری دوسری عورتوں پہ جاتی ہے رشتے داری کے حساب سے جتنے قریب ہیں۔ نانی پھر بہن یا خالہ کرے یا دادی کرے اور اگر باپ فوت ہو جائے تو پھر دادا پھر بھائی پھر چچا سارا خرچہ برداشت کرنے کے ذمے دار ہوں گے۔ اسلامی شریعت کے مطابق نہ تو ماں بچے کا بہانہ بنا کر باپ کو ستا سکتی ہے کہ نکاح کسی اور سے کرے اور بچے کے نام پہ اپنے پچھلے شوہر سے زبردستی پیسہ وصول کرنے کی کوشش کرے اور یا یہ کہ بچے کو چھوڑ کر سیر و تفریح کے لئے چلی گئی۔ اور شوہر سے اس کے پیسے وصول کر رہی ہے۔ یہ جائز نہیں ہے کہ وہ ایسی صورت میں باپ سے خرچہ وصول کرے۔

اور نہ ہی باپ بچے کا بہانہ بنا کر عورت کو ستا سکتا ہے کہ بچے کی پرورش کر رہی ہو، دو سال تک تم نکاح نہیں کر سکتیں۔ یہ بھی ناجائز ہے۔ اس سلسلے میں ایک اصول اور بتادوں کہ چونکہ یہ کہا گیا ہے کہ اولاد باپ کی ہے تو اسی سے ایک دوسرا اصول مرتب ہوا کہ سید وہ ہے جس کا باپ سید ہو۔ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ دوسرے لوگوں کو پیغمبر کی فضیلت نہیں حاصل ہو سکتی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ ہے کہ حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ عنہا کی اولاد میں سے سید انکی اولاد ہے۔ اس لئے

Marfat.com

کہ ان کے دونوں بیٹوں کا انتقال ہو گیا تھا۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے نام کی نسل کو قائم رکھنا منظور تھا اور سورہ کوثر اسی پہ نازل ہوئی : انا اعطینک الکوثر... ابترؐ یہ جو لوگ آپ کو طعنہ دیتے ہیں دراصل یہی بے اولاد ہیں، بے وارث ہیں۔ آپ میرے حبیب ہیں بے اولاد اور بے وارث نہیں ہو سکتے آپکی وراثت تو آپ کی بیٹی سے چلے گی۔

اور پھر اُن کی اولاد جو نرینہ ہو گی۔ وہ اور جنہوں نے سیدوں میں شادی کی ہوگی۔ یا لڑکیوں کے ان سے آپکی اولاد چلے گی۔ چنانچہ جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسل، اولاد اور سید ہیں، حضرت فاطمۃ الزہراء رضی اللہ عنہا سے پھر حضرت امام حسن و حضرت امام حسین رضی اللہ عنہما سے ہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی دوسری شادیوں سے جو اولاد ہیں وہ علوی کہلاتے ہیں وہ سید نہیں کہلواتے۔

اللہ تعالیٰ ہم پہ فضل و کرم فرمائے، اللہ تعالیٰ نے جو نعمتیں ہمیں عطا فرمائی ہیں قرآن و حکمت کے ذریعے، اللہ تعالیٰ ہمیں اس کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور اس پہ عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ البقرۃ

آیات نمبر ۲۳۴ تا ۲۳۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰہ

وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ
اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ
اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا
جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ
بِالْمَعْرُوْفِ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۲۳۴﴾
وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ
خِطْبَةِ النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۗ
عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ
لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا
مَّعْرُوْفًا ۥ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ

Marfat.com

حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ
اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِىْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۳۵﴾ لَا جُنَاحَ
عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ
تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖۚ
وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَ
عَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا ۢ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ
حَقًّا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ
مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ
فَرِيْضَةً فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ
يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِىْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ؕ
وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ؕ وَلَا تَنْسَوُا
الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾

اور تم میں جو مریں اور بیبیاں چھوڑیں وہ چار مہینے دس دن
اپنے آپ کو روکے رہیں، تو جب انکی عدت پوری ہو جائے
تو اے والیو! تم پر مواخذہ نہیں اس کام میں جو عورتیں اپنے معاملہ
میں موافق شرع کریں، اور اللہ کو تمہارے کاموں کی خبر ہے ﴿۲۳۴﴾

Marfat.com

اور تم پر گناہ نہیں اس بات میں جو پردہ رکھ کر تم عورتوں کے نکاح کا پیام دو یا اپنے دل میں چھپا رکھو، اللہ جانتا ہے کہ اب تم اُنکی یاد کرو گے، ہاں ان سے خفیہ وعدہ نہ کر رکھو مگر یہ کہ اتنی بات کہو جو شرع میں معروف ہے، اور نکاح کی گرہ پکی نہ کرو، جب تک لکھا ہوا حکم اپنی میعاد کو نہ پہنچ لے، اور جان لو کہ اللہ تمہارے دل کی جانتا ہے تو اس سے ڈرو، اور جان لو کہ اللہ بخشنے والا حلم والا ہے ﴿۲۳۵﴾ تم پر کچھ مطالبہ نہیں تم عورتوں کو طلاق دو جب تک تم نے ان کو ہاتھ نہ لگایا ہو یا کوئی مہر مقرر کر لیا ہو، اور ان کو کچھ برتنے کو دو، مقدور والے پر اس کے لائق اور تنگدست پر اس کے لائق حسب دستور کچھ برتنے کی چیز یہ واجب ہے بھلائی والوں پر ﴿۲۳۶﴾ اور اگر تم نے عورتوں کو بے چھوئے طلاق دے دی اور ان کے لئے کچھ مہر مقرر کر چکے تھے تو جتنا ٹھہرا تھا اس کا آدھا واجب ہے مگر یہ کہ عورتیں کچھ چھوڑ دیں یا وہ زیادہ دے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہے۔ اور اے مردو تمہارا زیادہ دینا پرہیزگاری سے نزدیک تر ہے اور آپس میں ایک دوسرے پر احسان کو بھلا نہ دو، بے شک اللہ تمہارے کام دیکھ رہا ہے۔ ﴿۲۳۷﴾

ہم سورۂ بقرہ کے اس حصے میں ہیں جس میں معاشرتی قوانین نافذ کئے جا رہے

Marfat.com

ہیں پہلے نکاح کے متعلق تفصیلی بیان ہوا۔ اس کے بعد طلاق کے متعلق اس کے بعد طلاق کی عدت کے متعلق اس کے بعد رجوع کے متعلق اور اب اس کے بعد رضاعت کے متعلق دُودھ پلانے کے متعلق بچّوں کے حقوق، ماں باپ کے حقوق کے متعلق ذکر ہوا۔ اور اب اس آیت میں جو آخر میں پڑھی ہے اس میں دایا سے دودھ پلانے سے متعلق احکامات ہیں اس کے بعد اگر طلاق کے تمام قوانین بتلانے کے بعد اب اگر وفات کی وجہ سے نکاح ختم ہو جائے تو اس کے کیا قوانین ہیں۔

اب یہاں یہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ: فان ارادا فصالا..... علیھما: اگر ان لوگوں نے ارادہ کر لیا کہ دُودھ کو چھڑا دیں دو شرطوں کے ساتھ: عن تراض منھما: دونوں میں آپس کی رضامندی سے: وتشاور: اور مشورے سے اِس کا مطلب ہے کہ جب کسی کے متعلق آپ فیصلہ کریں تو پہلے مشورہ کریں رائے اکٹھی کریں، پھر اس پر عمل کریں، پھر وہ خیر ہوگا۔: فان ارادا...... وتشاور: اگر تم نے یہ ارادہ کر لیا کہ دودھ تم چھڑا دو گے بچّے کا اور یہ فیصلہ تم نے ایک دوسرے کی رضامندی سے کیا ہے ایک دوسرے سے مشورہ کر کے کیا ہے تو: فلا جناح علیھما: پھر اِس میں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اب ماں باپ کا معاملہ ہے۔ اب بچّے کی پرورش کا معاملہ آتا ہے۔

اس کی بھی شرائط ہیں: اذا سلمتم ما..... بالمعروف: اگر تم نے اس بات کو قبول کر لیا کہ تم ان کو کیا دو گے، اچھا دو گے رسم و رواج کے مطابق دو گے یہاں یہ جو مفسرین کا قول ہے یہاں معروف سے مراد ہے کہ رزقِ حلال دیں گے اچھا رزق دیں گے اس آیا کو تاکہ اچھے اور حلال رزق کا اثر اس دودھ میں ہوتا ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ

ماں کا بااخلاق ہونا شریعت کا پابند ہونا، نیک اچھا مسلمان ہونا، خوش اخلاق ہونا ضروری ہے اس لئے کہ بچے کی طبع کے اوپر اثر ماں ہی کا پڑتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے یہاں پر اس بات کی تاکید فرمائی ہے کہ اگر تم آیا سے دودھ پلواؤ تو اس کی شرط کیا ہے؟ چھڑاؤ تو اس کی شرط کیا ہے؟ آپس میں باہمی رضامندی اور مشورہ اور آیا رکھو تو اس کی شرط کیا ہے؟ : اذا اسلمتم..... بالمعروف : پاک صاف اچھا رزق جو اس کو دو گے اس پر تم راضی ہو جاؤ۔ اِس بات پہ راضی ہو جاؤ کہ ہمیشہ ان کی آیا کی اچھی دیکھ بھال کرو اس لئے کہ وہ اپنے جسم کا ایک حصہ بچے کی پرورش کیلئے دے رہی ہے۔

اللہ نے معاشرتی قوانین نافذ کئے ہیں تو اس کے ساتھ ہی خبردار بھی کیا ہے کہ تم میرے حکم کی خلاف ورزی کرتے وقت یہ نہ سمجھو کہ کوئی دیکھ نہیں رہا ہے اور تمہاری کوئی پکڑ نہیں ہوگی۔ اللہ تعالیٰ کو سب کچھ پتہ ہے۔ تو یہاں بھی وہ خبردار کر رہا ہے کہ : واتقوا اللہ ..... بصیر○ تم اللہ سے ڈرتے رہو۔ میرے احکام پر عمل کرو تم مجھ سے ڈرتے رہو، تقویٰ کو قائم رکھو : واعلموا..... بصیر○ کہ وہ وحدہٗ لاشریک۔ تم جو کچھ بھی کرتے ہو اُس کو اللہ تعالیٰ دیکھ رہا ہوتا ہے، تو جو بھی عمل کرو اللہ کو حاضر و ناظر سمجھ کے کرو۔ ارادا کا فاعل یہاں باپ اور ماں دونوں ہیں۔ : فان ارادا فصالا : اس لئے کہ آگے منھما کے بعد کی ہے ارادا کا فاعل ماں بھی ہے، باپ بھی۔ باپ اس لئے کہ وہ صاحبِ نسبت ہے اور ماں اس لئے کہ وہ صاحبِ شفقت ہے۔

بچے کو نسبت کی بھی ضرورت ہوتی ہے اور شفقت کی بھی۔ اس لئے دونوں کیلئے یہ

حکم ہے : فصالہ : کا مطلب ہے فصل یا جدائی۔ اسی وزن کا ایک دوسرا لفظ ہے آپ کو یہ جان کر بہت ہی خوشی ہوگی۔ : فتامہ : کا مطلب ہے فاطمہ یعنی وہ جو قلبی اور روحانی طور پر تارک الدنیا ہو چکے ہیں۔ تو جو دنیا میں رہتے ہوئے دنیا سے کوئی تعلق نہ ہو اس کو فطامہ کہتے ہیں مطلب ہے دنیا کو چھوڑنا۔ : سلمتم : سلم کرنے سے ہے سلیم کا مطلب ہے آفات سے محفوظ کرنا یا پوری فرمانبرداری کرنا۔ سورہ بقرہ میں کہا ہے کہ ہم نے ابراہیم سے کہا کہ تم پوری فرمانبرداری اختیار کرو۔ انہوں نے کہا اے میرے رب میں تیری بارگاہِ عالی میں سرِ تسلیم خم کرتا ہوں۔ : ماآتیتم : کا مطلب ہے کہ جو کچھ تم دو گے یا جو تم ارادہ طے کرتے ہو اور یہاں معروف کا مطلب ہے۔ رزقِ حلال۔ جو رواج کیمطابق اچھا رزقِ حلال دینا ہے۔ تو اس کا خلاصہ تفسیر یہ ہوا کہ شیر خوار بچے کی رضاعت تو دو ہی سال ہے مگر اگر ماں باپ اپنے آپس کی رضامندی اور مشورے سے پہلے ہی چھڑا دیں تو کوئی گناہ نہیں۔

ماں کی بجائے دائی کا دودھ بھی پلوایا جا سکتا ہے کبھی ماں کا دودھ سوٹ نہیں کرتا کبھی اور مجبوری ہوتی ہے بیماری ہوتی ہے اور ایسی صورت میں اُجرت کو خوش معاملگی کے ساتھ طے کرنا چاہیئے اور ادا کرنا چاہیئے اور ان تمام معاملات میں یہ خیال رکھنا چاہیئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اور اللہ تعالیٰ تمام حالات سے واقف ہے اور وہ سمیع اور بصیر ہے۔

بیوی کا رتبہ شوہر سے کم ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ بھی بتا دیا کہ کوئی اہم کام کرنا ہو تو اپنے چھوٹوں سے اور شریکِ کار سے بھی مشورہ لینا چاہیئے جیسا کہ آیا کے ذریعے رضاعت میں یا دودھ پلانے کو چھڑوانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا کہ آپس میں مشورے

Marfat.com

اور رضامندی سے کردتو یہ جائز ہے۔ گناہ نہیں ہے، ایک اصول یہ ہے کہ بچے کیلئے بہترین دائی کا انتخاب کریں اور دائی کے لئے بہترین غذا تجویز کی جائے چونکہ ماں کے اخلاق اور دُودھ کا اثر بچے پر پڑتا ہے۔

ابھی تک ذکر تھا طلاق کا، عدت کا، رضاعت کا۔ اب نکاح جو ہے وہ دوسرے طریقے سے بھی ختم ہو جاتا ہے۔ شوہر کا انتقال ہو جائے یا بیوی کا انتقال ہو جائے۔ اگر شوہر کا انتقال ہو جائے تو کچھ مسئلے ہیں اگر حمل ہے تو اسے وضع ہونا ہے اگر حمل نہیں ہے تو ایک مدت چاہیئے کہ جس میں ظاہر ہو جائے کہ حمل ہے یا نہیں ہے۔ تاکہ وراثت کا تعین ہو جائے۔ اور پھر اس میں یہ کتنی مدت تک اسے انتظار کرنا چاہیئے۔ اس مدت میں کس طرح کا رکھ رکھاؤ رکھنا چاہیئے۔ آیا سوگ کرنا چاہیئے۔ دوسرے اعزاء اور رشتے دار کے انتقال پر تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں ہے۔ شوہر کے انتقال پر تین دن سے زیادہ سوگ کی اجازت نہیں ہے۔ شوہر کے انتقال پر عدت کی پوری مُدت میں سوگ ضروری ہے، اس دوران میں سنگھار نہیں ہو سکتا خوشبو، تیل نہیں اور ریشمی کپڑا نہیں پہن سکتے کسی کو ترغیب نہ ہو، نہ بیوہ کسی دوسرے کی طرف نکاح کے لئے رغبت کا اظہار کر سکتی ہے۔

کوئی شخص پیغام دے سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: فساد کی وجہ سے جو عدت ہوتی ہے اس کا ذکر ہے: والذین یتوفون : اور وہ لوگ جو مر جائیں : ویذرون ازواجًا : اور چھوڑ جائیں، بیوہ چھوڑ جائیں : یتربصن ..... عشرا : عشر کہتے ہیں شہر کو شہر کی جمع ہے تو ایسی عورتیں اپنا انتظار کروائیں بیوہ عورتیں اپنے کو روک کر کے رکھیں، چار مہینے اور دس دن۔ وہاں یہ عدت چار ماہ تھی طلاق میں اور کنیز کے لئے دو ماہ

Marfat.com

پانچ دن۔ کنیز کی عدّت آزاد عورت سے آدھی ہوتی ہے۔

تو اللہ فرماتا ہے: والذین یتوفون..... عشرا: اور ایسے لوگ جو انتقال کر جائیں تم میں سے اور اپنی بیویاں چھوڑ جائیں تو ان بیویوں کو چاہیئے کہ وہ اپنے کو ۴ ماہ دس دن تک روک کر رکھیں عدّت گزاریں وہیں پہ جہاں وہ رہ رہی ہیں اپنے شوہر کے گھر: فاذا بلغن اجلھن: بلاغ کہتے ہیں کہ بالکل آخری سرے پہ پہنچ جانا: اجلھن: یعنی کہتے ہیں، زندگی کی مدت ختم ہو گئی۔ تو جب وہ عدّت کی مدت کے آخر تک پہنچ جائیں تو پھر کیا ہے: فلا جناح علیکم: پھر تم پر اس کا کوئی گناہ نہیں پڑے گا۔: فیما فعلن: کہ جو کچھ وہ کریں: فی انفسھن بالمعروف اپنے حق میں مسنون اور معروف طریقے سے رسم و رواج اور شریعت کے مطابق اپنی ذات کے متعلق جو بھی فیصلے کرے اس میں گھر والوں اور ولیوں پہ کوئی یا اس عورت پہ کوئی گناہ نہیں ہے اور: واللہ بما تعملون خبیر: اور بیشک اللہ کو تمہارے کام کی خبر ہے

اب یہاں ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ اگر کوئی آدمی فوج میں گیا ہوا ہے جنگ میں لڑ رہا ہے اس کی عدّت کا انحصار جو ہے وہ اطلاع پر نہیں ہے کہ جب اطلاع ملی بلکہ موت کی تاریخ پر ہے انتقال یہ ہے۔ تو پتہ لگا کہ انتقال ہو گیا تو اطلاع ملے چار مہینے دس دن کے بعد تو اس کی عدّت خود بخود پوری ہو چکی۔ اطلاع کے بعد اب دوبارہ اسے ضرورت نہیں ہے۔

اس طرح کے عدّت وغیرہ کے جو احکامات ہیں جو عام مسلمانوں کیلئے ہیں اس کا اطلاق نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی نہیں ہے ان کے اسپیشل احکامات ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی

Marfat.com

ازواج مطہرات چار ماہ دس دن کے بعد نکاحِ ثانی نہیں کر سکتیں اسلئے کہ وہ اُمّ المومنین ہیں۔ان کے ساتھ ایسا نہیں ہوسکتا۔نہ وہ کسی کو پیغام دے سکتی ہیں نہ کسی سے پیغام لے سکتی ہیں۔تو دو چیزیں ہیں ایک تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے معاشرتی قوانین بالکل الگ ہیں۔ایک وجہ یہ کہ اُمّ المومنین دوسری وجہ یہ ہے کہ نبی تو مرتے ہی نہیں۔زمین کیلئے ان کا جسم حرام کر دیا گیا وہ زندہ ہوتے ہیں اپنی قبروں میں اور ہم جب سلام کرتے ہیں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تو وہ اس کا جواب دیتے ہیں اور آپ اس کو سماعت فرماتے ہیں۔تو اُنکی بیوائیں جو ہیں وہ دوسری بیواؤں کی طرح سے اپنے شوہر کو اپنے نبی کو مُردہ نہیں سمجھ سکتیں۔عدت کے احکام صرف مسلمانوں کے لئے ہیں اور اگر حالتِ کفر میں کسی نے عدت میں نکاح کر لیا اور بعد نکاح اسلام لائے تو نکاح باقی رہے گا۔

موت کی عدت بیوی پر ہے نہ کہ شوہر پر۔اگر بیوی کا انتقال ہو جائے تو فوراً شادی کر سکتا ہے۔لیکن وہ بیوی کو چھو نہیں سکتا کیونکہ بیوی کے انتقال پر اس کا نکاح فوری ختم ہو جائیگا۔وہ اِس کو غسل بھی نہیں دے سکتا ہے اور نہ اس کو چھو سکتا ہے اس کے انتقال کے بعد یہ اس کے لئے نامحرم ہو گئی یہاں تک کہ اگر کوئی غسال بھی دستیاب نہ ہو تو دستانے پہن کر اس کو تیمم کرا دے۔اس سے زیادہ آگے بڑھنے کی اس کو اجازت نہیں ہے۔

البتہ شوہر کا نکاح اس کے انتقال کے بعد کسی حد تک قائم رہتا ہے،عدت کی مدت میں چونکہ اس کی بیوی کسی اور سے نہیں کر سکتی،لہذا وہ اپنے شوہر کو نہلا سکتی ہے لیکن بعض لوگ حد سے آگے بڑھ گئے ہیں کہ شوہر اپنی بیوی کو کندھا نہیں دے سکتا یہ غلط ہے

Marfat.com

اہل کتاب عورت سے مسلمان نے نکاح کیا ہے عیسائی یا یہودی سے تو اس پر عدت لازم ہوگی اس کے مسلمان شوہر کے انتقال کے بعد۔

دوسرا یہ ہے کہ مرد بیوی کی میت کو کاندھا دے سکتا ہے تیسرا یہ ہے کہ شوہر کے سوا کسی اور کی موت پر تین دن سے زیادہ سوگ ناجائز ہے اور شوہر کی میت پر پیٹنا نوحہ ناجائز ہے۔ اس کے اصول کے تحت اہل سُنّت وجماعت سینہ پیٹنا محرّم میں حرام سمجھتے ہیں۔ نوحہ کرنا حرام سمجھتے ہیں اور ارادتاً زور زور سے رونا جیسے شام غریباں میں ہے اچھی خاصی تقریر کرتے کرتے آخر میں کہتے ہیں اب مقام آگیا رونے کا اور رونا شروع کر دیتے ہیں، وہ ناجائز اور حرام ہے۔ ہاں آپ کسی مجلس میں جائیں جہاں فضیلتِ امام حسین رضی اللہ عنہ، اور ذکرِ حسین رضی اللہ عنہ ہو رہا ہو، اور ان کی محبت کی وجہ سے آپ کی آنکھوں میں خود بخود آنسو آجائیں جیسے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر پر آجاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے ذکر پہ آجاتے ہیں وہ گریہ جائز ہے لیکن ارادتاً شور کرنا واویلا کرنے اور رونے کی کوشش کرنا اور بین کرنا اور نوحہ کرنا یہ جائز نہیں ہے۔

پچھلی آیت میں عورتوں کا انتظار کا اجمالی حکم تھا اب اس کی تفصیل بتائی جا رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا جناح علیکم: تم پر کوئی گناہ نہیں ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ساتھ ساتھ کھلے پیغام دینے پر پابندی لگائی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی انسان کی کمزوریوں کو جانتا ہے۔ اس وجہ سے اس نے ان کمزوریوں کا ذکر فرما دیا ہے۔ اگر آپ دل میں یہ خواہش رکھ کر ارادہ کریں کہ اس کی عدت پوری ہو جائے گی تو میں اس کو پیغام دوں گا۔ یا اشارے کنائے سے بیوہ تک اپنی خواہش کو پہنچانا تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔

Marfat.com

اسی طریقے سے اگر کوئی یہ کہے کہ میں اپنے بیوی بچوں کا بہت خیال رکھتا ہوں، لیکن میرے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں، میں ان کی پرورش کے لئے کسی سے نکاح کرنا چاہتا ہوں۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا جناح علیکم... النساء اس میں کوئی گناہ نہیں ہے کہ اگر تم پوشیدہ طریقے سے اشاروں کنایوں سے عورتوں کو پیغام پہنچا دو۔

اب اس میں کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ کچھ تو میں نے بتا دیئے ہیں۔ پہلی بات یہ کہ مرد عورت کو پیغام دے نہ کہ عورت مرد کو۔ اس میں اللہ تعالیٰ نے صاف کہہ دیا ہے۔ اور دوسرا اصول یہ ہوگا جیسا کہ مرد کو اشارۃً پیغام دینا تھا اسی طرح عورت کو بھی اشارتاً جواب دینا جائز ہے۔ مثلاً وہ کہہ سکتی ہے کہ ایسا کوئی دیندار یا نیک یا شریف یا مالدار شخص ہو تو نکاح میں کوئی حرج نہیں۔ تو اس حد تک اجازت ہے۔ براہ راست نہیں، بلکہ کسی کے ذریعے سے۔ اور وہ پابندی نہ صرف مردوں کے اوپر ہے بلکہ عورتوں کے ورثاء پر بھی ہے۔ تو عورت کے ورثاء بھی یہ پیغام اشارتاً دے سکتے ہیں کہ فلاں شخص یہ کہہ رہا تھا۔ فلاں شخص اتنا اچھا ہے اور خوش اخلاق ہے نیک ہے، دیندار ہے، برسر روزگار ہے، باعزت ہے۔ اس طرح کی بات کر سکتے ہیں۔

چوتھی بات یہ کہ مدتِ عدت میں بیوہ کے لئے پیغامِ نکاح وصول کرنا حرام ہے۔ اس میں پہلی بات یہ کہ بعد عدت بیوہ کو اشارتاً یا صریحاً دونوں طریقے سے پیغام جائز ہے۔ یا کسی کنواری لڑکی کو پیغام جو ہے اشارتاً یا صریحاً دونوں طریقے سے جائز ہے۔ دوسرا یہ کہ جس عورت کو کسی نے پیغام دے دیا ہو اور وہ رضامند بھی ہو چکی ہو، اسے پیغام دینا جائز نہیں ہے یہ بہت سنجیدہ معاملہ ہے اس کی اللہ کے ہاں جوابدہی ہوگی۔ تو طلاقِ بائن، خلع اور فسخ نکاح جن میں اپنے شوہر سے نکاح ثانی جائز ہے تو ان عورتوں کی حالتِ عدت میں صراحتاً اور اشارتاً دونوں

Marfat.com

میں۔کسی اور کا منع ہے مگر پہلا شوہر ہر طرح پیغام دے سکتا ہے۔ اسے عِدت میں بھی نکاح ثانی کا حق ہے۔

پانچواں یہ ہے کہ طلاق رجعی میں کسی دوسرے مَرد کا پیغام منع ہے۔ چاہے اشارتًا یا صریحًا اس لئے کہ طلاقِ رجعی ہے اس کا استحقاق شوہر کا ہے۔ چاہے تو رجوع کرلے۔یعنی اللہ تعالیٰ نے مکان اور ازدواجی تعلقات اور عائلی امن وسکون کو تحفظ عطا فرمایا ہے۔ اَب مسئلہ یہ ہوتا ہے کہ اَجنبی عورتوں سے بات کر سکتے ہیں یا نہیں۔ اجنبی عورت سے ضرورتًا بات کرنا یا اِسے دیکھنا جائز ہے۔ اور چھٹا اصُول یہ ہُوا کہ ارادۂ گناہ بھی گناہ ہے۔کیوں ؟ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: ولا تعزموا : عزم کو بھی منع کیا ہے تو پتہ لگا کہ گناہ بھی حرام ہے اور ارادۂ گناہ بھی حرام ہے۔

اَب اس کی ایک تفسیر صوفیانہ ہے جس طریقے سے دو نکاحوں کے درمیان میں عِدت ہے ایک فاصلہ ہے اسی طرح دو حالتوں میں بھی فاصلہ ضروری ہے وہ نظامِ قدرت ہے مثلاً رُوح عالمِ ارواح سے عالمِ اجسام میں آتی ہے تو وہ فاصلہ جو ہے وہ مدّتِ حمل ہے۔ رُوح بَراہِ راست عالمِ ارواح سے عالمِ اجسام میں نہیں آتی۔ وہ ٹھہرتی ہے چُھپی ہوتی ہے حمل کے دوران۔ اسی طریقے سے عالمِ اجسام سے روح عالمِ ارواح میں واپس جاتی ہے تو فاصلہ ہے بَرزخ کا۔

اسی طریقے سے طریقت میں دُنیا دار سے انسان دِیندار بننا چاہتا ہے، تو ان دونوں کے درمیان فاصلہ ہے زمانہ طلب کا۔یہ نہیں ہے کہ آئیں اور کہیں کہ میں نے ارادہ کرلیا ہے آپ مجھے بیعت کرلیں،نہیں۔اِس دُنیا سے اُس دُنیا میں دنیاوی طور طریقے کو

Marfat.com

طریقت میں آنے کیلئے کچھ زمانۂ طلب ضروری ہے۔ خواہشوں کے ساتھ کچھ دن تک انتظار کریں اپنی طلب کو بڑھائیں۔ ورنہ پھر وہ بالکل ایسے ہی ہے جیسے طالبِ علمی کے دور میں عالم بن کر پھرنا جہالت کی نشانی ہے۔

لاجناح علیکم ان طلقتم النساء مالم تمسوھن : تو اس کا ایک مطلب تو یہ ہے کہ تم پر کوئی گناہ نہیں کہ تم نے ایسی بیوی کو طلاق دے دی جس سے ابھی تم نے تعلقات قائم نہیں کئے ہیں لیکن اس کا مطلب یہ نہیں ہے کہ تم پر مہر واجب نہیں ہے۔ اس لئے کہ جناح کا مطلب دونوں میں گناہ بھی ہے اور بوجھ بھی ہے اور اس کو گناہ اس لئے کہتے ہیں کہ گناہ بوجھ ہوتا ہے جس کی سزا بھگتنی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر بغیر صحبت اور مقرر مہر کی طلاق دو تو تم پر مہر واجب نہیں ہے۔ مگر اپنی حیثیت کے مطابق ایک جوڑا دے کر رخصت کرو۔

اگر مہر طے کرلیا ہے تو دینا ہوگا۔ : حقا علی المحسنین ○ کہ وہ دستور کے مطابق دینا جائز ہے لوگوں پر لازم ہے۔ تو ایک اصول یہ ہوا کہ بغیر مہر بھی نکاح جائز ہے۔ لیکن مسنون نہیں ہے۔

اس میں کچھ مسئلے سامنے آتے ہیں۔ مطلقہ عورتیں چار قسم کی ہوسکتی ہیں۔ ایک تو جس نے مہر مقرر کیا ہو اور بعدِ صحبت طلاق ہو، اس میں مہر واجب ہوگا اور جوڑا مستحب ہوگا اور نہ صحبت ہو تو صرف جوڑا واجب ہے۔ اگر مہر مقرر ہے اور بغیر صحبت کے طلاق دے دی تو نصف مہر ہوگا۔

دوسری بات یہ کہ خلوت جو ہے شرعی طور پر کون سے حالات ایسے ہیں جن میں

Marfat.com

خلوت کی تکمیل ہوتی ہے ؟ اس کے تین لوازمات ہیں۔ان تین لوازمات کا پورا ہونا ضروری ہے۔ایک تو مرد عورت کا تنہا جمع ہونا کہ ان کو موقع دیا گیا اور دوسرا یہ کہ مرد کو معلوم ہو کہ یہی میری بیوی ہے اس کو پہچانتا ہو اور تیسری بات یہ ہے کہ عورت میں ایسی کوئی شرعی چیز مانع نہ ہو کہ صحبت نہ ہو سکی ہو۔اِن تینوں لوازمات کی تکمیل ہو تو عِدّت واجب ہو جائے گی اگر کوئی چیز مانع نہیں تھی اور وہ شرائط پوری ہو گئی تھیں اس کے باوجود بھی صُحبت نہ ہوئی تو پھر عِدّت کی ضرورت نہیں۔یہ اللہ کا نظام ہے، کوئی بے سہارا ہو گیا تو اس کو اس کے شوہر کی جائیداد سے مہر ملنا ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے اپنے دین پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔اللہ تعالیٰ ہمیں اس بات کا شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے کہ اِس نے اپنی کریمی سے ہمیں ایک ایسا نظامِ حیات دیا جس سے ہم اس دنیا میں امن اور سکون سے رہ سکیں۔دنیا کی اور آخرت کی فلاح حاصل کر سکیں۔اللہ تعالیٰ ہماری نگہبانی فرمائے۔ہمیں توفیق عطا فرمائے اور صراطِ مستقیم پر چلنے میں ہماری مدد فرمائے۔

آمین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

پارہ سیقول سورۃ البقرۃ

آیات نمبر ۲۳۸ - تا - ۲۴۰

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہ

حٰفِظُوۡا عَلَی الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوۃِ الۡوُسۡطٰی ۚ وَ
قُوۡمُوۡا لِلّٰہِ قٰنِتِیۡنَ ﴿۲۳۸﴾ فَاِنۡ خِفۡتُمۡ فَرِجَالًا
اَوۡ رُکۡبَانًا ۚ فَاِذَاۤ اَمِنۡتُمۡ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَمَا
عَلَّمَکُمۡ مَّا لَمۡ تَکُوۡنُوۡا تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۳۹﴾ وَالَّذِیۡنَ
یُتَوَفَّوۡنَ مِنۡکُمۡ وَیَذَرُوۡنَ اَزۡوَاجًا ۚۖ وَّصِیَّۃً
لِّاَزۡوَاجِہِمۡ مَّتَاعًا اِلَی الۡحَوۡلِ غَیۡرَ اِخۡرَاجٍ ۚ
فَاِنۡ خَرَجۡنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَیۡکُمۡ فِیۡ مَا فَعَلۡنَ
فِیۡۤ اَنۡفُسِہِنَّ مِنۡ مَّعۡرُوۡفٍ ؕ وَاللّٰہُ عَزِیۡزٌ
حَکِیۡمٌ ﴿۲۴۰﴾

Marfat.com

نگہبانی کرو سب نمازوں کی اور بیچ کی نماز کی، اور کھڑے ہو اللہ
کے حضور ادب سے ﴿۲۳۸﴾ پھر اگر خوف میں ہو تو پیادہ یا سوار جیسے
بن پڑے، پھر جب اطمینان سے ہو تو اللہ کی یاد کرو جیسا اس نے
سکھایا جو تم نہ جانتے تھے ﴿۲۳۹﴾ اور جو تم میں مریں اور بیبیاں چھوڑ
جائیں وہ اپنی عورتوں کے لئے وصیت کر جائیں سال بھر تک
نان نفقہ دینے کی بے نکالے، پھر اگر وہ خود نکل جائیں تو تم پر
اس کا مؤاخذہ نہیں جو انھوں نے اپنے معاملہ میں مناسب طور پر کیا
اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ ﴿۲۴۰﴾

اے عزیزانِ محترم۔ اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے دنیا کے معاشرے میں ایک نظم، پیدا کرنے کے لئے ہمیں ایک ایسا نظامِ حیات عطا فرمایا جس پر چل کر ہم قیامت کے دن سرخرو ہو سکتے ہیں۔ اور اس کی رحمت و قربت کے انعامات سے مستفید ہو سکتے ہیں۔ لاکھوں درود و سلام حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات پاک پر جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا پیغام ہم تک پہنچانے کا حق ادا کر دیا ہم تمام مسلمانوں پر یہ لازم ہے کہ ہم اس کی گواہی دیں وہ تو نور من نور اللہ تھے۔ اللہ کا نور تھے۔ معصیت سے پاک تھے، اور اللہ تعالیٰ سے قریب ترین ہستی تھے۔ سب مخلوقات میں انسان اشرف المخلوقات ہے اور تمام بنی آدم میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سید البشر ہیں۔

اے عزیزانِ محترم ان کا یہ احسان ہم پر ہے کہ انہوں نے کلام پاک کو اس طرح

Marfat.com

سے اپنایا کہ وہ خود ہی قرآن مجسم بن گئے ان کی زندگی ہمارے لئے بہترین مثال ہے اور ہم اللہ تعالیٰ کی محبّت کے سزاوار اسی وقت ہوسکتے ہیں جبکہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اِتباع کریں، اِطاعت کریں۔ جب ہم سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع اور ان کی اطاعت کریں گے تو اللہ تعالیٰ ہم سے نہ صرف یہ کہ محبّت کرنا شروع کر دے گا بلکہ ہمارے گناہ بھی معاف فرما دے گا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بھی معاف کر دیں گے یعنی اس کی شفاعت اللہ تعالیٰ سے فرما دیں گے۔

میں نے آپ کے سامنے سُورۂ بقرہ کی ۲۳۸ سے ۲۴۰ تک کی آیات کی تلاوت کی ہے اس میں سے ۲۳۶ آیت نمبر پچھلی محفل میں پیش کر چکا ہوں پچھلے چند دنوں سے ہم عائلی قوانین کے متعلق جو اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں وہ آپ کے سامنے پیش کر رہے تھے۔

ہم شب قدر میں کیا دُعا کرتے ہیں: اللھم انک عفو کریم تحب العفو فاعف عنی: اے میرے رَبّ آپ تو عفو کو پسند فرماتے ہیں پس ہمیں معاف فرما دیجئے۔ تو آگے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: وان تعفوا اقرب للتقوٰی: اگر تم معاف کر دو تو یہ تقوے کے قریب ہے وہ اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کا باعث ہے: ولا تنسوا الفضل: اور فضل اور احسان کو نہ بھلاؤ۔ تم شوہر اور بیوی رہ چکے ہو۔ ایک دوسرے کے ساتھ تم نے وقت گزارا ہے ایک دوسرے کی ضروریات پوری کی ہیں ایک دوسرے کے ساتھ رکھ رکھاؤ رکھا ہے، ایک دوسرے کے ساتھ احسان کیا ہے یہ نہ ہو کہ علیحدگی ہو جائے تو تم سب کچھ بھول جاؤ اور لڑائی پر آمادہ ہو جاؤ۔ اسلام کے اندر

Marfat.com

یہ جاہلانہ طریقے سخت گناہ ہیں کہ طلاق کے وقت کوئی لڑائی جھگڑا ہو میاں بیوی میں۔ ساری آیات جو اس سلسلے میں میں نے آپکو سنائی ہیں اس میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے تاکید ہے کہ اچھے طریقے سے شریعت کے مطابق ان کو رُخصت کرو اور ایک دوسرے پر الزام تراشی نہ کرو۔ ایک دوسرے کو معاف کردو گے تو تقوے کے قریب ہو گے۔

اللہ تعالیٰ یہاں یاددہانی فرماتا ہے کہ: ولا تنسوا الفضل بینکم:

آپس میں تم نے ایک دوسرے پر جو احسان کیا ہے اس کو نہ بھلاؤ۔ یہ نہ ہو کہ پچھلے چند دنوں میں چند مہینوں میں چند سالوں کی رفاقت میں جو ایک دوسرے کے ساتھ جو سلوک کیا ہے اس کو تم بالکل بھلا دو اس کا کوئی الزام نہ دو ایک دوسرے کو اور: ان اللہ بما تعملون بصیر ؁: اور اللہ تعالیٰ جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھتا ہے۔

اس کے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات یہ ہے کہ مہر جو ہے وہ بندے کا حق ہے۔ مہر اللہ کا حق نہیں ہے ایک بندے کا دوسرے بندے پر مہر کا حق ہے۔ لہٰذا یہ معافی سے معاف ہو جاتا ہے۔ ایمان جو ہے اللہ تعالیٰ کا حق ہے بندے کی طرف۔ وہ کسی صورت میں معاف نہیں ہو سکتا۔ لیکن بندے کا ایک دوسرے پر حق ہے کہ وہ معاف کر دے تو معاف ہو جاتا ہے۔ دوسرا اصول اس سے یہ ہوا کہ جیسے کہ اللہ تعالیٰ نے فرما دیا کہ نکاح کے بعد باگ ڈور جو ہے وہ شوہر کے ہاتھ میں ہو۔ لہٰذا اس کو صحیح طریقے پر چلانے کی ذمے داری بھی اس کی ہے۔ تیسرا اصول یہ بنا کہ طلاق کو ذریعہ تنازعہ بنانا سخت گناہ ہے۔ طلاق حلال چیزوں میں بدترین ہے۔ اللہ تعالیٰ کو بھی ناپسند ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اس کی اجازت دی ہے۔

Marfat.com

چوتھا اصول یہ ہوا کہ خلق پر مہربانی باعثِ ثواب ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: وان تعفوا اقرب للتقوٰی : معاف کرنا اور حسن سلوک کرنا وہ اچھا کام ہے اور خلق پر مہربانی باعثِ ثواب ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ وقت پر نکاح کا مہر ادا ہوسکتا ہے اگر طلاق جو ہے وہ بغیر صحبت کے ہو۔ اب یہ مسئلہ ہے کہ کم ازکم مہر ہونا چاہیئے۔ اللہ تعالیٰ نے زیادہ سے زیادہ کی کوئی حد نہیں مقرر کی۔ لیکن سنتوں سے یہ ظاہر ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ کے زمانے میں کم سے کم کتنا مہر ہوا تو وہ مہر دس درہم ہے جو اُس زمانے میں ساڑھے چار روپے کے برابر ہوتا تھا۔ امہات المومنین کا جو مہر تھا وہ پانچ سو درہم تھا۔ اور مہر فاطمہ چار سو مثقال چاندی تھا۔ یعنی ڈیڑھ تولہ سونا۔

ساتواں فائدہ یہ ہے کہ تمام معاملات میں درگزر باعثِ ثواب ہے۔ اور جہاں اللہ تعالیٰ نے مس کا لفظ استعمال فرمایا اس کا مطلب ہے صحبتِ حقیقی۔ وہاں مسئلہ اس کا یہ ہے کہ چونکہ مَس کا مطلب اللہ تعالیٰ نے صحبتِ حقیقی رکھا ہوا ہے تو اس وجہ سے صرف بیوی کو چھُو لینے سے، ہاتھ پکڑ لینے سے، دیکھ لینے کی وجہ سے وضو نہیں ٹوٹتا۔

اَب اگلی جو دو آیات ہیں وہ نماز کے متعلق ہیں اَب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ عائلی قوانین کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس میں بیچ میں نماز کا ذکر کیسے آگیا؟ آپ کو یاد ہوگا کہ پچھلی تمام آیات میں جہاں شوہر اور بیوی کے تعلقات کا، رہن سہن کا یا ان کی علیحدگی کا ذکر آیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ نے تقوے پر زور دیا ہے۔ بار بار دیا ہے کہ: ان اللہ بما تعملون بصیرہ : ان اللہ سمیع بصیرہ : اللہ تعالیٰ دیکھنے والا ہے سننے والا ہے۔ جو کچھ تم کرتے ہو وہ دیکھ رہا ہے اور اللہ تعالیٰ تقوے کو پسند کرتا ہے

Marfat.com

تقوے سے کام لوگے تو یہ تمہارے لئے بہتر ہے تو ہمیں تلقین رحم دلی کی ہے تقوے کی ہے احتیاط کی ہے۔ اور تقویٰ آتا کیسے ہے ؟ صلوٰۃ سے۔

اس لئے کہ تقویٰ کو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جو چیزیں منع کی ہیں اس سے یہ روکتی ہے : تنھی عن الفحشاء : جو چیز جائز ہے اس کی طرف راغب کرتی ہے اور بغاوت سے اور معصیت سے روکتی ہے۔ تو اس فطرت کی وجہ سے یہاں دو آیات ہیں اللہ تعالیٰ نے نماز کا ذکر فرمایا ہے کہ اگر میرے معاملات میں صاف ستھرے ہونا چاہتے ہو تو میں نے تم کو احکامات دیئے ہیں جو طرزِ عمل تمہیں بتایا ہے اس میں تقویٰ معافی اور سلوک کو ایک قریبی حیثیت حاصل ہے اس پر عمل کرنے کے لئے تم نماز سے مدد لو۔

اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے یہ دو آیات جو ہیں : حافظوا علی الصلوٰت والصلوٰۃ الوسطیٰ : اپنی نمازوں کی حفاظت کرو اس کو قائم رکھو اور یہ جمع کے صیغے میں ہے۔ لہٰذا وہ باجماعت ذکر افضل ہے، وہ فرض نہیں ہے لیکن واجب ہے۔ اور تمام صحابہ کرام اور حضرت علی کرم اللہ وجہہ اور حضرت ابو ذر غفاری رضوان اللہ علیہم اجمعین اور جتنے محدثین ہیں سب کا اس بات پہ اتفاق ہے کہ اس کا مطلب عصر ہے اور یہی درمیانی نماز ہے۔ اس لئے کہ ایک نماز فجر کی ہے ایک ظہر کی ہے ایک مغرب کی ہے اور ایک عشاء کی ہے اور درمیان میں عصر آتی ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ پہلے دو میں سے بھی نماز اس طریقے سے ہے کہ ایک نماز فجر کی ہے اس کا کوئی قصر نہیں۔ اور ظہر قصر ہے، اسی طرح سے مغرب کا کوئی قصر نہیں ہے عشاء کی بھی قصر ہے۔ تو وقت کے تعین کے حساب سے اور اپنی نوعیت کے حساب سے

ایک قابلِ قصر اور ایک ناقابلِ قصر اور قابلِ قصر کے درمیان میں عصر آتی ہے تو اس وجہ سے جو مفسرین ہیں وہ کہتے ہیں، اور اس کی خاص طور سے تاکید کیوں کی گئی ہے؟ اسکی دو وجوہات ہیں یہ وہ وقت ہوتا ہے جب کاروبار اپنے عروج پر ہوتا ہے اور عین ممکن ہے کہ کاروباری مصروفیت کی وجہ سے گاہک آ گئے، دفتر میں کوئی کام آگیا تو آپکی نماز جو ہے وہ رہ گئی۔ اس لئے اس کی خاص تاکید ہے۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں ایک ایسا واقعہ آیا جب غزوۂ خندق پیش آیا اور کافروں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو گھیرا ہوا تھا اور مسلمان جنگ میں مصروف تھے۔ تو اس پر سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اور عصر کی نماز قضاء ہو گئی۔ آج کافروں نے ہمیں صلواۃ الوسطیٰ نہیں پڑھنے دی۔" تو اس وقت جو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازِ عصر کو صلوٰۃ الوسطیٰ فرمایا تو اس سے بھی تمام صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی اکثریت جو ہے امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ، اور وہ صحابہ جن سے بہت ساری حدیثیں مروی ہیں اور جن سے استنباط کیا جاتا ہے شریعت کے معاملے میں فقہ کے معاملے میں ان سب کا بھی اس پہ اتفاق ہے کہ "صلوٰۃ الوسطیٰ" کا مطلب عصر کی نماز ہے۔

اس آیۂ مبارکہ کا : وقوموا للّٰه قٰنتين ۝ : اور تم کھڑے ہو جاؤ اس میں چونکہ اللہ تعالیٰ نے سارے مومنین سے خطاب کیا ہے، اس لئے اس کا مطلب ہے کہ باجماعت کھڑے ہو جاؤ ادب کے ساتھ عاجزی اور خشوع اور خضوع کے ساتھ اسکے سامنے۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ذکر کیا ہے کہ ہر وقت تو یہ ممکن نہیں ہو گا کہ وقت نماز کا ہو گیا تو ہم کھڑے ہو گئے، قیام کر لیا، سجدہ کر لیا۔ بعض دفعہ حالتِ جنگ میں ہوں، بعض

Marfat.com

دفعہ خطرہ ہو کوئی، دِل پر خوف طاری ہو۔ اس حالت میں نماز پڑھیں گے تو رجوعِ الی اللہ نہیں ہو گا۔ یہ تمام عوامل اللہ تعالیٰ کے دائرۂ علم میں ہیں اور اسلئے ان سب کو مدنظر رکھ کے اس نے قوانین بنائے۔

دوسری آیۂ مبارکہ: وان خفتم: "تم لوگوں کو اگر ڈر ہو، خوف کی حالت میں ہو": فرجالا او رکبانا: "پس تم پیدل چل رہے ہو تو پیدل چلتے ہوئے ہی نماز پڑھ لو۔ اور اگر سوار ہو تم تو تم سواری پر چلتے ہوئے نماز پڑھ لو"۔ نماز معاف نہیں ہے، لیکن اس کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے رعایت ہے۔ جب خوف کا عالم ہو، چلتے چلتے نکل جانا ہو کسی جگہ سے یا سواری پر ہوں تو دونوں چیزوں کی رعایت ہے۔ ایک قیام کی ایک سجود کی۔ کھڑے ہو کر کے قیام جو ہے نماز کا بہت ضروری حصہ ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے اس پر ہر جگہ زور دیا ہے۔: قوموا للہ قٰنتین٥: کھڑے ہو جاؤ۔ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ: "قیام کی طوالت جو ہے وہ سجود کی طوالت سے بہتر ہے"۔

اکثر لوگ سجدے میں دیر تک ہوتے ہیں، سجدے کا اپنا مقام ہے۔ فرمایا: "سجدے میں آ جاؤ مجھ سے قریب ہو جاؤ۔ بات یہ ہے کہ سجدہ انسان کی انتہائی عاجزی کا مظہر ہے کہ جو انسان اللہ تعالیٰ کے سامنے جتنا زیادہ عاجز ہو گا اتنی اس کو قربِ الٰہی ملتا ہے لیکن قرآن و حدیث کی تفسیر اور تشریح میں اس بات کا خیال رکھنا پڑتا ہے کہ کون سا عمل اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ ہمارا ثواب اور ہمارا انعام اپنی جگہ پر۔ قطع نظر اس کے کہ ہمیں کیا انعام ملے گا ہمیں وہ عمل اپنانا ہے جو اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔

Marfat.com

امام اعظم کے نزدیک قیام افضل ہے سجود سے۔ قیام میں لمبی قرأت پڑھنا،
آہستہ آہستہ پڑھنا اور اس میں سورۂ مزمل میں آپ نے دیکھا ہوگا کہ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم
کو جو تعلیم دی گئی وہ یہ ہے کہ آہستہ آہستہ تلاوت کے ساتھ اپنے نفلوں میں پڑھا کرو۔
چنانچہ کم نفل پڑھنا بہتر ہے لمبی قرأت کے ساتھ بہ نسبت۔ اولیاء اللہ نے تہجد کی نماز میں
یہ طریقہ نکالا کہ پہلی رکعت میں ۱۲ دفعہ سورۂ اخلاص دوسری میں گیارہ بار، دوسری دو میں
دس اور نو، تیسری دو میں سات اور آٹھ، ۶ اور ۵، ۴، ۳، اور ۲، اور ایک اس طریقے
سے ۱۲ رکعت پوری کرتے ہیں تاکہ نماز میں قیام قدرے طویل ہو۔ زیادہ ثواب ملے۔
اگر تمہیں خوف ہے کسی طرح کا تو جس حالت میں تم پیدل چل رہے ہو اسی حالت
میں نماز ادا کرو، اشاروں سے، اگر سوار ہو تو اس حالت میں ادا کر لو اور تمہارے لئے یہ
قطعی ضروری نہیں ہے کہ ہم اس خوف کی حالت میں جس میں تم اپنی حضوری کو مجتمع نہ کر سکو
قیام اور سجود بھی کرو۔ لیکن جونہی تم امن کی طرف پہنچ جاؤ اور وہ خوف تمہارا دور ہو جائے
تو اس نماز کو عام طریقے سے قیام اور سجود کے ساتھ رکوع و قعود کے ساتھ پوری کرو۔
فاذا امنتم فاذکروا اللہ..... تعلمون ○ : جب تم امن
میں آجاؤ جب تمہیں سکون ہو جائے جب تم سے خطرہ ٹل جائے پھر اللہ کا ذکر کرو یعنی
نماز کو ادا کرو۔ : کما علمکم : جیسا کہ تمہیں سکھایا گیا ہے۔ وہ تم پر ایک احسان
ہے۔ : مالم تکونوا تعلمون ○ : تم خود سے یہ کبھی نہیں سیکھ سکتے تھے۔
ہیں نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو تمہارے سامنے قرآنِ مجسم بنا کر بھیجا۔ ان سے تم نے یہ
نماز کے طریقے سیکھے۔ اگر ان کے قدموں کے ساتھ تم وابستہ نہ ہوتے تو ان کے دامنِ رحمت

Marfat.com

کے ساتھ میں نہ ہوتے تو تم اللہ کے ذکر کا یہ طریقہ جو مجھے پسند ہے کبھی سیکھ نہیں سکتے تھے۔

یہاں یہ: قوموا اللہ قنتین ٥ : خشوع وخضوع اور حضوری ہے اس کی بڑی اہمیت ہے۔ اور میں آپ کو ایک قصہ سناتا ہوں۔ امام محمد غزالی رضی اللہ عنہ اپنے زمانے کے بڑے عالم اور فلسفی تھے ان کا ہم نے آپ کو دہ کشتی کا قصہ بھی سنایا تھا۔ وہ مناظرے میں کمال رکھتے تھے۔ عیسائیوں کے ساتھ شیعوں کے ساتھ۔ ان کے چھوٹے بھائی امام احمد غزالی طریقت میں کمال رکھتے تھے بڑے پائے کے ولی تھے۔ امامت تو امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے عالم تھے۔ وہ ان کے پیچھے نماز پڑھ رہے تھے ابھی وہ قرأت ہی کر رہے تھے کہ نیت توڑی امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے اور باہر چلے گئے۔ ان کے بڑے بھائی کو جب پتہ چلا کہ بھائی اس طرح جماعت چھوڑ کر چلے گئے ہیں تو ان کو بہت ہی برا لگا۔ انہوں نے اپنی والدہ سے شکایت کی کہ آج آپ کے چھوٹے بیٹے نے میرے ساتھ زیادتی کی ہے، نماز میں نیت توڑ کے چلے آئے اس کا مطلب یہ ہے کہ میں امامت کے قابل نہیں ہوں۔ خیر وہ دونوں پیش ہوئے۔ پہلے حضرت امام احمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ سے پوچھا کہ تم نے ایسا کیوں کیا؟ بھائی کے ساتھ؟ انہوں نے کہا یہ عالم ہیں ہر وقت سوچتے رہتے ہیں۔ یہ سوچ رہے تھے کہ اگر کسی نے اس کا یہ اعتراض کیا تو میں اس کا یہ جواب دوں گا۔

"یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ: وقوموا للہ قنتین ٥ : اس کی خلاف ورزی کر رہے تھے۔ لہٰذا میں نے نماز توڑ دی"۔ ایسے لوگوں کی مائیں بھی کتنی بلند خیال ہوتی ہیں۔ انہوں نے کہا: "احمد تم بھی تو یہی کر رہے تھے تم بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے حضوری کے

Marfat.com

بجائے تم ان کے قلب کی طرف دیکھ رہے تھے۔ اللہ کو تم نہیں دیکھ رہے تھے۔ تم بھی تو اللہ سے دُور ہو چکے تھے۔ اپنے کو بجائے اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ کرنے کے: وقوموا للّٰہ قٰنتین ۝: پر تم بھی عمل نہیں کر رہے تھے۔" اس کا مطلب ہے کہ نماز انتہائی خشوع اور خضوع سے پڑھیں۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ جس کی نمازِ عصر رہ گئی اس کا گھر مال سب کچھ چلا گیا، بے کار ہو گیا۔ یعنی گھر مال عزت سے زیادہ اہم چیز کیا ہے؟ نمازِ عصر۔ اور پانچویں وجہ یہ ہے کہ یہ واحد وقت ہے جب دن کے فرشتے اور رات کے فرشتے اکٹھا ہوتے ہیں۔ یہ واحد وقت ہے جب دن اور رات کے فرشتے دونوں جگہ ہوتے ہیں اس وقت اللہ تعالیٰ کا قیام کرنا اس کے لئے سجود کرنا زیادہ فائدے مند ہے۔ اس لئے کہ دن اور رات دونوں کے فرشتے گواہی دیتے ہیں کہ اے اللہ یہ بندہ آپ کے لئے آپ کا ذکر کر رہا تھا، آپکو یاد کر رہا تھا۔ اور جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا یہی وقت فروغِ تجارت اور کاروبار میں مصروفیت کا بہت زیادہ ہے۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ایسا نہ ہو کہ تم اپنے کاروبار میں عصر کی نماز کھا جاؤ۔

دوسری بات یہ ہے کہ جو نمازی ہوگا وہ قبر میں بھی نمازِ عصر کے وقت کو محسوس کرے گا اور منکر نکیر اگر آئیں گے اس کے پاس سوال و جواب کرنے تو کہے گا مجھے تھوڑی سی مہلت دے دو میں عصر کی نماز ادا کر لوں۔ جب منکر نکیر دیکھیں گے کہ یہ تو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے اللہ تعالیٰ سے محبت رکھتا ہے تو انہیں اتنے سارے سوال پوچھنے کی ضرورت ہی نہیں ہوگی۔ سوال کا جواب تو خود ہی مل گیا اس کے عمل سے تو اس کی یہ اہمیت ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ تمام نمازوں کے اوقات کا تعین سورج کی کیفیت سے کیا

Marfat.com

جا سکتا ہے۔ یہ صلوٰۃ الوسطیٰ اس اعتبار سے بھی ہے کہ زوالِ شمس اور غروب شمس کے درمیانی وقفے میں یہ پڑھی جاتی ہے، تو اس لئے یہ صلوٰۃ الوسطی ہے۔

نماز کے اندر گفتگو کرنا سلام کرنا ہلنا جلنا یہ سب منع ہے۔ اس سے پہلے لوگ نماز کی حالت میں سلام کا جواب دیتے تھے اور حرکات بھی کر لیتے تھے۔ باتیں بھی کر لیتے تھے جب یہ آیت اُتری : وقوموا لِلّٰہ قٰنتین ہ : تو اس کے بعد سے بولنا چلنا، سلام کرنا، سلام کا جواب دینا، ہلنا جُلنا سب بند ہو گیا اس لئے کہ قانتین کا مطلب ہے۔ خاموشی اور ادب یعنی اللہ تعالیٰ کے دربار میں تو خشوع و خضوع کیساتھ کھڑا ہو۔ آپ اللہ تعالیٰ کے دربار میں کھڑے ہو کر یہ کر ہی نہیں کر سکتے کہ ادھر جا رہے ہیں ادھر جا رہے ہیں۔ تو اس آیت کی وجہ سے اس کا خلاصہ تفسیر یہ ہوا.....

(نوٹ)

اس سے آگے کیسٹ میں آواز بالکل سمجھ میں نہیں آرہی ہے
اس لئے بحالتِ مجبوری خطاب کو نامکمل چھوڑا جا رہا ہے۔

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ البقرۃ

آیات نمبر ۲۴۱ تا ۲۴۳

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہ

وَلِلۡمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالۡمَعۡرُوۡفِ ؕ

حَقًّا عَلَی الۡمُتَّقِیۡنَ ﴿۲۴۱﴾ کَذٰلِکَ یُبَیِّنُ

اللّٰہُ لَکُمۡ اٰیٰتِہٖ لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۴۲﴾ ع

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ

دِیَارِہِمۡ وَہُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ۪

فَقَالَ لَہُمُ اللّٰہُ مُوۡتُوۡا ۟ ثُمَّ اَحۡیَاہُمۡ ؕ

اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ

اَکۡثَرَ النَّاسِ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾

اور طلاق والیوں کے لئے بھی مناسب طور پر نان و نفقہ

ہے۔ یہ واجب ہے پرہیزگاروں پر (۲۴۱) اللہ یونہی بیان
کرتا ہے تمہارے لئے اپنی آیتیں کہ کہیں تمہیں سمجھ ہو (۲۴۲)
اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے
نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے۔ تو اللہ نے
ان سے فرمایا مرجاؤ پھر انہیں زندہ فرمادیا۔ بے شک اللہ
لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں (۲۴۳)

میں نے ۲۴۱ سے لے کر ۲۴۳ آیت تک تلاوت کی ہے۔ جیسا کہ آپ کو یاد ہو گا۔ گزشتہ ۳ نشستوں سے نکاح اور طلاق کے مسائل بیان ہو رہے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اتنی تفصیل سے احکامات بیان فرمائے ہیں اور بار بار عدل اور انصاف اور اچھے سلوک کی عورتوں کے ساتھ تاکید فرمائی۔ پچھلی آیات میں طلاق رجعی کا ذکر تھا۔ جس میں کہ رجوع کرنے کی گنجائش رہتی ہے۔ بغیر نکاح کے اور بائنہ ہو جائے تو عدت کے درمیان میں نکاح سے بھی اور یہ بھی تاکید کی گئی تھی کہ کبھی غصے میں جذبات میں آ کر اکٹھی طلاق نہ دو جو بہتر طریقہ ہے جو اللہ کی طرف سے مقرر ہے، ایک ایک کر کے تاکہ گنجائش رہے کہ تم دونوں مل سکو اس لئے کہ شادیاں اور نکاح جو ہے وہ زندگی بھر کے لئے اس ادارے سے ہونے چاہئیں کہ زندگی بھر نبھائیں گے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے شوہروں کے اوپر جو حقوق ہیں عورتوں کے اوپر جو مردوں کے حقوق ہیں وہ دونوں ادا کریں گے۔ لیکن چونکہ مرد غالب ہوتا ہے، لہٰذا

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی ساری نصیحتیں اور احکامات مَردوں کے لئے ہیں کہ وہ عورتوں کے ساتھ عدل کریں، انصاف کریں، نیکی کریں، اچھا سلوک کریں، پھر یہ بھی ایک اُصول بیان کیا کہ شریعت میں بھول چوک سے غصّے سے جذبات میں اگر ایک یا دو دفعہ خطا ہو جائے تو معافی کی گنجائش ہوتی ہے۔ لیکن جب کام تین بار ہو جائے تو وہ با جماعت مستحکم ہو جاتا ہے اس لئے ۳ بار قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَد پڑھیں تو قرآن پاک ہو جاتا ہے۔ تین دفعہ اکثر دُعاؤں کو کہا گیا ہے کہ تین دفعہ پڑھو۔

اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تم اگر کوئی گناہ، کوئی بُرا کام کرو گے دو دفعہ تک تو پھر تو گنجائش ہے کہ معافی مل جائے تین دفعہ کرو گے تو سزا ملے گی۔ طلاق کے معاملے میں کیا سزا ہے کسی شوہر کے لئے سب سے بُری بات کیا ہے کہ اس کی زندگی میں اسکی بیوی کسی اور کی بیوی ہو جائے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر تم نے تین دفعہ طلاق دے دی ہے تو طلاق مغلظہ ہو گئی۔ پھر وہ تمہارے لئے حلال نہیں ہو گی جب تک کہ وہ خود کسی دوسرے سے نکاح نہ کرلے۔ اور وہ اپنی خوشی سے اپنے وقت پر کسی وجہ سے وہ طلاق دے دے تو پھر تم اس کی طرف رجوع کر سکتے ہو۔ اور اس میں بھی اس وقت اس کی اجازت ہے جب کہ تم اللہ کی حدود کو قائم کرسکو۔ اللہ تعالیٰ کے احکام کو عدل اور انصاف کرسکو۔

عدل اور انصاف کے ساتھ تمہیں دوبارہ پھر رُجوع یا دوبارہ پھر حلالہ کے بعد نکاح کرنے کا ہے تنگ کرنے کے لئے نہیں کرو۔ اگلی جو نئی دو آیات میں نے تلاوت کی ہیں اس میں اب پھر طلاق کے متعلق اور رجوع کے متعلق مزید احکامات ہیں

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : فان طلقها فلا تحل لہ :'
واذا طلقتم النساء فبلغن اجلهن فامسکوهن بمعروف:
جب تک طلاق دے دو اپنی عورتوں کو۔ اپنی عورتوں کا مطلب ہے اپنی منکوحہ بیوی
یا منکوحہ لونڈی : فبلغن اجلهن : بلاغ کہتے ہیں انتہائی حد کو پہنچنا۔ اور
یہاں جس معنوں میں ہے کہ اس حدود کے لگ بھگ اس کے قریب یعنی عِدّت کے
آخری دنوں میں : اجلهن : وقتِ مقرر یعنی عدّت کے آخری دنوں تک پہنچو۔
اس وقت بھی تمہیں یہ طلاقِ رجعی کے متعلق ہے، طلاقِ مغلظہ کے متعلق نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے دو دفعہ طلاق دی اور وہ عِدّت کی مُدّت ختم ہونے والی
ہے ابھی دو چار دن باقی ہیں۔ پھر بھی تمہیں اجازت ہے : فامسکوهن بمعروف:
معروف کا مطلب ہے مشہور یا رواج والا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا یہاں مقصد ہے جو اچھی
روایات، اچھے طریقے ہیں۔ تو : فامسکوهن : پھر ان کو روک لو، یعنی اپنے
نکاح کو قائم رکھو : بمعروف : اچھے طریقے سے معروف طریقے سے جس کو
لوگ اچھا سمجھتے ہیں۔ خوش اسلوبی کے ساتھ، خوش اخلاقی کے ساتھ، اِس ارادے
کے ساتھ، کہ میل و محبّت کے ساتھ رہیں گے ان کے حقوق ادا کریں گے۔

او سرحوهن بمعروف : تسریح، کہتے ہیں جیسے جانور کو
چرنے کے لئے چھوڑ دیتے ہیں۔ تو : او سرحوهن : تو تم ان کو چھوڑ بھی
سکتے ہو۔ آزاد کر سکتے ہو تا کہ وہ دوسرا نکاح کر سکیں۔ : بمعروف : اچھے طریقے
سے دونوں میں چاہے تم رکھو چاہے تم چھوڑ دو۔ دونوں میں شرافت اور نیکی اور جو

Marfat.com

معروف طور طریقہ ہے اس کا خیال رکھو جو اللہ تعالیٰ کے احکام ہیں اس کا خیال رکھو۔

اور اگر تم اپنے ساتھ رکھنے ہو تو : ولا تمسکوھن ضرارا : ضراراً۔ ضرر سے ہے تکلیف پہنچانا اور ان کو تم اس نیت سے نہ روکو کہ ان کو تنگ کرو گے اور ان کو نقصان پہنچاؤ گے، ان کو ذلیل و خوار کرو گے۔ ان کو لٹکائے رکھو گے۔ نکاح میں تو قائم رکھو گے لیکن ان کی زندگی عذاب کرتے رہو گے۔ : ولا تمسکوھن : ان کو مت روکو تم اگر تمہارا یہ ارادہ ہو کہ ان کو ستاؤ گے : لتعتدوا : اور زیادتی کرو گے۔ اللہ کی حدود کو پھلانگ جاؤ گے۔ ان کے حقوق کی حق تلفی کرو گے، اس لئے یہ یاد رکھو ظالم کا مظلوم وہ خود اس کی ذات ہوتی ہے۔ جس پر تم ظلم کرتے ہو اس پر تو اللہ تعالیٰ کی رحمت ہوتی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو اس دنیا میں نہیں تو آخرت میں اس کا اجر ضرور دے گا۔ لیکن ظالم، دنیا اور آخرت دونوں میں اپنا ظلم خود ہی سہتا ہے۔ کیوں ؟ دنیا میں اس کی بدنامی ہو گی کہ بیوی کے ساتھ سلوک اچھا نہیں کرتا، اچھا خاندان نہیں ہے، یہ ظالم خاندان ہے، اس کی اپنی دوسری شادی یا اولاد کی شادی میں رکاوٹیں پیدا ہوں گی۔ اور آخرت میں یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اسکو ظلم کا عذاب دیگا۔

عورتوں کے حقوق کا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں رکھوالا ہوں۔ کمزوروں کا عورتیں کمزور ہیں، لہٰذا میں تمہیں تاکید کر رہا ہوں کہ ان کے حقوق کو ادا کرو ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو، اپنی شادی کو اس لئے دوبارہ نہ کرو کہ ان پر تم ظلم کرو گے انکو ستاؤ گے، اور اگر تم نے اپنی بیوی کو قیدی بنا کر رکھا اپنے گھر میں اس نیت سے کہ اس کو نقصان پہنچاؤ گے، اللہ کی حدود سے گزر جاؤ گے، تو سمجھ لو کہ : ومن یفعل ذالک : کہ

Marfat.com

جو کوئی اس طرح کا کام کرے۔: ذالك فقد ظلم نفسه : تو اس نے اپنی ذات ہی کے ساتھ بُرا کیا، ظلم کیا۔

ایک بات تو یہ ہوگئی۔ اس کا دوسرا حصہ جو ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں اسکو مذاق نہ بناؤ۔ نکاح اور طلاق یہ چیزیں زندگی بھر کے لئے ہوتی ہیں۔ ان کو کھیل تماشا نہ بناؤ۔ جُہلائے عرب یہی کیا کرتے تھے کہ کسی نوجوان سے کہہ دیا تم بڑے اچھے لڑکے ہو میں اپنی بیٹی کو تمہارے عقد میں دیتا ہوں، وہ کہتا کہ میں قبول کرتا ہوں۔ جب وہ کہتا کہ میں قبول کرتا ہوں تو وہ کہتا کہ میں نے تو مذاق کیا۔ یا کہہ دیتے تھے کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں۔ پھر بعد میں کہتے کہ طلاق تو ہوئی نہیں میں نے تو مذاق کیا تھا، غلام کو کہہ دیا میں تم کو آزاد کرتا ہوں۔ اس کے بعد جب وہ جانے لگا تو کہنے لگے کہ نہیں میں تو مذاق کر رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے : ولا تتخذوا ايت الله هزوا : اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق نہ بناؤ۔ غلاموں کے آزاد کرنے کے متعلق، طلاق کے متعلق، نکاح کے متعلق اللہ تعالیٰ کے احکامات ہیں تمہاری زندگیوں کو سنوارنے کے لئے اس کو مذاق نہ بناؤ۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے کہ اگر مذاق میں بھی جھوٹ بھی کہہ دیا کہ میں نکاح میں لیتا ہوں، یا نکاح قبول کرتا ہوں تو نکاح ہو جائے گا۔ طلاق کیلئے تو وہ واقع ہو جاتا ہے اس میں پھر یہ عذر نہیں چلے گا کہ میں نے مذاق کیا۔

تو اللہ کے احکامات کے بارے میں مذاق نہ کرو۔ یہ زندگی بھر کا سودا ہے۔ اس ارادے کے ساتھ کہ شوہر اپنی بیوی کے حقوق ادا کرے گا اور بیوی شوہر

Marfat.com

کے حقوق ادا کرے گی۔ یہ مذاق، کھیل نہیں ہے، کیوں تمہیں شیطان اور نفس بہکائے
اللہ تعالیٰ کے احکام کو مذاق کے طور پر کرنے کا تو اس وقت تم یاد کرو میری نعمتیں۔ جب
یاد کرو گے جو میں نے تمہیں دی ہیں۔ جو میں نے تمہیں کتاب دی ہے۔ قرآن پاک کے
ذریعے سے جس میں اللہ کے احکامات ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ کے الفاظ ہیں اور حکمت
جو دی ہے۔ حکمت کا مطلب ہے حدیث۔ اللہ نے فرمایا ہے: ویعلمھم
الکتاب والحکمہ : ہم نے ایسا نبی دیا ہے جو ان کو کتاب بھی پڑھاتے ہیں
تو اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ میری نعمتوں کو یاد کرو کہ میں نے تمہیں اپنا حبیب تمہارا نبی بنا کر
بھیجا اُن کی اُمت میں بھیجا جو میرے پیارے ہیں۔ جو قرآنِ مجسم ہیں۔ اور جنہوں نے
تمہیں کتاب سکھائی، جنہوں نے تمہیں حکمت سکھائی قرآن کیا ہے؟ قرآن اللہ کا حُکم
ہے اور اللہ کی زبان ہیں۔ حدیث کیا ہے؟ اللہ کا حکم ہے رسول اللہ ﷺ کی زبان
ہے۔ کیوں؟

سرکار دو عالم ﷺ کبھی اپنے جی سے نہیں بولتے۔ وہ اللہ کی وحی سے
بولتے ہیں: ومایںطق عن الھوی : وہ اپنے جی سے نہیں بولتے۔ تو
ان کا ہر لفظ جو ہے وہ اللہ کا۔ اللہ کے احکامات ہیں، اسی لئے دین مکمل نہیں ہوتا اگر:

؎ بمصطفیٰ نہ رسیدی تمام بولہبی ست

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: واذکرو نعمت اللہ علیکم : تم اس
نعمت کو یاد کرو جو تم پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطا کی گئی ہے:۔ من الکتاب
والحکمہ : جو کتاب اور حکمت سے اور قرآن اور حدیث سے جو نعمتیں تم کو

Marfat.com

اترتی ہیں : یعظکم بہ : ان سے تم نصیحت حاصل کرو۔ وہ مذاق کے لئے نہیں ہیں وہ اپنی زندگی کو سنوارنے کے لئے ہے۔

واتقوا اللہ واعلموا ان اللہ بکل شیءٍ علیمٌ○ : اللہ سے ڈرتے رہو۔ کیوں؟ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے وہ ہر چیز دل کا یہ جان جاؤ تم یہ ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھو اپنے ذہن میں رکھو اپنے دل میں رکھو کہ : ان اللہ بکل شیءٍ علیمٌ○ : اللہ تعالیٰ ہر چیز کو جانتا ہے، ہر چیز کی خبر رکھتا ہے۔ تو اس آیت کے دو حصے ہیں۔ ایک تو یہ کہ چاہے تم رکھو یا علیحدہ کرو دونوں بخیر وخوبی بغیر الزام تراشی بغیر دشمنی اور اچھے طریقے سے ہونا چاہئے' اور جس کو رکھو بُرے طریقے سے نہ رکھو۔ دوسری بات کیا ہے؟ کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات زندگی کو سنوارنے کے لئے ہیں' کتاب اور حکمت ایک نعمت ہے۔ جس نعمت کے ذریعے سے زندگیاں اور آخرت دونوں سنورتی ہیں۔ اس کو مذاق کا ذریعہ نہ بناؤ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت کا ذریعہ بناؤ۔ اس لئے کہ یہ سمجھ لو کہ جو کوئی کمزوروں کے حقوق کی حق تلفی کرتا ہے۔ دراصل اپنی ذات پر ظلم کرتا ہے۔ اس کیلئے عذاب تیار ہے۔ اور جو کوئی میرے احکام کے ساتھ مذاق اڑاتا ہے، وہ جو ناشکری کرتا ہے۔ اس لئے کہ میرے احکام جو قرآن اور احادیث کے ذریعے تم تک میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے پہنچے ہیں وہ ایک نعمت ہیں وہ نعمت تمہاری زندگیوں کو سنوارنے کے لئے ہے۔

یہ جو میں نے اس کی تفسیر بیان کی ہے، اَب اس سے پچھلی آیات سے تعلق جو ہے اس کا ظاہر ہو گیا ہو گا۔ پچھلی آیت میں طلاقِ رجعی اور بائنہ کے بیان

Marfat.com

ہوئے اور اس میں پہلے رجعی کے احکام ایک جملے میں اور دوسرے میں خلع کے ضمن میں بائنہ کے احکام ہوئے اب اس آیت میں تیسری قسم یعنی طلاق مغلظہ کے احکام بیان ہو رہے ہیں۔

پچھلی آیتوں میں دو طلاق تک شوہر کو روکنے یا چھوڑنے کے متعلق ذکر کیا گیا تھا اب چھوڑنے کی تفصیل بیان کی جا رہی ہے۔ چھوڑو تو کس طریقے سے چھوڑ دے پچھلی آیت میں طلاق پر کچھ پابندیاں لگائی گئی تھیں، کہ صرف دو طلاقوں تک شوہر کو رجوع کا حق ہے اب طلاق پر ایک اور بڑی پابندی لگائی جا رہی ہے، حلالہ کی اور تاکہ زمانہ جاہلیت کی طرح بار بار طلاق اور واپسی نہیں ہوگی۔ اس کا شانِ نزول یہ ہے۔

حضرت عائشہ بنت عبدالرحمن جو کہ رفحہ بن وہب کے نکاح میں تھیں انہوں نے تین طلاقیں دے دیں۔ حضرت عائشہ کی عدت گزاری اور عبدالرحمان ابنِ زبیر نزری رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے انہوں نے نکاح کر لیا۔ کچھ دنوں کے بعد حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں حاضر ہوئیں انہوں نے اپنے دوسرے شوہر کے متعلق یہ فرمایا کہ ہمارے ان کے ساتھ شوہر اور بیوی کے تعلقات نہیں ہیں۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ کیا تم اپنی مرضی سے رفحہ بن وہب کی طرف واپس لوٹنا چاہتی ہو، پچھلے شوہر کے، انہوں انہوں نے کہا ہاں۔ اس وقت آپ نے خاموشی اختیار فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے اس وقت یہ آیت اتاری، کہ جب تک دوسرے شوہر کے ساتھ صحبتِ زوجیت نہ ہو اس وقت تک بیوی حلال نہیں ہو سکتی۔ نکاح ہونا کافی نہیں ہے۔ اس نیت سے کر نکاح کر کے اور پھر فوراً طلاق دے دے گا یہ جرم ہے اور گناہ ہے اللہ کی نظر میں۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اسکو جو اپنی بیوی کی طلاق دینے کے بعد اس طرح کی شادی مینج کرتا ہے اور وہ جو اس نیت سے شادی، نکاح کرتا ہے کہ طلاق دیدے گا۔ دونوں پر لعنت بھیجی کہ یہ بُرے کام ہیں۔ تو جب تک کہ پہلے شوہر کیلئے حلال نہیں ہو سکتی۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس آیت کے نازل ہونے کے بعد اِن سے (حضرت عائشہ بنتِ عبد الرحمان سے) کہا کہ تم ابھی اپنے شوہر کے لئے حلال نہیں ہوئیں۔

حضرت ثابت بن یسار رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی بیوی کو طلاق دی جب عدت کے تین دن باقی رہ گئے تو ان سے رجوع کر کے پھر طلاق دی اور وہ بہت عرصہ تک لٹکی رہیں، یہاں تک کہ نو (۹) مہینے گزر گئے اور وہ نہ ان کے ساتھ مہربانی کرتے تھے اور نہ ان کو آزاد کرتے تھے، اور کسی اور سے وہ نکاح نہیں کر سکیں اس وقت اس آیت کا پہلا حصہ نازل ہوا۔: واذا طلقتم النساء.....فامسکوھن : یعنی اگر عدت کی مدت گزرنے سے چند دن پہلے یا تو تم رجوع کر لو یا چھوڑ دو یہ نہیں رجوع کر کے پھر طلاق دے دو۔ پھر رجوع کر رہے ہیں اس طریقے سے لٹکاتے رہیں۔ دوسرا حصہ جو ہے : ولا تتخذوا آیات اللہ ھزوا : یہ حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عرب میں لوگ اس طرح سے کہہ دیا کرتے تھے کہ میں نے نکاح میں دیدیا جیسے میں نے ابھی بتایا تھا۔ یہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کیا گیا مسئلہ، اس وقت یہ آیت نازل ہوئی۔ اور اس کے ساتھ ہی سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حدیث: ”مذاق میں بھی کرو گے تو یہ واقع ہو جائے گی“۔ اس سے نکل نہیں سکتے اللہ کا حکم یہ آیا ہے: ”میرے احکامات کے معاملے میں مذاق نہ کیا کرو“

Marfat.com

اِس آیت کے کچھ فائدے کچھ اُصول مُرتب ہوتے ہیں۔ بیوی کا معاملہ بہت نازک ہے، پہلی بات اور عورتوں کے حقوق بہت سخت ہیں۔ اللہ تعالیٰ بار بار ڈرا کر، دھمکا کر، اپنے احسانات یاد دلا کر، مَردوں کو ان کے حقوق ادا کرنے پر مائل کرتا ہے۔ بار بار طلاق اور حقوقِ زوجہ کا ذکر ہے ان آیتوں میں۔ دوسری بات یہ کہ شرعی مسئلہ یہ ہے کہ رجوع میں عورت کی رضامندی ضروری نہیں ہے۔ جس نے طلاق دی ہے وہ دوبارہ رجوع کر جائے۔ جو زبان سے کلمات کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے، اور عمل کے ذریعے سے بھی ہو سکتا ہے، بہتر یہ ہے کہ عمل کے ذریعے ہو اور لوگ گواہ ہو جائیں۔ تاکہ پتہ لگ جائے کہ دونوں پھر میاں بیوی ہو گئے ہیں۔ رجوع میں کلام کی قید نہیں ہے منہ سے بول کر یا صحبتِ زوجیت سے رجوع ہو سکتا ہے : فامسکو : یعنی روک لو۔ اس میں کوئی قید نہیں لگائی ہے کہ کس طرح روکو۔ اور بہتر یہ ہے کہ کلام سے رجوع کریں اور گواہ بنالیں۔

پانچواں اُصول جو اللہ نے اس میں عطا فرمایا : ومن یفعل ذالک فقد ظلم نفسه : یعنی ظالم درحقیقت خود پر ظلم کرتا ہے۔ طلاق کا چھٹا اصول یہ ہے کہ جہاں کہیں بھی طلاق کا ذکر آیا ہے وہ مَردوں کو کہا گیا ہے تو اس سے شریعت کا اصول یہ بنا کہ طلاق کا حق صرف مَرد کو ہے، عورت کو نہیں۔ نہ یہ دونوں کے مشورے میں موقوف ہے۔ ہاں عورت جو ہے وہ فِدیہ دے کر شوہر سے طلاق مانگ سکتی ہے۔ جس کو خلع کہتے ہیں۔ یا اگر شوہر ظالم ہو تو حاکم کے ذریعے سے نکاح کی تنسیخ ہو سکتی ہے۔ وہ بھی خود نہیں کہے گی، حاکم کہے گا کہ تم نے نکاح کی حدود کو پامال کیا ہے، اسلئے

Marfat.com

حکومت تنسیخ کرتی ہے، تمہارے نکاح کی۔

ساتواں یہ کہ مجبور اور معذور کو ستانا بہت بڑا جرم ہے : ولا تمسکوھن ضرارا : تو اللہ تعالیٰ ایک اصول اِس آیت میں مرتب فرماتا ہے وہ یہ ہے کہ معذور اور مجبور کو ستانا بہت بڑا جرم ہے۔ اور جتنی زیادہ مجبوری ہوگی ظالم پر اتنا ہی زیادہ گناہ ہوگا۔ اتنی زیادہ اس کی سزا سخت ہوگی۔ مثلاً بیوی پر جو جواب دے سکتی ہے، بول سکتی ہے، جو غصہ کر سکتی ہے، جو برداشت کر سکتی ہے، بیوی پر ظلم گناہ ہے اور اگر حاجتمند اور ضعیف والدین پر ظلم جو ہے وہ اور زیادہ گناہ کا باعث ہے۔ اس لئے کہ وہ زیادہ مجبور ہیں۔ اور لونڈی اور غلاموں کو ستانا اس سے بھی زیادہ اس لئے کہ وہ آپ کی ملکیت ہیں۔ ماں باپ ضعیف اور مجبور ہوں یہ ماں باپ سے بھی زیادہ مجبور ہیں تو ان پر ظلم کرنا ماں باپ پر ظلم کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہے، اور جانوروں کو ستانا غلام اور لونڈیوں کو ستانے سے بھی زیادہ گناہ کا باعث ہے اس لئے کہ وہ بے زبان ہیں۔ وہ آہ بھی نہیں کر سکتے، وہ کچھ کہہ بھی نہیں سکتے، اور خاموشی سے ظلم کو برداشت کرتے ہیں۔

حضور نے ایک قصہ سنایا تھا کہ جانوروں پر ظلم کی کیا سزا ہے اور جانوروں کے ساتھ نیکی کے کیا انعام ہیں، مجبور و لاچار کے۔ ایک شخص جا رہا تھا اور وہاں ایک زخمی گدھا پڑا ہوا تھا۔ اس شخص نے اس کی مرہم پٹی کی اور اس کو آرام پہنچایا۔ گدھے نے آسمان کی طرف نگاہ اٹھائی اور آنکھ سے ایک آنسو نکلا، شکر کا اور اللہ تعالیٰ سے اس نے دعا کی ہوگی کہ اس نے دکھ درد والے جانور پہ رحم کیا۔ وہ آدمی ویسے ہی

ہمارے جیسا گنہ گار لاُابالی گزر رہا تھا بس اس کے دل میں آگیا اس کی خدمت کریں تو اس نے آنکھ سے ایک آنسو ٹپکاتے ہوئے عرش کی طرف دیکھا گدھے نے، تو اسکا سینہ کھل گیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ولایت کے درجات اس کو عطا فرما دیئے۔

تو یاد رکھیں جس طرح سے مجبوری کے درجے بڑھتے جائیں تو ظلم کے عذاب بڑھتے جاتے ہیں اسی طرح مجبوری کے درجے بڑھتے جائیں اور آپ ان کے ساتھ نیکی کریں تو ثواب بڑھتا جائے۔ طلاق، نکاح اور آزادی کے الفاظ خواہ دل لگی میں ہوں، یہ چیزیں واقع ہو جائیں گی ۔ یہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث ہے۔ عورتوں کو دکھ دینے کیلئے روک لینا بھی احکامِ الٰہیہ کا مذاق ہے۔ عورتوں کو یہ حق ہے کہ ظالم شوہر سے حاکم کے ذریعے نجات حاصل کرے۔

دسواں اصول کیا ہوا: واذکرو نعمت الله علیکم : اللہ کی جو نعمتیں تم پر ہیں، ان کا ذکر کرو۔ میلاد کیا ہے؟ اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی نعمت کا شکر ادا کرنا، اس کو یاد کرنا، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ولادت جو ہے تشریف آوری اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا احسان ہے۔ سب سے بڑی نعمت ہے، اس لئے کہ انہوں نے ہمیں حکمت سکھائی؛ جینے کا ڈھنگ سکھایا۔ اللہ کی مخلوق کے ساتھ اور خالق کے ساتھ۔ یہ بہت بڑی نعمت ہے، تو اس وجہ سے عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم بھی عبادت ہے، ثواب کا کام ہے۔

حدیث بھی قرآن پاک کی طرح اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہی اُتری ہے جیسا کہ اس آیت سے: وما انزل علیکم من الکتاب والحکمه : تمہارے

پر نازل کی گئی کتاب اور حکمت۔ اور حکمت سے مطلب ہے، احادیثیں۔ اس لئے کہ حکمت کون سکھاتا ہے؟ نبی کریم ﷺ: یتلوا علیھم ایاتہ.... حکمہ: تو وما ینطق عن الھویٰ: جیسا کہ میں نے عرض کیا تھا کہ حدیث کے الفاظ، حضور ﷺ کے ہیں اور مضمون رب کا۔ قرآن میں الفاظ بھی رب کے ہیں، مضامین بھی رب کے ہیں۔ تفسیر صوفیانہ یہ ہوئی کہ کسی کو ایذا دینا جو ہے اسلام اور ایمان کیخلاف ہے۔ مومن وہ جس سے لوگ امن میں رہیں۔ سچا مسلمان وہ، جس کی زبان اور ہاتھ، پیر سے دوسرے مسلمان محفوظ رہیں۔

جسم میں بھی نفس و رُوح موجود ہے، قلب و رُوح نفس موجود ہے۔ جس طرح سے شوہر اور بیوی کے تعلقات میں ظلم نہیں ہونا چاہیئے بلکہ مؤدت ہونا چاہیئے اچھا سلوک ہونا چاہیئے۔ اسی طرح سے چاہیئے کہ نفس اور قلب ایک دوسرے کا لحاظ رکھے۔ اور دشمنی نہ کرے۔ نفس کو چاہیئے کہ قلب کے حقوق کا خیال رکھے تاکہ دونوں کی فلاح ہو اس لئے کہ ازدواجی زندگی میں دونوں کی فلاح اس سے ہے، کہ دونوں ایک دوسرے کا خیال رکھیں۔

ایک بات میں، آپکو ایک اصول بتا دوں، کہ شریعت میں خطائیں معاف ہیں۔ شریعت میں غلطی دو دفعہ ہو جائے تو اس کے اثرات سے معافی ہے، جیسے دو دفعہ طلاق ہو جائے تو آپ رجوع کر سکتے ہیں۔ تیسری غلطی ناقابل معافی ہے۔ لیکن طریقت میں جو کام خطاً ہوتا ہے اس پر بھی پکڑ ہوتی ہے۔ طریقت جو ہے وہ خواص کی چیز ہے اور خواص سے خطا کی توقع نہیں ہے تو طریقت میں خطاً بھی کچھ ہو جائے تو بھی اسکی پکڑ ہوتی ہے۔ اور طریقت کی غلامی میں اسے نکالا نہیں جاتا دو دفعہ ہوتی تو پھر بھی اسے

Marfat.com

سمجھا دیا جاتا ہے۔ اور اس میں مُرشد جو ہے رجوع کرتا ہے۔ جب تین دفعہ خطا ہو جاتی ہے تو اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ آدمی باغی ہے۔ اب اس کو طلاق لینا ہی بہتر ہے اس سے علیحدہ کرلیں جائے دُنیا میں رہے، دوسروں کے ساتھ برتاؤ کرے اس کے بعد پھر وہ معافی وغیرہ مانگے تو پھر دوبارہ مُرشد اگر چاہے تو دوبارہ سلسلے میں داخل کرلے گا۔

اگلی آیت جو ہے : فان طلقها فلا تحل له من بعد حتّٰی تنکح زوجا غیرہ ؕ : اگر تم نے طلاق تیسری دی ہے تو پھر اس کے بعد تم عائلی حلال نہیں ہوئیں جب تک کہ وہ کسی اور شوہر کے ساتھ نکاح نہ کرے : فان طلقها فلاح علیهما : اور اگر پھر وہ شخص بھی اس کو طلاق دیدے، فائنلی اسکو الگ کردے تو کوئی ان دونوں پر کوئی گناہ نہیں ہے : ان یتراجعا ان طنا ان یقیما حدود الله : اور اگر وہ دوبارہ مل جائیں تو یہ خیال رکھیں کہ وہ اللہ کی حدود کو پورا کرینگے۔ طلاق دینے کے بعد دوبارہ پھر حلالہ کریں تو اس وقت کریں یہ نہیں کہ ایک اور موقع مل گیا اس کو ستانے کا اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کی حدود کو قائم رکھیں گے اور وہ انکے حقوق کو ادا کریں گے : وتلك حدود الله یبینها القوم یعلمون O اور اللہ نے اپنے احکامات صاف صاف بیان کر دیئے ہیں، اور اللہ تعالیٰ نے تمہیں آہستہ آہستہ اچھے طریقے سے اپنے احکامات سمجھائے ہیں۔ یہ ان کے لئے ہے جو کہ علم رکھتے ہیں۔ جو ایمان رکھتے ہیں۔ جو اللہ تعالیٰ کے احکامات کو یاد کرتے ہیں اس نیت سے کہ وہ اس پر عمل کریں گے۔ بشرطیکہ گمان غالب ہو کہ ایک دوسرے کے حقوق مکمل طور پر ادا کریں گے۔

اس آیت کے کچھ اصول ہیں۔ پہلا اصول تو یہ ہے کہ طلاقیں جو ہیں الگ الگ ہونی چاہئیں۔ دوسرا یہ کہ حلالہ کے لئے دوسرے شوہر کی صحبت شرط ہے۔ لونڈی سے اگر مالک صحبت کرے تو، لونڈی کا، کنیز کا حلالہ نہیں ہوگا۔ اس کو کسی اور دوسرے شخص کے نکاح میں جانا ہے۔ تاوقتیکہ وہ دوسرے شخص سے نکاح کر کے صحبت نہ کرلے۔ اگر پچھلا شوہر مطلقہ کنیز جس کنیز سے شادی کی تھی اس کو وہ خرید کر اپنا بھی لے تو اسکے مالک جیسے تعلقات جائز نہیں ہوں گے، اس لئے کہ وہ اس کی بیوی رہ چکی ہے منکوحہ۔ جب تک کہ وہ کسی اور شخص سے شادی کر کے صحبت نہ کرے اس وقت تک پہلے شوہر کو چاہے وہ نکاح کرے چاہے وہ اس کو خرید لے لیکن اس کے لئے جائز اور حلال نہیں ہوگی۔

عورت کو نکاح کے لئے ولی کی ضرورت نہیں وہ خود اپنا نکاح کرسکتی ہے اپنی مرضی سے اور اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے کلام پاک میں ان آیات میں صاف لکھا ہوا ہے، کہ جب تک کہ وہ کسی دوسرے شوہر کے ساتھ نکاح نہ کرلے، یہ نہیں کہا جب تک کہ لوگ اس کی شادی نہ کردیں تو اس میں اللہ تعالیٰ نے بالغ عورتوں کو خود اپنے نکاح کا اختیار دیا ہے۔ ابھی ایک دن پہلے میرے بہنوئی صاحب کہتے تھے۔ ماں باپ کا تو حکم ہے بغیر ان کے حکم کے، کیسے کرسکتے ہیں۔ میں نے کہا ماں باپ کا اتنا ہی حق ہے جتنا ان کو اللہ تعالیٰ نے دیا ہے۔ ماں باپ کا مشورے کا حق ہے۔ ماں باپ کو بالغ لڑکی کو حکم دینے کا حق نہیں ہے کہ تم فلاں سے شادی کرلو۔ اگر مسلمان ہے تو اللہ کے حکم کو ماننا پڑے گا۔ ہم ہندو نہیں کہ ہم مالک ہیں بیوی کے بھی اور بچیوں کے بھی۔

Marfat.com

مقصد یہ کہ اللہ تعالیٰ کے احکامات میں بہت ہی احتیاط کی ضرورت ہے نہ مبہم باتیں کرو، نہ مذاق کرو۔ دوسرا مسئلہ یہ ہے کہ آزاد منکوحہ عورت کیلئے تین طلاق مغلظہ ہو جاتی ہیں۔ دو کے بعد حلالہ کی ضرورت ہوتی ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے حلالہ کرنے اور کرانے والوں پر لعنت فرمائی ہے اور ہمارا سُنّی جو مسلک ہے اہل تشیع میں تو ہے، وہ کچھ مدت کے لئے عارضی نکاح جیسے متعہ وہ ناجائز و حرام ہے۔ دوسری بات یہ کہ ساری زندگی میں تین طلاق کا حق ہے۔ اگر کسی نے دو طلاق دی اور اس کے بعد رجوع کر لیا، طلاقِ رجعی ہو گیا، اس کے بعد وہ پھر ایک طلاق اور تیسری دیدے گا زندگی کے کسی حصے میں تو وہ مغلظہ ہو جائے گی۔ پھر وہ بغیر حلالہ کے نہیں ہو سکتی، پھر احتیاط کی ضرورت ہے اور یہ کافروں کے زمانے میں ہوتا تھا۔ رجوع کر لیا اور پھر نئے سرے سے اللہ تعالیٰ نے اس کا سلسلہ ختم کر دیا۔ عورتیں کوئی کھلونا نہیں جنہیں تم پٹک دو، توڑ ڈالو اور برباد کر دو اور ان کے ساتھ مذاق کرتے رہو۔ ان کو زندگیوں کے ساتھ نہیں رکھنا ہو تو اچھے طریقے سے رکھو۔ الگ کرنا ہو تو اچھے طریقے سے الگ کرو۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم اسکی نعمتوں کو یاد رکھیں خصوصاً وہ نعمت جو اس نے سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ پاک کی صورت میں ہمیں عطا فرمائی۔ اپنے احکام جو کلام پاک کے ذریعے سے ملے ہیں، ہماری زندگیوں اور آخرت کو سنوارنے کے لئے اپنے وہ احکام جو حدیث کی صورت میں ہیں، اللہ تعالیٰ ان سب کو اپنانے کی توفیق عطا فرمائے، اس کو نعمت سمجھ کر اللہ تعالیٰ کا

Marfat.com

شکر ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ جو لوگ ہماری ذمہ داری ہیں، ان کا حق ادا کر سکیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انصاف کی توفیق عطا فرمائے اللہ تعالیٰ ہمیں مجبوروں کے ساتھ ضعیفوں کے ساتھ، لاچاروں کے ساتھ اچھے سلوک کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

واٰخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ۝

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ البقرۃ

آیات نمبر ۲۴۳ تا ۲۴۶

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡكَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصۡحَابِكَ یَا حَبِیۡبَ اللّٰہ

اَلَمۡ تَرَ اِلَی الَّذِیۡنَ خَرَجُوۡا مِنۡ دِیَارِهِمۡ
وَهُمۡ اُلُوۡفٌ حَذَرَ الۡمَوۡتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ
اللّٰهُ مُوۡتُوۡا ۟ ثُمَّ اَحۡيَاهُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوۡ فَضۡلٍ
عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا يَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۴۳﴾
وَقَاتِلُوۡا فِىۡ سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ
سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنۡ ذَا الَّذِىۡ يُقۡرِضُ اللّٰهَ
قَرۡضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗۤ اَضۡعَافًا كَثِيۡرَةً ؕ
وَاللّٰهُ يَقۡبِضُ وَيَبۡصُۜطُ ۪ وَاِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ﴿۲۴۵﴾
اَلَمۡ تَرَ اِلَى الۡمَلَاِ مِنۡۢ بَنِىۡۤ اِسۡرَآءِيۡلَ مِنۡۢ
بَعۡدِ مُوۡسٰى ۘ اِذۡ قَالُوۡا لِنَبِىٍّ لَّهُمُ ابۡعَثۡ لَنَا

Marfat.com

مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ ؕ قَالَ ہَلْ عَسَیْتُمْ
اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا
وَمَا لَنَاۤ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَقَدْ
اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ؕ فَلَمَّا كُتِبَ
عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ ؕ
وَاللّٰہُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾

اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا تھا انہیں جو اپنے گھروں سے نکلے اور وہ ہزاروں تھے موت کے ڈر سے تو اللہ نے ان سے فرمایا مرجاؤ پھر انہیں زندہ فرمادیا بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے مگر اکثر لوگ ناشکرے ہیں ﴿۲۴۳﴾ اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ سنتا جانتا ہے ﴿۲۴۴﴾ ہے کوئی جو اللہ کو قرض حسن دے تو اللہ اس کے لئے بہت گنا بڑھادے اور اللہ تنگی اور کشائش کرتا ہے، اور تمہیں اسی کی طرف پھر جانا ﴿۲۴۵﴾ اے محبوب کیا تم نے نہ دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا، جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لئے کھڑا کردو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں، نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ے ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ

Marfat.com

کرو ، بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے ، توپھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا منھ پھیر گئے مگر ان میں کے تھوڑے ، اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو۔ (۲۴۶)

اس وقت میں نے آپ کے سامنے ۲۴۳ سے ۲۴۶ تک سورۂ بقرہ کی تلاوت کی ہے۔ جیسے کہ پچھلی چند آیات میں نکاح وطلاق، اور عدت اور بچوں کی تربیت کے متعلق احکام تھے اس کے بعد نماز کے متعلق احکام آئے کہ نماز تقوے کی کنجی ہے۔ اور اب جہاد کے متعلق احکامات اللہ کی طرف سے صادر ہو رہے ہیں۔ ۲۴۳ ویں آیت میں اس کی تفصیل میں پچھلی محفل میں بیان کرچکا ہوں۔ بنی اسرائیل کے ان لوگوں کا ذکر تھا۔ جو موت کے ڈر سے پہاڑوں کے غاروں میں چلے گئے تھے۔ مگر وہاں بھی حکم ہوا اور وہ مر گئے۔ بنی اسرائیل کے ایک نبی جب وہاں سے گزرے تو ان کی نظر ان بہت ساری ہڈیوں پر پڑی وہ حیران رہ گئے۔ اللہ تعالیٰ چونکہ اپنے انبیاء کی ناز برداری کرتا ہے ان کی دعا قبول کی اور ان سب کو زندہ کیا۔

اللہ تعالیٰ نے اس میں یہ سبق دیا ہمیں کہ موت کے ڈر سے بھاگنے سے موت سے رہائی نہیں ہو سکتی۔ وہ بنی اسرائیل کو خطاب تھا۔ حکم تھا کہ وباء سے طاعون سے موت سے بھاگ کر نہ جاؤ۔ بیماریوں کو دوسری بستیوں تک نہ پھیلاؤ۔ اگر تمہیں موت آنی ہوگی تو کہیں بھی ہو گے آجائے گی۔ اور اگر بچنا ہوگا تو اس وباء اور طاعون سے بھی

Marfat.com

بچ جاؤ گے۔ اب اگلی آیاتِ مبارکہ میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے امتیوں کو حکم ہے۔ کہ تم نے دیکھ لیا بنی اسرائیل کا کیا حشر ہوا۔ موت سے بھاگنے سے وہ موت سے بچ نہیں سکے، لہٰذا اب جہاد کا تمہیں حکم ہو گا تم موت کے ڈر سے جہاد سے فرار نہ اختیار کرو۔ اس لئے کہ یہ ناشکروں اور نافرمانوں کا وطیرہ ہے۔ یہ بنی اسرائیل کا طریقہ ہے، اور حقیقت تو یہ ہے کہ موت سے کوئی فرار حاصل نہیں کر سکا۔

تو اللہ تعالیٰ اس ۲۴۴ ویں آیت میں فرماتا ہے : وقاتلوا فی سبیل اللہ واعلموا ان اللہ سمیع علیم ۝ : قتال۔ کہتے ہیں جنگ کو، یعنی جنگ میں ایک دوسرے کو قتل کرنا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اللہ کی راہ میں جہاد کرو موت کے ڈر سے بھاگو نہیں۔ اور جہاد اپنی ذات کے لئے، اپنی سلطنت کی وسعت کے لئے، اپنے انتقام کے لئے، بدلوں کے لئے، جیسا کہ اگلی آیت میں قصہ بیان ہو گا۔ ایک آیت کے بعد بنی اسرائیل کا۔ اس کے لئے جائز نہیں ہے۔ جہاد کلمۃ اللہ کو بلند کرنے کے لئے، جہاد دین کی راہ میں جو لوگ رکاوٹیں کھڑی کرتے ہیں، ان رکاوٹوں کو دور کرنے کے لئے ہے، جیسے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں مسجد حرام میں طواف کرنے سے مسلمانوں کو روکتے تھے تو پھر جہاد کر کے فتح مکہ اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی، تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : وقاتلوا فی سبیل اللہ : اللہ کے لئے اگر کوئی مرتد ہو جائے تو قتل واجب ہے۔ کوئی اسلامی قانون سے بغاوت کر کے، جیسے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے قتال کا حکم دیا ان لوگوں کے خلاف جنہوں نے زکواۃ دینے سے انکار کر دیا تھا، یا کوئی مملکت کا باغی ہو جائے، خارجی ہو جائے، مرتد ہو جائے، اس صورت میں ہے۔

لیکن اس کے علاوہ جہاد اور قتال صرف اللہ کے لئے جائز ہے۔ اپنی ذات کے لئے، اپنے نفس کے لئے، اپنے انتقام کے لئے، یا اپنی حکومت کیلئے، دولت کے لئے، جائز نہیں ہے۔ اگر کوئی ملک گیری جیسے مغربی قومیت کی بناء پر کوئی آپ جنگ لڑتے ہیں اگر کشمیر میں اس لئے جنگ لڑتے ہیں کہ وہاں اسلامی نظام قائم کریں گے، تو پھر تو جہاد ہے، اور اگر اس لئے کہ آپ جہاد کرتے ہیں، لڑتے ہیں کہ آزادی حاصل کرینگے، مغربی ادارے قائم کریں گے تو وہ جہاد نہیں ہے۔

پچھلی آیت میں تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا کہ موت سے نہ بھاگو! جہاں طاعون ہو رہا ہے وہاں سے نہ بھاگو! اب یہ ہے کہ جہاد سے نہ گھبراؤ۔ یہ اللہ تعالیٰ حکم فرماتا ہے۔ تم جہاد کرو فی سبیل اللہ، اے مسلمانو! بنی اسرائیل کے راستے پر نہ چلو۔ بعض لوگوں کی رائے یہ ہے کہ جو لوگ بھاگ گئے تھے، وہ جہاد سے فرار ہو کے بھاگے تھے۔ کچھ مفسرین نے لکھا ہے کہ طاعون تھا اور کچھ نے لکھا ہے کہ غالباً چونکہ اگلی آیت میں جہاد کا حکم ہو رہا ہے، وہ لوگ جہاد کے ڈر سے بھاگ گئے تھے، لیکن موت نے آدبوچ لیا اور پھر حضرت حزقیل علیہ السلام کی دعا پر وہ زندہ ہوئے۔ دوسرا یہ ہے کہ پچھلی آیت میں یہ بتایا گیا تھا، کہ موت سے فرار تو ناممکن ہے، تو اگر موت آنی ہی ہے تو راہِ خدا میں فی سبیل اللہ آئے تو زیادہ بہتر ہے۔ اور تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ بہت ہی فضل کرنے والا ہے۔

فضل میں بعض دفعہ ظاہر میں بھی مہر ہے اور باطن میں بھی مہر ہے۔ مثلاً آپکو رزق دیتا ہے ظاہر میں بھی مہر ہے اور باطن میں بھی مہر ہے۔ بظاہر آپ کی ضروریات پوری ہوئی ہیں۔ باطنی یہ ہے کہ آپ کا جسم اور رُوح توانا ہوں گے۔ عبادت بھی

Marfat.com

دل لگا کر کریں گے۔ خالی پیٹ تو عبادت بھی ٹھیک سے نہیں ہو پاتی۔ تو بعض دفعہ اللہ تعالیٰ کا فضل بھی ایسا ہوتا ہے کہ اس میں بظاہر قہر ہوتا ہے، لیکن باطنی طور پر مہر ہوتا ہے جیسے جہاد ہے۔ کہ بظاہر تو آپ موت کے منہ میں جا رہے ہیں۔ لیکن ان کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ "وہ لوگ زندہ ہیں ان کو مُردہ نہ کہو ہم تو ان کو کھلاتے ہیں اور ان کے درجات بلند کرتے ہیں۔

جیسے اگر کوئی حکیم میٹھی دوا دے، (صدوری پینے کو کہے) تو وہ ظاہر میں بھی مہر ہے، باطن میں بھی مہر ہے کہ آپ کی مرضی کی دوا ہے اور ذائقہ بھی میٹھا ہے۔ اور کڑوی دوا دے تو بظاہر زہر ہے لیکن باطن میں، حقیقت میں وہ بھی مہر ہے کیونکہ آپ کو اس سے شفاء ملتی ہے۔ تو جہاد ایک ایسا فضل ہے اللہ تعالیٰ کا جو بظاہر تو قہر لگتا ہے، لیکن حقیقت میں وہ مہر ہے۔ اس کے آگے پھر اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے: واعلموا ان اللہ سمیع علیم ٥ تم یہ جان جاؤ کہ اللہ تعالیٰ سنتا بھی ہے اور باخبر بھی ہے اگر تم جہاد میں لوگوں پر رعب ڈالنے کے لئے جا رہے ہو۔ یا سماجی دباؤ کے تحت جا رہے ہو، کسی کے اصرار پر جا رہے ہو، تو بھی اللہ تعالیٰ جان جائے گا۔ وہ دل کے بھید جانتا ہے اور جو خاموشی سے تم گفتگو کرتے ہو وہ بھی سُنتا ہے، وہ سمیع ہے اور علیم بھی ہے اور اگر تم فی سبیل اللہ، اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں جاؤ گے تو اللہ وہ بھی دیکھ لے گا۔

تو مطلب یہ کہ تم جب جہاد میں جاؤ تو صحیح نیت سے، صحیح جذبے کے ساتھ جاؤ۔ اب جہاد میں مال و اسباب کی ضرورت ہوتی ہے۔ اس لئے اگلی آیت مبارکہ میں

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے صدقہ اور حسنات کی تاکید فرمائی ہے: من ذا الذی: اگر کوئی شخص ایسا ہو: یقرض اللہ قرضا حسنا: یقرض، معنی قرض دینا۔ اللہ کو اچھا قرض دیں۔ یعنی مال حلال سے، نیک نیتی سے، چوری کا، ڈاکے کا، رشوت کا نہ ہو۔ عبادت ہو بغاوت نہ ہو۔ وہ مال سے دے سکتا ہے، عبادات سے دے سکتا ہے، جسمانی محنت و مشقت سے بھی دے سکتا ہے۔ روحانی مشقت سے بھی دے سکتا ہے تو اللہ تعالیٰ قرض لیتا ہے اپنے فقراء کیلئے اغنیاء سے اپنے محبوبین کیلئے۔

فقراء اللہ تعالیٰ کے محبوبین ہیں، اور پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی شخص ایسا ہو جو اللہ تعالیٰ کو اچھا قرض دے تو پھر کیا ہو گا؟: فیضعفہ: یعنی دُگنا کرنے کو کہتے ہیں تو وہ اللہ تعالیٰ اس قرضے کو دگنا کر دے گا اور کئی دفعہ بار بار: لہ اضعافا کثیرۃ ط: بہت سارے اضافوں کے ساتھ اس کو بڑھاتا رہے گا۔ اس کے قرضے کو یعنی اس کا اجر کئی گنا دے گا۔ کلام پاک میں یہ بھی آیات پہلے کے مومنین کی جو نیکیاں ہیں حسنات ہیں ان کا دس گنا ثواب ہو گا۔ تو سرکار دو عالم ﷺ نے کہا کہ یا اللہ تعالیٰ میری اُمت کو اس سے بھی زیادہ دے۔ بنی اسرائیلوں سے بہت زیادہ دے۔ تو اس طرح اللہ تعالیٰ نے سات سو گنا کر دیا۔ اس پر بھی نبی کریم ﷺ نے فرمایا یا اللہ! اس سے بھی زیادہ دے تو اب حسنات کا دس گنا نہیں ہو گیا بلکہ آگے کی دوسری آیات سے اس آیت سے اس میں اضافہ ہوتا چلا گیا۔ اَب بے شمار اس کا اجر ہے اللہ فرماتا ہے نیکیوں کا۔ سات سو تک، دس اور سات سو کی بات بھی پیچھے رہ گئی۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی ایسا شخص ہو جو اللہ تعالیٰ کو قرض دے تو اللہ تعالیٰ

Marfat.com

اس میں اضافہ کرتا رہتا ہے۔ بار بار کرتا ہے اور زیادہ اضافہ فرماتا رہتا ہے۔ قرض معنی تنگ کرنا، وسعت معنی پھیلانا، جیسے چادر پھیلاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کی کیا صفت ہے؟ اللہ تعالیٰ میں یہ بھی قدرت ہے کہ وہ تنگی کرے اور یہ بھی ہے کہ وسعت دے۔ فراخی پیدا کرے۔ تو اللہ تعالیٰ تمہارے قرض حسنہ میں اضافہ فرماتا ہے۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی ذات ایسی ہے کہ وہ انسان کی روح کو قبض کرتا ہے۔

یہ جو دوسری آیت ہے : **یقرض اللہ قرضا حسنا** : اس کی شانِ نزول یہ ہے کہ : حضرت ابو الدرداء رضی اللہ عنہ ایک صحابی تھے۔ وہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے دربار میں حاضر ہوئے۔ اور انہوں نے کہا یا حبیب اللہ! صلی اللہ علیہ وسلم میرے پاس دو باغ ہیں اگر میں ایک صدقہ کر دوں تو کیا جنت میں مجھے ایک ویسا ہی باغ مل جائے گا؟ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ہاں مل جائے گا تمہیں (ان کے گھر والے بھی اس باغ میں رہتے تھے جو باغ انہوں نے اللہ کی راہ میں خرچ کیا۔) تو حضرت ابو الدرداء نے پھر عرض کیا، کیا جنت میں میری بیوی اور میرے بچے بھی اس باغ میں ہوں گے؟ آپ نے فرمایا ہاں وہ بھی ہوں گے۔ پھر آپ کا ایک باغ تھا جس کا نام تھا حُمَینیہ۔ وہ بہترین باغ تھا تو آپ نے اس باغ کو اللہ کی راہ میں صدقہ کر دیا۔ اور اسی باغ کے اندر ایک چھوٹا سا مکان تھا جس میں ان کے بیوی بچے رہتے تھے۔ دروازے پر کھڑے ہو گئے اور کھٹکھٹایا۔ بیوی نے پوچھا کیا بات ہے گھر میں کیوں نہیں آتے ہو؟ کہنے لگے آج میں نے اس مکان کا سودا کر لیا۔ اس کو میں نے اللہ تعالیٰ کے ہاتھ فروخت کر دیا۔ اب تم سب یہاں سے نکلو ہم کہیں اور جاتے ہیں۔

Marfat.com

بیوی بھی صحابی کی بیوی تھی کیا شان ہے ان کی بھی۔ تو انہوں نے کہا کہ اے ابوالدرداء! آپ نے بڑا ہی اچھا گاہک ڈھونڈا ہے، جس کے ہاتھ آپ نے یہ مکان بیچا ہے اور بڑی اچھی قیمت پائی ہے۔ بے شک ہم سب جا رہے ہیں۔ اس واقعہ پہ یہ آیت نازل ہوئی: من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا... ترجعون۰ فی سبیل اللہ جہاں کہا اللہ تعالیٰ نے: وقاتلوا فی سبیل اللہ: تو فی سبیل اللہ، کا مطلب ہے کہ جہاد برائے اشاعتِ اسلام، اور رفعتِ کلمۃُ اللہ۔ اللہ کا کلمہ بلند کرنے کے لئے، جو جہاد کرتے ہیں۔ اسے قتال کہتے ہیں یعنی ایک دوسرے سے جنگ کرنا، اور لشکرِ کفّار سے قِتال جائز ہے۔ باغیوں سے، خارجیوں سے، لیکن اس کے علاوہ قِتال حرام ہے۔ یہ فتنہ بن جاتا ہے۔ اور: الفتنۃ اشد من القتال: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے فتنہ قتل سے بھی زیادہ بھیانک چیز ہے۔

ہمارے ہاں جو دہشت گردی ہے یا دوسری چیزیں ہیں، ان کے لئے کچھ احکامات ہیں۔ جہاد وہ کرے جو جہاد پر قادر ہو۔ بوڑھے اور بے سر و سامان لوگ جن کے پاس تلوار ہو، نہ تیر، نہ کچھ، ان کا جہاد فرض نہیں ہے۔ کفّار دین میں رکاوٹ ڈالیں تو پھر جہاد کریں۔ صرف رضائے الٰہی کے لئے، اور وہ جو دوسری آیت ہے: من ذاالذی یقرض اللہ قرضا حسنا: قرضاً حسنا میں عبادات، صدقات، زکوٰۃ سب شامل ہے۔ تو: یضعف: جو ہے وہ ضعف سے ہے اس کا مطلب ہے مل کر دگنا کر دینا۔

اِن آیات کے کچھ اُصُول مرتب ہوتے ہیں۔ پہلی بات تو یہ کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Marfat.com

اپنی رائے سے اپنے جی سے اللہ تعالیٰ کے احکام نہیں بدلتے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ نہیں کہا کہ خود ہی دس گنا اجر کو حساب کر دیں اپنی رائے سے بلکہ وہ اپنی دعا کر کے رب سے بدلوا دیتے ہیں۔ چونکہ ربّ کے محبوب ہیں ان کی دعائیں مقبول ہیں تو انہوں نے دس گنا کی بجائے سات سو گنا کیا، سات سو گنا کے بعد بے حساب کیا۔ دعاؤں کے ساتھ تو پہلے نیکی کا دس گنا ہوا، پھر سات سو، اور پھر تو بہت ہی زیادہ۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ غنیٔ شاکر سے فقیرِ صابر، افضل ہے۔ ہمارے حضرت کا خطاب کیا ہے فقیرِ شاہِ شاہان حضرت علاؤ الدین صابر کلیری علیہ الرحمۃ کا کیا خطاب تھا؛ فقیرِ صابر تھے۔

اس لئے ایک اصول یہ ہوا کہ غنیٔ شاکر جو اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اللہ کی راہ میں خرچ کرتا ہے اس سے افضل صبر کرنے والا فقیر ہے۔ اللہ کی توکل پہ صبر کئے ہوئے اپنے حال میں بیٹھا ہوا ہے اللہ تعالیٰ اسے پھر اغنیاء سے لے کر کے دیتا ہے۔ ربّ نے فقراء کے لئے اغنیاء سے قرض طلب کیا۔ یہاں جو ہے: من ذاالذی ..... حسنا : وہ کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تو ہر چیز کا مالک ہے وہ تو سارے خزانوں کا مالک ہے لیکن اس کے باوجود وہ قرض کیوں لیتا ہے؟

یہ بالکل اسی طریقے سے ہے جیسے نیشنل سیونگ اسکیم ہے۔ حکومت کے پاس تو سارے خزانے ہیں جتنے چاہیں نوٹ چھاپ دیں۔ لیکن لوگوں سے قومی بچت حاصل کرتی ہے، حکومت جس کسی سے اس اسکیم کے تحت رقم وصول کرتی ہے وہ اس کو واپس کرتی ہے، بمع منافع کے لیکن اس کو دوسرے ضرورت مندوں کی ضرورت کو پورا کرنے کے لئے استعمال کرتی ہے۔ جس طرح بینکوں میں ہوتا ہے، بینک میں تو پیسہ

Marfat.com

ہی پیسہ ہوتا ہے، پھر بھی وہ لوگوں سے پیسے جمع کرتے ہیں اور جن کو ضرورت ہوتی ہے ان کو دے دیتے ہیں اور جمع کرانے والوں کو مع منافع کے واپس کرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کی شان ہے، قرضِ حسنہ کی کہ اس کی مثال اس نے دنیا میں بھی قائم کر دی۔ لہٰذا اسطرح کے جو کافروں کے مشرکین کے اعتراضات ہیں وہ قطعی غلط ہیں۔ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے اس کے بندوں میں عطائی صفات پیدا ہوں اس لئے ان کی تربیت کے لئے اور ان کی بھلائی کے لئے پھر ان سے جتنا لیتا ہے۔ اس سے کئی گنا ان کو عطا فرماتا ہے۔

احسن قرض کی کچھ خصوصیات ہیں، ایک تو اس میں اخلاص ہو جو اللہ کی راہ میں خرچ کرے۔ دوسری بات یہ کہ اپنے پر جبر کر کے نہ کرے کہ فلاں نے مسجد میں پیسے دے دیئے تو میں بھی دس روپے دے رہا ہوں۔ تو پہلی شرط اخلاص ہے اور دوسری ہے خوش دلی۔ اور تیسری شرط: مالِ حلال ہو۔ اور چوتھی شرط یہ ہے کہ اس کے بدلے میں جلدی نہ کرے، اللہ پر توکل کرے۔ دیکھیں جو رقم کسی سے واجب الادا ہوتی ہے وہ دو قسم کی ہوتی ہے ایک بدل اور ایک قرض۔ بدل کسی چیز کی واجب الادا رقم ہے۔ آپ سے کوئی سودا لیا اور کہا کہ تین مہینے کے بعد آپ کو میں پیسے دوں گا۔ تو تین ماہ سے پہلے آپ مجھ سے نہیں مانگ سکتے۔ نہ مجھے تین مہینے سے پہلے دینے ہیں۔

لیکن قرض ایک ایسی چیز ہے کہ جو اپنی متعینہ مدت سے پہلے بھی واپس ہو سکتا ہے، لینے والے کی مرضی ہے۔ اور جو قرضِ حسنہ ہوتا ہے۔ اس میں واپسی جو ہے اس کا تعین نہیں ہوتا، وہ لینے والے کی مرضی ہے کہ کب اُسے واپس کرے۔ اور کتنے واپس کرے۔ چوتھا اصول یہ ہے کہ جس طرح موت سے بھاگنے سے موت نہیں ٹلتی۔ اسی طرح

Marfat.com

سے اپنے مال و متاع میں سے اللہ کی راہ میں دینے سے مال گھٹتا نہیں ہے۔ مالداری چلتا پھرتا سایہ ہے نہ وہ دینے سے کم ہوگا نہ بخل سے زیادہ ہوگا۔

اس کی ایک تفسیرِ صوفیانہ بھی ہے کہ اے راہِ طلب کے مجاہدو! جب تم راہِ الٰہی پر چلو تو راستے میں شیطان اور نفس سے جنگ کرو۔ اس جنگ کی حالت میں جو کچھ تمہارے دل میں آئے گا۔ وہ اللہ تعالیٰ دیکھتا ہوگا وہ اگر خیر ہوگا تو قبول فرمائے گا اور اس کا بدلہ آپ کو دے گا یہ کہ وہ خبیر اور بصیر ہے۔ لیکن ایک یہ بھی اُصول یاد رکھو کہ جب راستے خطرناک ہوں تو سفر کسی کے سائے میں کرنا چاہیئے۔ تو اللہ کی راہ میں سفر کرو، اور شیطان اور نفس سے جہاد کرو۔ اور کسی اولیاء اللہ کا سایہ حاصل کر لو۔ نبی اور اولیاء کے سائے میں سفر کرو۔ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے غلاموں کی نسبت حاصل کر لو۔ اِس نسبت کو نعمت سمجھو۔

جس طرح سے دنیا میں جہاد میں کچھ ساز و سامان کی ضرورت ہوتی ہے، راہِ الٰہی میں بھی کچھ ساز و سامان ہیں۔ تو ایمان اور نماز آپ کے ہتھیار ہیں۔ روزے سے جو رُوح کی تقویت ہوتی ہے وہ آپ کی ڈھال ہے۔ اور زکواۃ و صدقات آپ کے تیر و کمان ہیں۔ آپ ان ساز و سامان کے ساتھ نفس اور شیطان کے ساتھ جنگ کرتے ہوئے آگے بڑھیں۔

مومنین کو جہاد و صدقات اور خیرات کی تاکید کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اگلی آیتِ مبارکہ میں بنی اسرائیل کے ایک گروہ کا قصہ یاد دلاتا ہے تاکہ مُسلمانوں کو سبق حاصل ہو کہ وہ ان کی طرح سے نافرمانی نہ کریں، ان کی طرح سے وہ موت کے ڈر سے

Marfat.com

جہاد سے فرار نہ ہوں اور ایسا نہ ہو کہ رکاوٹیں جب اصلی اور نقلی کو الگ الگ کریں، تو وفادار مومنین اور غیر وفادار کی گنتی ہو تو غیر وفادار کی تعداد میں کثرت ہو۔ اور وفادار جو ہیں وہ قلیل ہوں۔ جیسا کہ بنی اسرائیل کے ساتھ ہوا تھا۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: الم تر الی الملا من بنی اسراءیل من بعد موسیٰ ...... واللہ علیم بالظالمین ٥ : "الم تر الی الملا": کیا آپ نے دیکھا نہیں؟ یہ سوال ہے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے۔ یہ کیا ظاہر کرتا ہے کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ نہیں کہا کہ کیا آپ جانتے ہیں۔ یہاں اللہ تعالیٰ آپ سے فرماتا ہے کہ آپ نے مشاہدہ نہیں کیا؟ کیا آپ نے یہ نہیں دیکھا، کیا نہیں دیکھا: الی الملا من بنی اسراءیل : مَلَا۔ مَلَا کہتے ہیں مضبوط لوگوں کی جماعت کو۔ فوجی سردار جو ہوتے تھے۔ سورہ سبا میں بھی ہے کہ ملکہ سبا نے اپنے سرداروں سے پوچھا کہ کیا آپ نے بنی اسرائیل کے سرداروں کی جماعت کو نہیں دیکھا: من بعد موسیٰ : موسیٰ علیہ السلام کے بعد یعنی موسیٰ علیہ السلام کے گزرنے کے سینکڑوں سال کے بعد۔

یہ میں بتاؤں گا کہ کس کا قصہ ہے یہ۔ حضرت شمویل علیہ السلام کا واقعہ ہے جو بہت بعد کے پیغمبر ہیں۔ تو موسیٰ علیہ السلام بہت زمانے کے بعد آپ نے دیکھا نہیں کہ بنی اسرائیل کے سرداروں نے کیا کہا: اذ قالوا النبی لھم : اپنے نبی سے انہوں نے کہا "ہمارے لئے اُٹھا دیں ایک بادشاہ۔ بنی اسرائیل میں کچھ دنوں تک تو بادشاہت و نبوت ساتھ ساتھ رہی اس کے بعد حضرت یعقوب علیہ السلام کے ایک بیٹے کی اولادوں میں سے نبی ہوتے

رہے اور دوسرے بیٹے کی اولادوں میں بادشاہ ہوتے رہے۔ اور فتویٰ اور حکم جو ہوتا تھا وہ نبی کا ہوتا تھا اور اس کا اطلاق یا نفاذ بادشاہ کرتا تھا۔ یعنی نبی کو فوقیت ہوتی تھی۔ اور بعض صورتوں میں سردار نبی سے کہتے تھے کہ آپ ہمارے لئے کوئی بادشاہ مقرر کردیں۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ آپ کو بنی اسرائیل کے وہ سرداران جو ہیں۔ کمانڈر جو ہیں وہ یاد نہیں ہیں جنہوں نے اپنے نبی سے کہا جب وہ نبی آیا تھا تو اُن سے انہوں نے کہا کہ ہمارے لئے ایک : ملکا نقاتل : بادشاہ مقرر کردیں آپ۔ : نقاتل فی سبیل اللہ : کہ ہم اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ تو نبی نے کہا : قال ھل عسیتم ان کتب علیکم القتال الا تقاتلوا ط : وہ بولے کہ کیا تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر تم پر فرض کردیا گیا پھر تم بھاگ جاؤ جہاد سے۔ انہوں نے کہا : وما لنا الا نقاتل فی سبیل اللہ : انہوں نے کہا سرکار ہم کیوں نہ اللہ کی راہ میں جہاد کریں۔ اس کی تو وجوہات ہیں، وہ وجوہات کیا تھیں ؟ وہ سب دنیاوی اور ذاتی تھیں۔

وقد اخرجنا من دیارنا : ہمیں ہمارے شہروں سے نکال باہر کردیا گیا، ملک بدر کردیا گیا : وابنائنا : اور ہمیں بیٹے سے علیحدہ کردیا گیا، بیٹوں کو گرفتار کرلیا گیا، قیدی بنالیا گیا، غلام بنالیا گیا۔ جس طرح سے فرعون اور قبطی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں قابض تھے اسی طرح سے حضرت شموئیل علیہ السلام کے زمانے میں جالوت بادشاہ تھا اسرائیل کا حاکم تھا وہ ان کو شہر بدر کردیتا تھا اور لوٹ مار کرکے ختم کردیتا تھا اور جوانوں کو غلام بنالیتا تھا۔ پھر کیا ہوا ؟ انہوں نے کہا ہم کیوں نہ لڑیں گے اللہ کی

Marfat.com

راہ ہیں ۔ جہاد کیوں نہیں کریں گے ۔ ہمارے پاس تو بہت وجوہات ہیں ۔ ساری وجوہات گمراہی والی نہیں ۔ اپنی ذات کے لئے کہ ہمیں تو اس بادشاہ جالوت نے شہر بدر کر دیا، ہمارے شہر چھین لئے ہیں ۔ ہمارے بیٹوں کو غلام بنالیا ہے ۔ ہم کیوں نہ لڑیں گے ۔ :

قالوا ومالنا الا نقاتل : فلما کتب علیھم القتال : پس جب ان کے اوپر جہاد فرض کر دیا گیا تو : الا قلیلا منھم : سوائے تھوڑے لوگوں کے زیادہ تر پھر گئے اس سے بھاگ گئے ۔ جب اللہ تعالیٰ نے ان پر جہاد فرض کیا تو سوائے تھوڑے آدمیوں کے سب لوگ بھاگ گئے ۔ : واللہ علیمٌ بالظلمین ٥: اللہ تعالیٰ گنہگاروں کو خوب جانتا ہے ۔

اللہ تعالیٰ اس وقت بھی جانتا تھا کہ یہ جہاد کی خواہش تو کر رہے ہیں، لیکن جب ان پر جہاد فرض کر دیا جائے گا تو پھر یہ جہاد نہیں کریں گے ۔ اس کا پچھلی آیات سے کچھ تعلق ہے ۔ پچھلی آیت میں مسلمانوں کو حکمِ جہاد ہُوا ۔ اب ذکر کیا جارہا ہے، ان بنی اسرائیل کا جنھوں نے وعدہ کر کے جہاد سے انکار کیا ۔ تاکہ مسلمان اس سے عبرت پکڑیں ۔ پچھلی آیت میں قتال فی سبیل اللہ کا اجمالی حکم تھا ۔ اب بنی اسرائیل کا قصہ بیان کر کے اللہ تعالیٰ ہمیں یہ بتا رہا ہے کہ جہاد میں نبی، بادشاہ، اور کمانڈر، سپہ سالار کی اطاعت ضروری ہے اگر تم اطاعت نہیں کرو گے تو یہی ہوگا، فرار کر جاؤ گے ۔ جیسے سرکار دو عالم ﷺ کے زمانے میں ۳۱۳ مجاہد ملے تھے جنگِ بدر کے لئے اسی طرح سے اس میں بھی ہزاروں لوگوں میں سے بنی اسرائیلیوں میں سے صرف ۳۱۳ تھے، جو کہ طالوت کے ساتھ جنھوں نے دریا پار کیا، دوسروں نے کہا کہ ہم تو نہر پار نہیں کریں گے، ہم تو ڈوب جائیں گے اِس میں

سب واپس چلے گئے۔ ۳۱۳ آدمیوں نے طالوت کے ساتھ نہر پار کر کے جہاد کیا اور جالوت کو شکست دی۔ اور طالوت حاکم بنا اور پھر جاکر کے بنی اسرائیلیوں کو عافیت ملی تو یہ بتایا جا رہا ہے کہ جہاد میں تین چیزیں ہوتی ہیں۔ نبی کے احکام کی اطاعت، بادشاہ کی اطاعت، اولوالامر اور اپنے کمانڈر کی اپنے سپہ سالار کی اطاعت۔ اگر تینوں میں سے کوئی کمی ہوئی تو وہ جہاد باطل ہو جائے گا۔ جہاد کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا تھا۔: قاتلوا فی سبیل اللہ: اب اس کی تشریح یہ ہے کہ ان لوگوں نے تو جہاد کی اجازت مانگی تھی۔ بدلہ لینے کے لئے شہر سے نکالا ہے تو اس بادشاہ ہی کو ختم کر دیں گے کہ ہمارے بیٹوں کو غلام کیا ہمیں گھروں سے نکالا یہ سب دنیاوی حرص تھی۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں یہ فی سبیل اللہ ہونا چاہیئے اور اس میں دنیاوی انتقام کی نیت نہیں ہونی چاہیئے۔ ہوسِ ملک گیری نہیں ہونا چاہیئے، صرف کلام اللہ کو بلند کرنا اس کا مقصد ہونا چاہیئے چونکہ جو بنی اسرائیلی سرداران کی اکثریت کی نیت انتقام کی تھی۔ لہٰذا وہ جہاد کی سعادت سے محروم رہے۔ صرف تھوڑے سے ۳۱۳ مخلصین تھے وہی طالوت کے ساتھ جہاد میں آخری وقت تک رہے۔ یہ حضرت عیسٰی علیہ السّلام کے کئی سو برس پہلے کا واقعہ ہے اور حضرت موسیٰ علیہ السّلام سے کئی سو سال بعد کا ہے۔ یہ حضرت شموئیل علیہ السلام کا واقعہ ہے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام کی والدہ حاملہ تھیں۔ (وہ نبی کی اولاد تھیں) اور اس وقت اللہ تعالیٰ سے دُعا کر رہی تھیں کہ یا الٰہی مجھے بیٹا عطا فرما اور اُسے نبی بنا دے جب انہیں اللہ تعالیٰ نے بیٹا عطا فرمایا تو اُس کا نام انہوں نے شموئیل رکھا۔ شموئیل کا

Marfat.com

مطلب ہے قبول کرنا دُعا اور ایل جو ہے اللہ تعالیٰ کو کہتے ہیں عبرانی زبان میں ۔ دُعا کی حضرت ابراہیم علیہ السلام نے تو اللہ تعالیٰ نے سُن لی تو اُن کے بیٹے کا نام اسماعیل رکھ دیا ۔ تو حضرت شموئیل علیہ السلام کا واقعہ ہے ۔ ان کی خدمت میں سرداران بنی اسرائیل گئے ۔ اور ان سے درخواست کی کہ ہمارے لئے بادشاہ مقرر کریں، اس لئے کہ بنی اسرائیل میں نبی جو تھا اس کو فوقیت تھی، اور بادشاہ وہ خود مقرر کرتا تھا۔

جب بنی اسرائیل کی نافرمانی حد سے بڑھ گئی تو بادشاہت بھی چھن گئی اور جالوت ظالم بادشاہ ان پر مقرر کر دیا گیا ۔ اور انبیاء کی آمد کا سلسلہ بھی بند ہو گیا اور فرعون کیطرح جالوت ظالم بادشاہ انکے اوپر مسلط ہو گیا' وہ نبیوں کی اولاد تھا' اور اسکی قوم میں عمالقہ جو تھا اس اس نے قبطیوں کی طرح جس طرح قبطیوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانے میں انکو غلام بنا رکھا تھا ۔ وہ ظلم کرتے تھے' اور بوڑھوں کو قتل کر دیتے تھے جوانوں کو غلام بنا لیتے تھے ۔ ان کی عورتوں کو اپنی کنیزیں بنا لیتے تھے تو اسی طریقے سے اس نے جالوت نے بھی بنی اسرائیل کے شہر چھین لئے ۔ جوان گرفتار کر لئے یہ مصر اور فلسطین کے درمیان جو غزہ کی پٹی ہے اس علاقے میں یہ ہوا کرتے تھے۔

تو بنی اسرائیل کے خاندانِ نبوت میں ایک بی بی تھیں جو حاملہ تھیں ۔ اور بنی اسرائیل دُعا کرتے تھے کہ ان کے بطن سے نبی پیدا ہو ۔ چنانچہ حضرت شموئیل پیدا ہوئے' اسمع کا مطلب ہے سن لیا ۔ بیت المقدس میں حضرت اشموعیل علیہ السلام کو ایک عالم کے سپرد کیا گیا ۔ جب وہ جوان ہوئے تو عالم نے انہیں اپنا بیٹا بنا لیا ۔ متبنی بیٹا بنا لیا بڑی محبت کرتے تھے ۔ ان کو علم سکھاتے تھے ایک رات حضرت جبرئیل علیہ السلام تشریف

Marfat.com

لاتے۔ انہوں نے اس عالم کے منہ بولے باپ کی آواز میں ان کو پکارا تو انہوں نے جا کر عالم سے پوچھا ابا جان آپ نے مجھے پکارا تو عالم سمجھ گئے کہ یہ جبریل علیہ السلام ہیں تو انہوں نے کہا بیٹا سو جاؤ۔ دوبارہ پھر انہوں نے پکارا۔ پھر گئے کوئی آیا ہے انہوں نے کہا کہ نہیں کوئی ایسی بات نہیں جاؤ سو جاؤ۔ تیسری دفعہ حضرت جبریل علیہ السلام خود اپنی شکل میں آئے اور کہنے لگے میں اللہ کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور آپ کو یہ پیغام دینا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو نبی مقرر کیا ہے آپ اپنی قوم میں جائیں اور ان پر تورات کے احکام کا نفاذ کریں اور انہیں تبلیغ کریں۔

جب وہ حضرت شموئیل علیہ السلام تشریف لے گئے تو بنی اسرائیل نے انہیں جھٹلایا۔ وہ ہر پیغمبر کو جھٹلاتے تھے اور انہوں نے کہا کہ واقعی اگر آپ سچے نبی ہیں تو کسی کو ہمارا بادشاہ مقرر کر دیں۔ جو نبی ہوتے تھے وہ بادشاہ مقرر کر دیتے تھے اور ان کے کہنے پر عمل کرتے تھے۔ اس زمانے میں انبیاء کا فتویٰ ہوتا تھا اور سلاطین کے احکام ہوتے تھے اور نبی ہی سلطان مقرر کرتے تھے۔ (روح البیان اور خازن)۔ حضرت طالوت کو حضرت شموئیل علیہ السلام نے سرداران کا بادشاہ مقرر کیا۔ اور ان کے ساتھ بنی اسرائیل گئے بیچ میں نہر آئی سب بھاگ گئے، اور ۳۱۳ رہ گئے۔

اس آیہ مبارکہ کے کچھ اصول کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات تو مسلمان پچھلی اُمتوں سے افضل ہیں اس لئے کہ پچھلی امتیں جتنی تھیں وہ انبیاء کے احکام جلد بھول جاتے تھے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کو یہ اعزاز اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنے نبی کے احکام نہیں بھولتے پندرہ سو سال ہو گئے ہیں اور سب کو اللہ اور اس کے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے احکامات

سب کو یاد ہیں اور وہ ان سب کو جانتے ہیں اور ساری مخلوق جانتی ہے اپنے نبی کے احکام کو عمل میں کوتاہی ہو سکتی ہے، لیکن اس سے انکار نہیں ہے۔ اسکو بھولتے نہیں ہیں۔

اور دوسری بات یہ ہے کہ کچھ اُس اُمت کے افراد بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح سے ہیں۔ بنی اسرائیل کے اندر پیغمبر اترتے تھے، لیکن نیا دین دینے کے لئے نہیں بلکہ توریت پر عمل کرنے کے لئے دین سے فساد کو دور کرنے کے لئے اور احکامِ شریعیہ کے نفاذ کے لئے اللہ تعالیٰ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمت میں اولیاء اللہ پیدا کئے جو بنی اسرائیل کے پیغمبروں کی طرح سے ہیں جو دین سے فساد اور فتنے کو دور کرتے ہیں۔ اللہ کی مخلوق کو اللہ کی طرف راغب کرتے ہیں، اور احکامِ شریعیہ کی تبلیغ کرتے ہیں۔

تیسرا اُصول یہ ہوا کہ جیسے اس آیتِ کریمہ سے پتہ لگا کہ جہاد کے لئے امام اور حاکم کی شرط ہے۔ انہوں نے کیا مانگا تھا کہ ہمیں ایک حاکم مقرر کر دیجئے تاکہ ہم قتال کر سکیں جہاد کر سکیں۔ چوتھی بات یہ کہ سلطنت اور امامت میراث نہیں ہے، اگر یہ میراث ہوتی تو یہودا ابنِ یعقوب کی اولاد میں ہمیشہ رہتی۔ حالانکہ جالوت نے ان سے چھین لی تھی۔

پانچواں اصول یہ ہے کہ جہاد میں انتقام بدلہ اور دنیاوی تفتیش کا ازالہ مقصد نہیں ہونا چاہیئے خالصتاً فی سبیل اللہ ہونا چاہئے، جیسے کہ انہوں نے کہا کہ انہوں نے ہمیں شہر بدر کر دیا بیٹوں کو غلام بنا لیا۔ اور چھٹا یہ کہ اپنے انبیاء علیہم السلام کو علمِ غیب عطا فرمایا۔ حضرت شموئیل علیہ السلام نے بھی بتا دیا کہ مجھے یہ خطرہ ہے کہ جب کہ تم مجھ سے پھر جاؤ گے، بھاگ جاؤ گے۔ تو رب نے انبیاء کو علمِ غیب عطا فرمایا۔

اور ساتویں بات یہ ہے کہ بنی اسرائیل میں اولاً نبوت مع سلطنت رہی۔ یوشع

Marfat.com

علیہ السلام نبی بھی سلطان بھی۔ بعد میں علیحدہ ہوگئی۔ اسلام میں خلافتِ راشدہ تک خلافت مع سلطنت رہی۔ خلیفہ جو تھا امام بھی تھا، امیر المومنین بھی تھا۔ بعد میں ۳۰ سال کے بعد امیر میں سلطنت چلی گئی اور بنو ہاشم میں خلافت اور امامت اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے نواسوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی سلطنت کو قبول کیا۔ صلح کا معاہدہ کیا۔ ۶ ماہ کے بعد دستبردار ہو گئے۔ ان کی حکومت کو قبول کیا۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا عَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ٥

Marfat.com

پارہ سیقول سورۃ البقرۃ
آیات نمبر ۲۴۶ تا ۲۴۸

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَا رَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَا حَبِيْبَ اللّٰه

اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْۢ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مِنْۢ
بَعْدِ مُوْسٰی ۘ اِذْ قَالُوْا لِنَبِیٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا
مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ ؕ قَالَ هَلْ
عَسَیْتُمْ اِنْ كُتِبَ عَلَیْكُمُ الْقِتَالُ اَلَّا
تُقَاتِلُوْا ؕ قَالُوْا وَمَا لَنَآ اَلَّا نُقَاتِلَ فِیْ سَبِیْلِ
اللّٰهِ وَقَدْ اُخْرِجْنَا مِنْ دِیَارِنَا وَاَبْنَآىِٕنَا ؕ
فَلَمَّا كُتِبَ عَلَیْهِمُ الْقِتَالُ تَوَلَّوْا اِلَّا قَلِیْلًا
مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِالظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۴۶﴾ وَقَالَ
لَهُمْ نَبِیُّهُمْ اِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ
طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰی یَكُوْنُ لَهُ الْمُلْكُ

Marfat.com

عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ
سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ
عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ
وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ
عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ
اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ
رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ
هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ
لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ ع

اے محبوب کیا تم نے دیکھا بنی اسرائیل کے ایک گروہ کو جو موسیٰ کے بعد ہوا، جب اپنے ایک پیغمبر سے بولے ہمارے لئے کھڑا کر دو ایک بادشاہ کہ ہم خدا کی راہ میں لڑیں، نبی نے فرمایا کیا تمہارے انداز ایسے ہیں کہ تم پر جہاد فرض کیا جائے تو پھر نہ کرو، بولے ہمیں کیا ہوا کہ ہم اللہ کی راہ میں نہ لڑیں حالانکہ ہم نکالے گئے ہیں اپنے وطن اور اپنی اولاد سے، تو پھر جب ان پر جہاد فرض کیا گیا، منہ پھیر گئے مگر ان میں کے تھوڑے، اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو ﴿۲۴۶﴾ اور ان سے ان کے نبی نے فرمایا بے شک اللہ

نے طالوت کو تمہارا بادشاہ بنا کر بھیجا ہے' بولے اسے ہم پر بادشاہی

کیونکر ہو گی اور ہم اس سے زیادہ سلطنت کے مستحق ہیں اور اسے

مال میں بھی وسعت نہیں دی گئی ' فرمایا اسے اللہ نے تم پر چن لیا

اور اسے علم اور جسم میں کشادگی زیادہ دی ' اور اللہ اپنا ملک جسے

چاہے دے ' اور اللہ وسعت والا علم والا ہے ﴿۲۴۷﴾ اور اُن سے

اُن کے نبی نے فرمایا اس کی بادشاہی کی نشانی یہ ہے کہ آئے تمہارے

پاس تابوت جس میں تمہارے رب کی طرف سے دلوں کا چین ہے

اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں معزز موسیٰ اور معزز ہارون کے ترکہ کی

اُٹھاتے لائیں گے اسے فرشتے بے شک اس میں بڑی نشانی ہے

تمہارے لئے اگر ایمان رکھتے ہو۔" ﴿۲۴۸﴾ ع

سورۂ بقرہ کی آیت ۲۴۶ سے لے کر ۲۴۸ تک تلاوت کی ہے اس میں سے ۲۴۶ آیت کی تفسیر میں پہلے بیان کر چکا ہوں. اللہ تعالیٰ نے ان سے پہلے آیات میں جہاد کے احکام نازل فرمائے تھے. اب ہمیں یہ تنبیہہ کی جا رہی ہے کہ تم کو تمہارا نبی، تمہارا امیر کوئی حکم دے جہاد کا تو تم بنی اسرائیلیوں کی طرح نہ کرنا. جن کا یہ طریقہ تھا کہ ہر حکم میں حیل و حجت کرتے اور ہر حکم سے فرار کے راستے اختیار کرتے۔

اب اس کے بعد اس کی تفصیل بیان کی گئی کہ کس طریقے سے بادشاہ کا انتخاب کیا حضرت شموئیل علیہ السلام نے اور کس طریقے سے بحث کی بنی اسرائیل نے کہ یہ آپ نے

Marfat.com

غلط انتخاب کرلیا ہے، وہ ہمیشہ ہر چیز کو نسلی بنیاد پر ماننا اپنا حق سمجھتے تھے۔

حضرت شموئیل علیہ السلام نے حضرت طالوت کا انتخاب کیسے کیا؟ اللہ تعالیٰ نے وحی کے ذریعے طریقہ کار بتادیا۔ تمہارے لئے اس کی پہچان یہ ہے کہ یہ عصا لے لے جس شخص کا قد بلند قامت ہو اور جس کا قد اس عصا کے برابر ہو۔ وہ طالوت ہوگا، اس کی دوسری پہچان یہ ہوگی کہ تم بیت المقدس سے وہاں تک جاؤ تو ایک شیشی میں تیل بند کرلو جب وہ مقام آجائے گا تو تیل میں غبار آئے گا اور اس کی کاک شیشی سے نکل جائے گی تو یہ دو آدمی ساتھ آئے تھے جونہی وہ داخل ہوئے تو شیشی میں سے کاک اُبل گئی، تیل نکل گیا لیکن یہ پتہ لگ گیا کہ انہی دونوں میں سے ایک ہے۔ اس کا تعین اس عصا سے ناپ لے کر کریں۔ عصا سے ناپا تو طالوت کا قد بالکل اس کے برابر نکلا، اس طرح انہیں جو طریقۂ کار بتایا اللہ تعالیٰ نے اس طریقہ کار سے اللہ تعالیٰ نے منتخب کیا۔

تو پھر انہوں نے ایک نشانی بتائی کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے پاس ایک تابوت یا صندوق تھا، اور وہ حضرت آدم علیہ السلام سے نبی بعد نبی ان تک پہنچا تھا، اس میں وہ تبرکات رکھتے تھے اس میں انکی جو فطری تصویریں تھیں حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک، وہ موجود تھیں، ان کا عصا تھا ان کا عمامہ تھا ان کی جوتیاں تھیں اور بھی ایسے تبرکات تھے وہ اس میں رہتے تھے اور بنی اسرائیل ہمیشہ اپنی جنگ میں، جہاد میں سامنے رکھتے تھے اور اس کی وجہ سے انہیں فتح حاصل ہوتی تھی۔ اور جب جالوت نے ان کو تلاش کیا تو صندوق بھی چھین کر لے گیا۔

لیکن اس کو اس کی عظمت کا پتہ نہیں تھا، بے حرمتی کرتے تھے، یہ انکی متبرک

Marfat.com

چیزیں تھیں، بنی اسرائیلیوں کی، اور یہ اس کی بے حرمتی کرتے تھے اس کے سامنے پیشاب کرتے تھے اجابت کرتے تھے، تو اللہ تعالیٰ نے ان کو عذاب کے طور پر بواسیر اور دوسرے پیشاب اور پاخانے کے امراض میں مبتلا کر دیا۔ تو جب طالوت بادشاہ بنا تو اسکی پہچان اللہ نے یہ رکھی کہ فرشتے اس صندوق کو لے آئیں گے، طالوت کے پاس۔

قوم عمالقہ والے عذاب میں مبتلا ہو گئے تو بیل گاڑی پر رکھ کر ہانک دیا کہ چلا جائے تاکہ ہم پر سے عذاب ختم ہو جائے۔ پھر فرشتے اس کو جلوس کی صورت میں طالوت کے پاس لے گئے اور پھر یہ نشانی بنی اسرائیل نے دیکھی پھر وہ قائل ہوئے کہ یہی بادشاہ ہے۔ اس لئے کہ ان کا متبرک صندوق مل گیا ہے۔ میں آگے بتاؤں گا کہ جو اللہ کے محبوبین کی نسبتوں والی چیزیں ہوتی ہیں وہ متبرکات ہوتی ہیں اور تبرکات کی اتنی عظمت ہوتی ہے کہ فرشتے بھی اس کو جلوس میں لے کر آتے ہیں۔

اگلی آیت جو ہے: وقال لھم نبیھم: بنی اسرائیلیوں سے انکے نبی نے کہا: ان الله قد بعث لکم طالوت ملکا: تمہارے لئے اللہ تعالیٰ نے طالوت کو بنا دیا ہے، بادشاہ کھڑا کر دیا ہے، مطلب مقرر کر دیا ہے: قالوا انا یکون لہ الملک علینا: انہوں نے کہا کیسے لوگ ہیں، طالوت کی حکومت ہمارے اوپر کیسے ہو سکتی ہے: ونحن احق بالملک: ہمارا زیادہ حق ہے، ان کے مقابلے میں ہم زیادہ سلطنت کے حق دار ہیں: ولم یوت سعة من المال ط: اس کے پاس مال و دولت بھی نہیں ہے اور کوئی حکومت مال و دولت کے بغیر نہیں چلتی، اس کے پاس تو کوئی خزانہ نہیں ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ مالک الملک ہے جس کو چاہتا ہے حکومت دیتا ہے جس سے چاہتا ہے، چھین لیتا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے اس کو منتخب کیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں جو کوالیفیکیشنز ہیں، جو اُس کے لئے ضروریات ہے، لوازمات ہیں بادشاہت کے، وہ اس کے پاس اور کیا ہیں : وزادہ بسطۃ فی العلم والجسم : اس کو زیادہ وسعت دی ہے کس چیز میں : فی العلم والجسم : علم و حکمت تم سے زیادہ اس کو دے، اس کو جسمانی طاقت اور قوت وجاہت اور شجاعت تم سے زیادہ دی ہے، اور بادشاہ کے لئے ملک کیلئے ذہنی صحت کی بہتری اور جسمانی صحت کی بہتری دو چیزوں کی زیادہ ضرورت ہوتی ہے۔ اس کے پاس رعایا کے مقابلے میں زیادہ علم و حکمت ہے اور رعایا کے مقابلے میں زیادہ شجاعت اور صحت ہو۔ ساری سلطنتیں اللہ تعالیٰ کی ہیں جس کو چاہتا ہے اپنا ملک اس کو دے دیتا ہے تم کو اس پر اعتراض کا کوئی حق نہیں ہے۔

اس آیت کے کچھ فائدے ہیں، وہ یہ ہیں کہ زبانِ انبیاء جو ہے، اَمرِ رَبی ہے۔ انہوں نے کہا طالوت تم بادشاہ بن گئے ہو، تو وہ بادشاہ بن گئے۔ اور چونکہ اولیاء اللہ انبیاء کے وارث ہیں، لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی زبان کو بھی رَبّ کا اَمر بنایا ہوا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصیبت کے وقت محبوبینِ الٰہی سے مدد مانگنا جائز ہے۔ جب وہ طالوت کے غلام ہو گئے، تو بنی اسرائیل نے اپنے نبی سے مدد مانگی۔ جب طالوت کا گدھا گم ہو گیا، تو نبی کے پاس مدد کے لئے پہنچ گئے۔ اور بے جان چیزیں بھی جب ان کو نسبت بزرگوں کی حاصل ہو جاتی ہے، تو وہ تبرک بن جاتے ہیں اور اِن کا مقام

Marfat.com

بلند ہو جاتا ہے۔ وہ تیل جو عام دکانوں میں ہوتا ہے جو سارے گھروں میں جلاتے ہیں، تو جب بیت المقدس میں رکھ دیا جاتا ہے تو وہ تبرک بن جاتا ہے، اور اللہ تعالیٰ کی نشانی بن جاتا ہے۔

اور اس کے ذریعے سے نبی بادشاہ کو پہچان لیتے ہیں۔ یہ تبرک جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام تک پہنچا تھا اور اس نے بلند مقام کیوں حاصل کیا۔ اس لئے کہ اس میں پیغمبر کی نشانیاں تھیں ان کی چھوڑی ہوئی چیزیں تھیں، تو متبرک مقام پر رکھی گئی بے جان چیزیں بھی بلند مقام حاصل کر لیتی ہیں، جیسا کہ تیل نے پہچانتے ہوئے جوش مارا۔

چوتھا اصول یہ ہے کہ ”حکومت اور امامت میراث نہیں بلکہ عطائے الٰہی ہے“: اس آیت میں فقہ جعفریہ کا، رافضیوں کا یہ اعتراض کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو خلافت ملنی چاہیے تھی۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا: ”اور حکمت اور جسم و طاقت ہر بادشاہ کے لئے ضروری ہیں۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی موجودگی میں میری جگہ پر کوئی اور امامت نہیں کر سکتا“۔ تو جہاں تک علم کا سوال تھا، جو صحابی عمرِ بلوغت میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہے ہمیشہ، وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔ اسی طرح حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے شجاعت میں جسمانی قوت میں کس طریقے سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے کم نہیں تھے۔ تو اس سے یہ ثابت ہوا کہ حکومت اور امامت جو ہیں وہ میراث نہیں ہے اور جو لوگ میراث کی بناء پر خلافتِ راشدہ پر اعتراض کرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے اَمر کے خلاف کرتے ہیں۔

اسلام میں سلطنت کے کچھ طریقے ہیں۔ یا تو جو خلیفہ ہے جو اَمیر ہے اپنی زندگی

ہیں علم و حکمت اور طاقت و شجاعت کی بنیاد پر کسی کو اپنا خلیفہ نامزد کر دے۔ جیسے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے یا اپنی اُمت کے اکابرین کیلئے چھوڑ دے۔ تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی حیثیت کے متعلق اپنی رائے اس وقت دی جب امامت کے لئے کہا کہ وہ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہیں، لیکن فیصلہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر چھوڑ دیا۔ اور اُمت نے حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کو خلیفہ مقرر کیا۔ یا دوسری صورت یہ ہے کہ خلیفہ جو ہے خود اپنے خلیفہ کو نامزد کرے، جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو نامزد کیا یا خلیفہ اکابرینِ اُمت کو چُننے والا بنا دے کہ وہ آپس میں خود اپنے میں سے امیر چُن لیں۔ یہ تین طریقے اسلامی ہیں۔ وراثت کی بنیاد پر کوئی نہیں ہوا۔

دوسری بات یہ ہے کہ خلیفہ کو یہ اختیار حاصل ہے کہ اپنی سلطنت کسی کو سونپ دے، جیسے کہ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کیا، جو پانچویں خلیفہ راشد تھے اور انہوں نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے صلح کر کے خلافت ان کو بخش دی اور امامت اپنے پاس رکھی۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی پیش گوئی کی تھی کہ یہ مسلمانوں میں صلح کرائیں گے، اور خون خرابے سے بچائیں گے' اُمت کو۔ تو امامت کے لئے علم ضروری ہے اور سلطنت کے لئے علم اور شجاعت۔ چھٹی بات یہ ہے کہ عالم، زاہد و عابد سے بہتر ہے۔ ایک اور اصول یہ ہوا۔ کہ بادشاہ کے لئے رعب اور وقار ضروری ہے۔ رعب اور شجاعت بھی، اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے وجاہت اور علم کو شرط رکھا۔ بادشاہت کا۔

ایک اور بات یہ کہ خلیفہ اور بادشاہ زندہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہونے چاہئیں، طالوت کو لوگوں کے سامنے ظاہر پیش کیا گیا۔ اگر غائبانہ بادشاہ یا خلیفہ ہو سکتا تھا، تو پھر

Marfat.com

حضرت موسیٰ علیہ السلام جب توریت لینے کے لئے گئے، تو اس وقت حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ نہ بناتے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ بادشاہ اگر اپنے ملک سے جاتا ہے، تو اپنا نائب ایک خلیفہ مقرر کر کے جاتا ہے۔ بنی اسرائیل سے یہ نہیں کہا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام تمہارے بادشاہ ہیں، اس وقت گئے ہوئے ہیں، تم ان کی اطاعت کرو بلکہ ان سے یہ کہا گیا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لینے گئے ہوتے ہیں اور تم پر حضرت ہارون علیہ السلام کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے ہیں ان کی غیر حاضری میں تم ان کی اطاعت کرو۔ تو یہ مثال ہے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کی، کہ بعد خلیفہ اور بادشاہ زندہ لوگوں کے سامنے ظاہر ہونا چاہیئے۔ اس کی ایک صوفیانہ تفسیر بھی ہے۔ تکبّر اور بڑائی انسانی جوہر کو کھو دیتی ہے۔ تکبر اور بڑائی سے پرہیز کرنا چاہیئے۔ بنی اسرائیلیوں سے نبوت بھی چھن گئی اور بادشاہت بھی چھن گئی، اس لئے کہ ان میں تکبّر اور بڑائی آگئی۔ اس کے برعکس اگر انسان عاجز ہو، لیکن اگر اس کے پاس علم وفضل ہو، تقویٰ اور پرہیزگاری ہو، تو یہ چیزیں ادنیٰ کو اعلیٰ کر دیتی ہیں۔ بُرائی بدن کو چھوٹا کر دیتی ہے اور تقویٰ اور پرہیزگاری علم وفضل نیچے کو اونچا کر دیتی ہے۔ بنی اسرائیل سے اسی وجہ سے حکومت اور نبوت چھن گئی۔ کچھ بھی عمل کرنے کیلئے اللہ تعالیٰ نے علم اور طاقتِ عمل کو ضروری بتایا۔ چنانچہ راہِ سلوک طے کرنے کے لئے بھی علم و عمل دونوں ضروری ہیں۔ علم ہونا چاہیئے دین کا اور اس پر عمل ہونا چاہیئے۔ فخر اور تکبّر محرومی کا باعث ہے۔ جو راہِ سلوک میں ہو وہ اپنے وجود سے فخر و تکبّر کا بوجھ اتار پھینک دے تاکہ وہ محرومی کا شکار نہ ہو۔ ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ پیدا نہیں ہوتے۔ کیوں؟

؎ نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نگاہِ کریمانہ جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر پڑی تو مسلمانوں کے جلیل القدر صحابی بن گئے۔ ہم جیسے گنہ گاروں، خطاکاروں پر شاہِ افضل سرکار کی نظریں پڑیں تو اللہ تعالیٰ نے ہم میں سے بہتوں کو صاحبِ کرامت ولی بنا دیا، تو ادنیٰ سے ادنیٰ اور اعلیٰ سے اعلیٰ پیدا نہیں ہوتے بلکہ بنائے جاتے ہیں۔ اور نگاہِ مردِ مومن سے ادنیٰ، اعلیٰ بن جاتے ہیں، اعلیٰ سے اعلیٰ پیدا نہیں ہوتے اس کی مثال یہ ہے، کہ حضرت آدم علیہ السلام کی پُشت سے قابیل پیدا ہوئے جنہوں نے قتل کا جرم کیا اور ادنیٰ سے اعلیٰ کی مثال یہ ہے کہ آزر، بت تراش جو تھے اُن کی پُشت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر پیدا ہوئے۔

شرطِ سلوک یہ ہے کہ انسان میں سکوت ہو، تواضع ہو اور انکساری ہو۔ وہ لوگ جن کے معاملات جن کی زندگی کی باگ اللہ تعالیٰ نے دوسرے انسانوں کے ہاتھ میں دی ہیں، ان کے ساتھ سلوک کرتے ہوئے ان کی خطاؤں پر ان کی سرزنش کرتے ہوئے انہیں سوچنا چاہیئے کہ ہماری جانیں اور ہماری زندگیاں بھی اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہیں۔ اور وہ ہم سے بہت زیادہ طاقتور ہے۔ اور ہم سے ہر لمحہ کوئی نہ کوئی خطا ہوتی رہتی ہے۔ ہمارے اپنے قبضۂ قدرت میں، جو انسان ہیں، یعنی ہمارے اپنے چھوٹے ہماری اولاد، ہمارے ملازم، ہمارے ماتحت، ہم سے کمزور اور ہم پر منحصر لوگ ان کے ساتھ جب ہم سلوک کریں، ان کی خطاؤں کی سزائیں دیں، تو اس وقت یاد رکھیں کہ اللہ تعالیٰ تو بڑا قدرت والا اور بڑی طاقت والا ہے۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ اللہ تعالیٰ بھی ہم سے ایسا ہی سلوک کرے، وہ قدرت بھی طاقت کا استعمال ہم پر کرے۔

اگلی آیت جو ہے اس میں عام لوگوں کے لئے، پہلے تو سرداروں کی نشانیاں بتائیں جن کو وہ بات سمجھ میں آجاتی ہے جسم کی، عقل کی، اور اللہ تعالیٰ کے اعتقاد کی، اب عام لوگوں کو قائل کرنے کے لئے کچھ بُرھان اور دلیل دی جارہی ہے : وقال لھم نبیھم ان ایۃ ملکہ : اور ان سے کہا ان کے نبی نے بنی اسرائیل سے کہ اس کی سلطنت کی ایک نشانی ہے۔ وہ نشانی کیا ہے؟ : ان یاتیکم التابوت: کہ تم کو وہ صندوق مل جائے، وہ صندوق جو کہ حضرت آدم علیہ السّلام نبی بعد نبی حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السلام تک پہنچا تھا۔ : سکینۃ من ربکم: اس کے اندر تمہارے دلوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے سکون عطا فرمایا ہے، امن و آشتی عطا فرمائی ہے : وبقیۃ مما ترک اٰل موسیٰ واٰل ھٰرون : اور اس میں بقیہ ہے، اس میں تبرکات ہیں، جو چیزیں انہوں نے چھوڑی ہیں، حضرت موسیٰ علیہ السّلام اور حضرت ہارون علیہ السّلام نے، وہ کس طرح واپس آئیں گی؟ : تحملہ الملٰئکۃ ط : فرشتے ان کو اُٹھا کر لائیں گے۔ جالوت کے قبضے سے لے کر آئیں گے۔ : ان فی ذلک لایۃ لکم: اس کے اندر، اس تابوت کے، صندوق کے تم تک آنے ہی میں تمہارے لئے نشانی ہے، ثبوت ہے، اس بات کا کہ واقعی طالوت کی سلطنت اللہ تعالیٰ نے بخشی ہے۔

اس کو تمہارا حاکم بنایا ہے : ان کنتم مومنین o : اگر تم ایمان رکھنے والے ہو۔ : ساری نشانیاں ان پر کافی ہوتی ہیں۔ ان پر کارگر ہوتی ہیں، جن کا ایمان ہوتا ہے اور وہ ان نشانیوں کو قبول فرماتا ہے، جن کے دلوں میں ایمان ہے۔ وہ پھولوں کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کرتے ہیں، کہ تمہیں ایک بے جان دانے سے جاندار پودا

Marfat.com

بنایا اور اس میں سے اتنے خوبصورت پھول نکالے۔ ان پودوں سے تمہارے لئے اچھے میوے نکالے۔ سورۃ الرحمٰن کی ساری مظاہر قدرت ہیں، اس میں اللہ تعالیٰ کی نشانیاں ہیں۔

اور اس کی پچھلی آیت سے تعلق کیا ہے؟ پہلے علم کے ذریعے سے علماء اور سرداروں کے لئے نشانیاں بتائی گئیں۔ اب اِس کی کھلی نشانی بتائی جارہی ہے۔ پہلے علم کی سلطنت کے دلائل تھے اَب کھلی نشانی ہے۔ پہلے علم کو قائم کیا گیا اب اعلام کی نشانی دی جارہی ہے۔ پہلے وہ نشانیاں بتائی گئیں جس کی مدد سے نبی جو انتخاب کر سکے اَب وہ نشانیاں بتائی جارہی ہیں جن کی مدد سے عوام الناس احترام کر سکے کہ واقعی یہ بادشاہ ہے اور اس کی اطاعت ضروری ہے۔ پہلے نبی کا ذکر کرکے دلائل سے سلطنتِ تابوت دکھائی، اور اب یہ کہ مشاہدات سے دکھلائی جارہی ہے۔ کھُلی نشانی کے باوجود وہ کہتے تھے کہ ہمیں کوئی اور نشانی بتا دیجئے کہ وہ بادشاہ ہے۔ تب یہ ارشاد ہوا:

قال لھم نبیھم : وہ نشانی کیا تھی وہ تابوت تھا۔ تابوت توبن سے ہے لوٹنا۔ تو یہ وہ صندوق تھا جس کی طرف ہر پریشانی میں، جو ہے بنی اسرائیل لوٹتے تھے۔ اور اس سے مدد حاصل کرتے تھے۔

تو اس تابوت کی طرف بنی اسرائیل ہر وقت رجوع کرتے تھے۔ سکینہ کا مطلب ہے، پریشانی کے بعد بالکل سکون ہو جانا۔ اس صندوق میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے چھوڑے ہوئے تبرکات ہوں گے۔: تحملہ الملٰئکۃ : اس کا مطلب ہے کہ جب وہ آرہا تھا تو فرشتے اس کے ساتھ جلوس میں تھے۔ تو اس میں

Marfat.com

حضرت موسیٰ اور حضرت ہارون علیہم السلام کے ۶ تبرکات تھے جن میں عصا، عمامہ، انبیاء کی تصاویر، حضرت اشمویل علیہ السلام نے تو فرشتوں کو لاتے ہوئے دیکھا۔ اسرائیلیوں نے فرشتوں کو نہیں دیکھا، بیل گاڑی میں لاتے ہوئے دیکھا۔ اور وہ اسی طرح سے دیکھا کہ جب سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے، تو خانہ کعبہ کی دیوار پر جنت و دوزخ کو ملاحظہ فرمایا کہ کعبہ پر اسکرین بن گئی۔ اس پر ساری جنت و دوزخ اپنی اصلی حالت میں آ گئے۔ یہ تابوتِ سکینہ، جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے اس میں فرمایا ہے۔ یہ لکڑی کا ایک صندوق تھا۔ اس زمانے کے لوگ جو کہ لمبے چوڑے ہوتے تھے۔ وہ تین ہاتھ لمبا تھا اور دو ہاتھ چوڑا۔ اور اس کے اوپر سونے کی چادر چڑھی ہوئی تھی اور اللہ تعالیٰ نے اس کو حضرت آدم علیہ السلام پر نازل فرمایا تھا۔ اور اس میں انبیائے کرام اور ان کے مقامات کی تصویریں تھیں۔ انکی اولاد میں کون کون انبیاء ہوں گے اور کہاں کہاں ہوں گے۔

اور آخر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم، اور اُن کے بیتِ پاک کی تصویر تھی۔ یہ تصویر ایک سُرخ یاقوت میں تھی، اور اس تصویر میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم بحالتِ قیام تشریف فرما تھے۔ اور آپ کے ارد گرد صحابہ کرام تھے۔ یہ صندوق انبیاء علیہم السلام سے ایکدوسرے سے ہوتا ہوا حضرت موسیٰ علیہ السلام اور پھر آپ سے حضرت ہارون علیہ السلام تک پہنچا۔ آپ اِسی میں اپنا خاص سامان رکھتے تھے، توریت کی ۲ تختیاں اس کے اندر تھیں، اُسکے ٹکڑے، عصا تھا، کپڑے تھے، نعلین شریف بھی تھیں، پھر جب یہ حضرت ہارون علیہ السلام کو ملا تو، ان کا عمامہ، عصا، اور تھوڑا سا من وسلویٰ بھی تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام جنگ میں اس کو آگے رکھتے تھے اور اس کی برکت سے ہر دفعہ فتح حاصل ہوتی تھی۔ یہ تابوت

حضرت ہارون علیہ السلام کے بعد بنی اسرائیل کو منتقل ہوتا چلا گیا۔ اور مشکل وقت میں سامنے رکھ کر دعائیں کرتے، جب بد عملی بڑھی تو ان پر قومِ عمالقہ مسلط ہو گئی، اور تابوت بھی چھین کر لے گئی۔ اور اس صندوق کی بڑی بے حرمتی کی، اس کو گندی جگہ پر رکھا، اِس گستاخی پر وہ سخت عذاب میں مبتلا ہو گئے۔ جب عذاب میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے کہا کہ اس تابوت کی وجہ سے ہم عذاب والے امراض میں مبتلا ہو گئے ہیں، تو انہوں نے تابوت کو بیل گاڑی پر رکھ کر ہانک دیا۔

اس وقت ان کو اپنے کشف سے پتہ لگ گیا کہ تابُوت آرہا ہے۔ اسی وقت حضرت اشموئیل علیہ السلام نے بنی اسرائیل سے کہا کہ دیکھو، طالوت کی بادشاہت کی نشانی وہ تابوت طالوت کے پاس واپس آرہا ہے۔ اور فرشتے اس کو بیل گاڑی پر ہانکتے ہُوئے سیدھے طالوت کے پاس لے کر آرہے ہیں۔ جب بنی اسرائیل نے طالوت کے پاس وہ بیل گاڑی اور صندوق آتے ہوئے دیکھا تو وہ بہت خوش ہوئے۔ اس لئے کہ اس میں ان کے لئے برکتیں تھیں، فتح و نصرت تھی اور پھر انھوں نے حضرت اشموئیل علیہ السلام کے فرمان کے مطابق طالوت کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔ اور فتح کا یقین ہو گیا۔ (خزائن العانی، اور تفسیر کبیر، اور خازن میں اس کا ذکر ہے)۔

اس آیتِ مبارکہ کے کچھ فائدے اور اصول ہیں: تبرکاتِ بزرگان سے برکت لینا۔ تبرکات پر ہمارے وہابیہ حضرات بھی سن لیں کہ تبرکاتِ بزرگان سے برکت لینا سُنّتِ انبیائؑ ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور ان کے بعد کے جتنے پیغمبر تھے وہ اس تابُوت سے برکت لیا کرتے تھے۔ اور یہ تبرکات جو بزرگان کے ہیں ان تبرکات سے مصیبتیں

ٹل جاتی ہیں۔ بادشاہِ روم نے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے درخواست کی کہ میرے سر میں بڑا شدید درد ہوتا ہے، تو آپ نے ایک ٹوپی بھیج دی جس میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک موئے مبارک تھا، اندر سلا ہوا تھا، تو جب وہ پہنتا تھا تو اُس کے سر کا درد ختم ہو جاتا تھا۔ تو اسی طرح سے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا جُبہ مبارک تھا۔ جب کبھی کسی مریض کو تکلیف ہوتی، تو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اِسکو دھوتیں اور اس کے دھوون کو پی لیا جاتا، تو اس کو شفا ہو جاتی۔ تو تبرکات سے مصیبتیں ٹل جاتی ہیں اور دلوں کو چین آتا ہے۔

تیسری بات جو میں نے ابھی عرض کی تھی کہ تبرکات کا جلوس نکالنا سُنتِ ملائکہ ہے، وہ صندوق فرشتے جلوس کی صورت میں طالوت کے پاس لائے تھے، اور تبرکات کی زیارت سُنتِ بزرگانِ دین ہے۔ چوتھی بات یہ ہے کہ تبرکات کا ثبوت نہیں مانگنا چاہیئے۔ اگر مسلمانوں میں اس کی شہرت ہے تو سمجھ لیں کہ وہ تبرک صحیح ہے۔ مثلاً حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک بال مبارک، حضرت بل شریف (کشمیر) میں ہے، تو چونکہ عام طور سے مشہور ہے، تو وہ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہی کا مُوئے مبارک ہے۔ اس کو ہم مانتے ہیں، تو تبرکات کے ثبوت میں مسلمانوں میں شہرت ہی کافی ہے۔ اور تبرکات کی بے حرمتی وطیرۂ کفار ہے۔ جیسے کہ جالوت نے اور قومِ عمالقہ نے کیا۔ اور تبرکات کی گمشدگی، مصیبتوں اور بلاؤں کی علامت ہے۔ ابھی ہماری ایک عزیزہ ہیں انہوں نے دو مرتبہ ٹیلی فون کیا کہ آپ نے تسبیح دی تھی اتنے سال سے تھی گم ہو گئی ہے تو میں نے کہا آپ صدقہ دے دیں تاکہ آنے والی جو بلائیں ہیں وہ ٹل جائیں تو اس تفصیل سے مجھے اس کا ثبوت بھی مل گیا کہ، تبرکات کی گمشدگی مصیبتیں اور بلائیں ہیں کہ کسی بزرگ کی دی ہوئی تبرک گم ہو جائے تو فوراً صدقہ دے دینا چاہیئے۔ اس لئے کہ

Marfat.com

اس کا ثبوت یہ ہے کہ تابوت کے گم ہوتے ہی بنی اسرائیل مصیبت میں گرفتار ہو گئے غلام بن گئے۔ ان کی سلطنت چھن گئی۔

بزرگوں سے نسبت چیزوں کو تبرک بنا دیتی ہے۔ اس کی تفسیرِ صوفیانہ بھی ہے۔ اللہ کے پیارے انبیاء کرام، خلیفۃ اللہ ہیں۔ اور ان کا دیا، محبوبانِ الٰہی جو ہوتے ہیں۔ وہ انبیاءِ کرام کے خلیفہ ہیں۔ جیسے ہمارے بزرگ شاہ شاہانِ شاہ افضل سرکار رحمۃ اللہ علیہ۔ جب بے نظیر نے ان سے استعفیٰ مانگا، تو ان کو پتہ لگا میں نے ان سے کہا کہ حضور اس نے تو معذرت کر لی ہے کہا ہے میں نے غصے میں کہہ دیا تھا۔ اس نے کہا کہ جو الفاظ میں نے ادا کئے تھے میں واپس لیتی ہوں۔ تو حضور صاحب نے فرمایا۔ کہ اَب تو فقیر کے ہاتھ سے تیر نکل چکا ہے، اَب تو اس کی حکومت گئی، اور تین چار دن میں فاروق لغاری صاحب نے اس کا پتا کاٹ دیا۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ : " بادشاہت دینے والا اللہ ہے اور بادشاہت لینے والا بھی اللہ ہے" : میرے ہاتھ میں ہے۔ یہ اللہ تعالیٰ کے خلیفہ ہیں۔ تنزع الملک : کے تصرف کو اللہ کے اذن سے استعمال فرمایا اور اس کی حکومت برخاست کر دی۔

تو اللہ کے پیارے مُلکِ الٰہی میں خلیفۃ اللہ ہیں اور ان کا دل وہ تابُوت ہے جس میں رَبّ نے سکونِ ایمانی اور عرفانی عطا فرمایا ہے۔ اور انہیں لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کا عصا عطا فرمایا ہے۔ اور نفس جو ہے اس کی شکل فرعون جیسی ہے۔ اور اس کے ساتھی وہ سحر ہے، جادو ہے، جس کے ذریعے سے وہ اللہ سے دور کرتے ہیں تو یہ : لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ : کا عصا جو اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبین کو عطا فرمایا ہے۔ وہ فرعون اور نفس

کے سحر کو فنا کر دیتا ہے۔ اور اس تابوتِ قلبی میں جنات اور شیاطین اور نفس جو ہیں وہ اس قلب میں داخل نہیں ہو سکتے۔ اور جس طرح سے اس میں تبرکات محفوظ ہیں۔ اسی طرح سے سب سے قیمتی تبرک قرآن پاک جو ہے، اس تابوتِ قلبی میں لوحِ محفوظ کی طرح سارا قرآن محفوظ ہے۔

حضرت سائیں توکّل شاہ صاحب، ان کے ایک مُرید تھے، بالکل ان پڑھ، خدمت گزار تھے۔ لنگر کی ذمے داری ان کے سُپرد تھی۔ ان کو بڑی تمنا تھی آگے بڑھنے کی۔ وہ سوچتے تھے کہ درویش آتے ہیں، تھوڑی دیر میں انہیں خلافت مل جاتی ہے۔ ہمیں کچھ نہیں ملا۔ تو اللہ تعالیٰ نے ایسا کشف عطا فرمایا کہ امام صاحب قرأت فرما رہے تھے، قرأت میں غلطی کر دی۔ تو انہوں نے لقمہ دے دیا۔ پھر واپس آئے اور حضرت سائیں توکّل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضر ہوئے اور کہا سائیں! تم تو جاہل آدمی ہو۔ تم نے اسکی کیسے تصحیح کر دی۔ انہوں نے کہا حضور! جب امام تلاوت کر رہے تھے، تو میرے قلب پر لوحِ محفوظ سے وہ آیات اُتریں اور جب میں نے دیکھا کہ میرے قلب پر جو قرآن ہے اور اس کی زبان نے جو کہا ہے، ان دونوں میں فرق ہے، تو میں نے قلب کو دیکھ کر کے اس کی تصحیح کر دی۔ اس پر انہوں نے کہا کہ تمہارے قلب نے لوحِ محفوظ سے قرآن پاک کا نزول جو ہے وہ تم سے برداشت نہ ہوا اور تم نے فوراً سب کو بتا دیا اور میں تو ہر وقت لوحِ محفوظ کے مقام پر رہتا ہوں۔ تو میں نے تو کسی کو نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ اپنے محبوبین الٰہی کے قلب میں کلام پاک کو لوحِ محفوظ کی طرح سے محفوظ فرماتا ہے۔

اور اس قلب میں اللہ تعالیٰ کے انبیاء کی سیرتیں بھی ہوتی ہیں۔ جبکہ سالکین کی

Marfat.com

روح جو تعلیم کی طرح سے ہے، وہ طاغوتی قوتوں کو تباہ و برباد کر دیتی ہے، تو جب طالوت روح کو تابوتِ قلب حاصل ہو جائے تو اسے خلافتِ الٰہی اور تخت و سلطنت عطا ہو جاتی ہے۔ اور وہ تمام آفات سے بچ کر صفاتِ ایمانی کے لشکر سے جالُوتی لشکر پر حملہ کر دیتا ہے۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا ہے کہ معرفت کی علامت یہ ہے کہ سُلطانِ عشق، عاشق کے دل میں داخل ہو کر تمام صفاتِ نفسانی اور لشکرِ شیطانی کو قلب بدر کر دیتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمارے قلوب کو بھی وہ متبرک تابوت بنا دے جس میں اس کا پیارا کلام پاک محفوظ ہو جائے۔ اللہ تعالیٰ ہماری روح کو وہ توانائی عطا فرمائے کہ ہمارا قلب اور روح ہمارے نفس کو مغلوب کر دیں اور ہمارے قلب کو شیطان اور نفس کے وسوسوں سے محفوظ فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں ہمتِ باطنی عطا فرمائے اور راہِ سلوک میں ہمیں پیشرفت عطا فرمائے۔

واخر دعونا ان الحمد للہ رب العالمین ط

پارہ سیقول سُورۃ البقرۃ

اٰیات نمبر ۲۴۹ ۔ تا ۔ ۲۵۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیۡکَ یَارَسُوۡلَ اللّٰہ

وَعَلٰی اٰلِکَ وَاَصۡحَابِکَ یَاحَبِیۡبَ اللّٰہ

فَلَمَّا فَصَلَ طَالُوۡتُ بِالۡجُنُوۡدِ ۙ قَالَ اِنَّ
اللّٰہَ مُبۡتَلِیۡکُمۡ بِنَہَرٍ ۚ فَمَنۡ شَرِبَ
مِنۡہُ فَلَیۡسَ مِنِّیۡ ۚ وَمَنۡ لَّمۡ یَطۡعَمۡہُ
فَاِنَّہٗ مِنِّیۡۤ اِلَّا مَنِ اغۡتَرَفَ غُرۡفَۃًۢ
بِیَدِہٖ ۚ فَشَرِبُوۡا مِنۡہُ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّنۡہُمۡ ؕ
فَلَمَّا جَاوَزَہٗ ہُوَ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَہٗ ۙ
قَالُوۡا لَا طَاقَۃَ لَنَا الۡیَوۡمَ بِجَالُوۡتَ وَجُنُوۡدِہٖ ؕ
قَالَ الَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّہُمۡ مُّلٰقُوا اللّٰہِ ۙ
کَمۡ مِّنۡ فِئَۃٍ قَلِیۡلَۃٍ غَلَبَتۡ فِئَۃً کَثِیۡرَۃًۢ
بِاِذۡنِ اللّٰہِ ؕ وَاللّٰہُ مَعَ الصّٰبِرِیۡنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا

Marfat.com

بَرَزُوْا لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ
اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَ
انْصُرْنَا عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾
فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۙ قف وَقَتَلَ دَاوٗدُ
جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ
وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ
النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ لَّفَسَدَتِ
الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى
الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا
عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

پھر جب طالوت لشکروں کو لے کر شہر سے جدا ہُوا، بولا بیشک اللہ تمہیں ایک نہر سے آزمانے والا ہے۔ تو جو اس کا پانی پیئے وہ میرا نہیں، اور جو نہ پیئے وہ میرا ہے، مگر وہ جو ایک چُلّو اپنے ہاتھ سے لے لے، تو سب نے اس سے پیا مگر تھوڑوں نے۔ پھر جب طالوت اور اس کے ساتھ کے مسلمان نہر کے پار گئے، بولے ہم میں آج طاقت نہیں جالوت اور اس کے لشکروں کی۔ بولے وہ جنہیں اللہ سے ملنے کا یقین تھا کہ، بارہا کم جماعت غالب آئی

Marfat.com

ہے، زیادہ گروہ پر اللہ کے حکم سے۔ اور اللہ صابروں کے ساتھ ہے (۲۴۹) پھر جب سامنے آئے جالوت اور اس کے لشکروں کے، عرض کی اے رب ہمارے ہم پر صبر اُنڈیل اور ہمارے پاؤں جمے رکھ، کافر لوگوں پر ہماری مدد کر (۲۵۰) تو انہوں نے ان کو بھگا دیا، اللہ کے حکم سے۔۔ اور قتل کیا داؤد نے جالوت کو، اور اللہ نے اسے سلطنت اور حکمت عطا فرمائی اور اسے جو چاہا سکھایا۔ اور اگر اللہ لوگوں میں بعض سے بعض کو دفع نہ کرے، تو ضرور زمین تباہ ہو جائے، مگر اللہ سارے جہان پر فضل کرنے والا ہے۔ (۲۵۱) یہ اللہ کی آیتیں ہیں کہ ہم اے محبوب تم پر ٹھیک ٹھیک پڑھتے ہیں! اور تم بے شک رسولوں میں ہو۔ (۲۵۲)

یہ میں نے سہ آیات یعنی ۲۴۹ سے لیکر ۲۵۲ تک تلاوت کی ہیں : وقال لھم نبیھم ..... من ربکم : جب بنی اسرائیل نے حسبِ عادت اپنے نبی سے نافرمانی اور ان کے مقرر کردہ بادشاہ کے مقابلے میں اپنا استحقاق پیش کیا تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے آئی ہوئی وحی کے مطابق انہوں نے اس بادشاہ کے علم وفضل کے متعلق بیان کیا اور پھر اس کی نشانیاں بیان کیں کہ جن سے یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ کی طرف سے بادشاہ مقرر کیا گیا ہے۔ تو ان میں سے کچھ نشانیاں تھیں۔ جو وحی کے ذریعے سے حضرت اشموعیل علیہ السلام پر واضح کی گئی تھیں تاکہ وہ خود پہچان سکیں طالوت کو۔ اور اس کا

Marfat.com

اعلان کر سکیں۔ تو کچھ نشانیاں عوام الناس کے لئے کہ کوئی ایسا مشاہدہ کوئی ایسا واقعہ جو محیر العقول ہو اور جس سے ان کو سکون حاصل ہو جائے۔ تو ان کے نبی نے ان سے کہا کہ میں تمہیں اس کی سلطنت کی ایک نشانی بتاتا ہوں، اس کی نشانی یہ ہے کہ وہ تابوت جس میں حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ علیہم السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام کے تبرکات ہیں اور جو رب کی طرف سے تمہارے لئے سکینہ بنا کر طمانیتِ قلب بنا کر بھیجا گیا ہے۔ وہ فرشتے لے آئیں گے اور اسی میں نشانی ہے اور دلیل ہے اس کے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بادشاہ مقرر کئے جانے کی۔ اگر تم ایمان رکھتے ہو۔

اَب اس کے بعد جب یہ نشانی ظاہر ہو گئی۔ تو سارے بنی اسرائیلی ایمان لائے ان کو بادشاہ قبول کیا اس لئے کہ ان کے دلوں میں اس تابوت کا بڑا احترام تھا۔ جب سے وہ تابوت چھینا گیا تھا وہ پیغمبری بھی گئی اور بادشاہت بھی گئی۔ اس لئے وہ برکت والا تبرک جو ہے وہ ان سے چھن گیا تھا۔ ان کو وہ تابوت مل گیا تو اس سے ان کو سکون پیدا ہو گیا۔ کہ اَب اس کی برکت سے ہم جالوت کی فوج سے جہاد کر سکتے ہیں۔ لیکن ایمان رکھنے والوں میں بھی کچھ لوگ ایسے تھے جو کہ جالوت کی طاقت سے مرعوب ہو گئے انہوں نے اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق جو انہیں حضرت اشموعیل علیہ السلام سے ملا تھا، حضرت طالوت نے اپنی فوج جمع کی۔ جُنود، کہتے ہیں استعمال کو لشکر کو۔ فوج میں فائٹر ہوتے ہیں اور دیگر انجینئر وغیرہ ہوتے ہیں، اسی لئے اسے جُنود کہتے ہیں۔

اب یہ آیت ہے ۲۴۹ : فلما فصل طالوت بالجنود :

فَصَلَ معنی الگ ہوا یعنی شہر سے نکلا۔ جب طالوت اپنے لشکر کے ساتھ جالوت سے جہاد کی نیت سے نکلا تو اس نے حضرت اشموعیل علیہ السلام کے ارشاد کے مطابق عمل کیا :

Marfat.com

قال ان اللہ مبتلیکم : اللہ تعالیٰ تم کو آزمائے گا۔ ابتلا جو ہے آزمائش ہے بات یہ تھی اَب صاف نشانیاں دیکھ کر بہت سے لوگ ایمان تو لائے لیکن ان میں سے کون سے منافق تھے، اور کون مخلص مومن تھے، اللہ تعالیٰ کو اچھے اور بُروں کی چھانٹ کرنی تھی۔ اَچھوں کو بُروں سے الگ کرنے کے لئے، جو اچھے ہوں گے وہ اپنے امیر کی اطاعت کریں گے اور اس میں صبر کریں گے تو : فلما فصل طالوت بالجنود: جب حضرت طالوت اپنا لشکر لے کر شہر سے باہر آئے۔ تو انہوں نے اپنے سارے ساتھیوں سے کہا کہ اللہ تعالیٰ تمہیں ایک نہر سے آزمائے گا وہ تمہاری آزمائش ہے۔

کیا آزمائش ہے؟ یہ مانا کہ گرمی ہے پیاس ہے یا پانی کی خواہش ہو گی۔ لیکن تمہاری آزمائش یہ ہے کہ، اللہ تعالیٰ کی اطاعت کے لئے، اپنے اخلاق کے اظہار کیلئے، صبر کرو : فمن شرب منه فليس منی : جس نے اسکا پانی پیا وہ مجھ سے نہیں ہے۔ یعنی مومنین میں سے نہیں ہے تمہاری آزمائش یہ ہے کہ نہر سے گزرو گے، لیکن پانی نہیں پیو گے، اس لئے کہ، جس نے پانی پیا اور نافرمانی کی وہ اسلام سے خارج ہو گیا اس میں میں ابھی آپ کو ایک مسئلہ بتاؤں گا : ومن لم يطعمه فانه منی الا من اغترف غرفة بيده : اور جس نے اس میں سے نہیں پیا چکھا نہیں وہ میرا ہے۔ تمہیں ترغیب تو بہت ہو گی، خواہش بہت ہو گی نفس تمہیں کہے گا کہ جنگ میں لڑنا ہے پانی پی لو اپنے کو تازہ دم کر لو۔

لیکن، اگر تم میں سے جس نے صبر کیا، اور اس کو چکھا تک نہیں، وہ میرا ہے، وہ مومن ہے۔ ہاں، تھوڑی سی اجازت ہے جو کمزور ہے، اور صبر میں مشکل ہو رہی ہے

Marfat.com

تو وہ ہاتھ میں چُلّو بنا کر کے تھوڑا سا پی لے : الامن اغترف غرفۃ بیدہ :
غرفہ کہتے ہیں کھڑکی کو جگہ کو، کمرے کو، اور جو جگہ چُلّو سے بناتے ہیں اس کو، یعنی سوائے
اس کے کہ جس نے اپنے ہاتھ سے تھوڑا سا چُلّو بنا کر پی لیا۔ لیکن نتیجہ کیا ہوا؟ اللہ تعالیٰ کو
تو چھانٹی کرنی تھی : فشربوا منہ الا قلیلا : انکے ساتھ حضرت طالوت کے
ساتھ ۳ لاکھ ۳ ہزار ۳ سو ۱۳ لوگ گئے تھے جو ایمان لائے حضرت طالوت پہ اور
بیعت کی اتنی بڑی فوج تھی جب یہ آزمائش کا وقت ہو گیا تو تین سو تیرہ (۳۱۳) نے تو نہیں
چکھا یا چُلّو بھر چکھا بقیہ سب تین لاکھ تین ہزار (۳۰۳۰۰۰) انہوں نے خوب پیٹ بھر کے
پانی پیا۔ اور اس پانی کی وجہ سے بیماریوں میں مبتلا ہو گئے۔ اس قابل نہیں رہے کہ جہاد میں
شامل ہوں۔

حضرت طالوت نے حضرت اشموعیل علیہ السلام کی ہدایت کے مطابق ضعیف اور
بیمار لوگوں کو نہیں رکھا اپنے ساتھ نوجوانوں اور طاقتور کو رکھا اُن لوگوں کو نہیں رکھا جو اپنے
کاروبار میں بہت زیادہ مصروف ہیں۔ اور اس کی وجہ سے دینی کام میں جی نہیں لگتا ان کا اُن
لوگوں کو نہیں رکھا جن لوگوں کے نکاح ہو چکے تھے اور وہ رخصتی کے منتظر تھے، انکا بھی
جی نہیں لگے گا اُن کا جی اپنی بیویوں میں لگے گا۔ تو اسطرح کے سارے لوگوں کی چھانٹی
پہلے کر دی تھی اس کے باوجود بھی ان کے پاس تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ (۳۰۳۳۱۳)
تھے۔ اور اُن تین سو تیرہ (۳۱۳) میں خود حضرت اشموعیل علیہ السلام پیغمبر بھی تھے۔ اور
حضرت طالوت بادشاہ بھی تھے۔ ولی بھی تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام اور ان کے
چھ (۶) بھائی تھے، یہ سات بھائی تھے اور حضرت داؤد علیہ السلام سب سے چھوٹے بھائی

Marfat.com

تھے؛ کمسن تھے' اور جس وقت وہ گئے ہیں بیمار تھے اور بالکل پیلے ہو رہے تھے۔ بیماری کی وجہ سے لیکن جہاد کے شوقین تھے۔ نبی تھے آل یہودا تھے ابن یعقوب آل یعقوب علیہ السلام تھے۔ اور ان پر دوبارہ پھر نبوت اور بادشاہت واپس آئی تھی' ایک ہی شخص ہیں' تو وہ بھی شامل تھے۔

تو اللہ تعالیٰ نے دکھا دیا کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت ہوتی ہے۔ تو کمزور اور ناتواں کیا کچھ کر ڈالتا ہے تو پھر جو کچھ ہوا : فشربوا الا قلیلا : سوائے چند لوگوں کے جنہوں نے یا تو اس کو چکھا نہیں اور یا اگر چکھا تو جتنی اجازت تھی اس کی حد کے اندر۔ جن لوگوں نے ایک چلّو پانی پی لیا اس میں اتنی برکت ہوئی کہ ان کی پیاس ختم ہو گئی' ان کے جانوروں کی پیاس ختم ہو گئی اور وہ تازہ دم ہو گئے۔ انہوں نے دوسرا چُلّو نہیں بنایا اللہ کی اطاعت میں۔ اکثریت نے بالکل ہی نہیں پیا۔ اللہ کا حکم نہیں ہے' تو نہیں پیتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ کا طریقہ تھا منافقین کو مخلصین سے الگ کرنے کا' پھر کیا ہوا : فلما جاوزہ : پھر انہوں نے پار کیا۔ پس' جب انہوں نے پار کیا اس نہر کو: والذین اٰمنوا معہ : اور ان کے ساتھ حضرت اشموعیل علیہ السلام' حضرت جالوت اور تمام مومنین جو ان کے ساتھ تھے ان لوگوں نے جو مخلصین تھے انہوں نے نہر پار کر لی۔ تو احساس ہوا کہ ہم تو صرف تین سو تیرہ (۳۱۳) رہ گئے ہیں' اور ان کا لاکھوں کا لشکر ہے' جالوت کا۔ اور اتنا قوی ہیکل آدمی کہ اس کا سایہ ایک میل کا ہوتا تھا۔ اور وہ اکیلا سارے لشکر پر حاوی ہونے کی طاقت رکھتا تھا۔ اس زمانے میں قد بڑے بڑے ہوتے تھے۔ ۹۰۰ سال کی عمر ہوا کرتی تھی۔ وہ ایک بھاری بھرکم خود پہنتا تھا۔ اور وہ خود اتنا طاقتور

Marfat.com

تھا کہ پورے لشکر کو ہرا دیتا۔ اس کی ہیبت تھی۔

اور جو تین سو تیرہ (۳۱۳) مخلصین تھے اس میں دو طرح کے لوگ تھے ایک تو صابرین تھے کہ جو مقابلہ نہیں کر پائیں گے۔ تو شہادت پا جائیں گے۔ اور ایک وہ تھے جن کو شوقِ جہاد تو تھا لیکن مرعوبین تھے۔ وہ دشمن کی طاقت سے مرعوب ہو گئے۔ ایسے لوگوں نے کیا کہا : قالوا لا طاقۃ لنا الیوم بجالوت وجنودہ : آج ہمارے پاس طاقت نہیں ہے قوت نہیں ہے، نہ ساز و سامان ہے، نہ گھوڑے ہیں، نہ زرہ بکتر ہے، نہ انسان ہیں۔ ہم ۳۱۲ ہیں اور لاکھوں کے لشکر سے مقابلہ ہے اور اس میں اس کا سپہ سالار بھی جالوت جیسا جابر اور بہادر اور قوی انسان ہے، تو آج تو ہمارے پاس لگتا ہے کہ طاقت ہی نہیں ہے : بجالوت و جنودہ : جالوت اور اس کے لشکر سے جنگ کرنی ہے، لیکن انہی میں کچھ مخلصین تھے، صابرین اور مجاہدین تھے۔ انہوں نے کہا نہیں یہ قلت اور کثرت کیا چیز ہے فتح تو اللہ کی نصرت اور اس کی مدد سے ہوتی ہے۔ انہوں نے کیا جواب دیا : قال الذین یظنون انھم ملقوا اللہ : کون لوگوں نے۔ وہ لوگ جو اس بات کا یقین رکھتے ہیں کہ آخر ایک دن اللہ تعالیٰ کے پاس جانا ہے چاہے وہ غازی بن کر جانا ہو یا شہید بن کر جانا ہو، لیکن جانا تو اسی کے پاس ہے اگر جہاد میں ختم ہو گئے، بظاہر وہ ایک تکلیف ہے لیکن باطن میں ایک بہت بڑی نعمت ہے تو ہمیں جہاد سے کیا بھاگنا۔

تو وہ لوگ جن کا ایمان پختہ تھا یوم آخر میں سب اللہ کی طرف سے مدد ملی۔ انہوں نے

Marfat.com

کہا : کم من فئة قليلة : کتنی بار اور کتنی جگہ ایسا ہوا ہے کہ تھوڑے لوگ : غلبت فئة كثيرة : ایک کثیر جماعت کے اوپر غالب ہو گئے۔ اور فتح حاصل کر لی کس وجہ سے؟ : باذن اللہ : اللہ کی مدد سے۔ انہوں نے کہا کہ فتح و شکست تو اللہ تعالیٰ کے اِذن سے ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ کی نصرت اور حمایت حاصل ہوتی ہے تو پھر یہ لوگ کثیر تعداد پر غلبہ حاصل کر لیتے ہیں یہ ان کے اخلاص اور ایمان کی دلیل تھی۔ : واللہ مع الصبرين ○ : جو لوگ اللہ کی رضا پر صبر کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ان کے ساتھ ہوتا ہے وہ معیتِ الٰہی میں ہیں۔ اور یہ کتنی بڑی بات ہے کتنا زبردست احسان ہے اِن کے ساتھ۔

تو ہم جو صبر کرنے والے لوگ ہیں۔ اللہ کی رضا کے لئے اتنے بڑے لشکر سے لڑنے جا رہے ہیں جہاد کرنے جا رہے ہیں ہمارے ساتھ تو اللہ تعالیٰ ہے۔ اگر اس کا اذن ہوگا تو ہمیں فتح حاصل ہو گی۔ اور کم سے کم ہمیں یہ ہوگا کہ ہم شہید ہو جائیں گے۔ ہمارے درجات بلند ہوں گے، ہمیں اللہ تعالیٰ سے قربت حاصل ہو گی۔

اس کا اصل واقعہ یہ ہے کہ لشکر میں اعلان فرما دیا کوئی بوڑھا کوئی بیمار کوئی شخص جو تجارت میں غرق ہے۔ اللہ کے کام میں یا رخصتی کے منتظر شادی شدہ لوگ۔ ایسے لوگوں کو حضرت طالوت نے نبی کے حکم سے کہا کہ یہ لوگ ہمارے لشکر میں شامل نہیں ہوں گے اس لئے کہ ہم ان لوگوں کو چاہتے ہیں جو دل جمعی سے جہاد کر سکیں۔ جنہیں جہاد کرتے وقت نہ کاروبار کی فکر ہو، نہ اپنی صحت اور ازدواجی زندگی کی فکر ہو۔ تو چنانچہ اس میں تین لاکھ تین ہزار تین سو تیرہ (۳۰۳۳۱۳) یہ چھنے ہوئے لوگ تھے، جو کہ فارغ البال،

Marfat.com

تندرست اور نوجوان تھے۔ آیت کے کچھ فائدے اور اصول ہیں۔ پیغمبر پر جرح کرنے والے محرومی کا شکار ہو جاتے ہیں۔ اس کا ثبوت کیا ہے؟ کہ بنی اسرائیل کے وہ لوگ جنہوں نے حضرت اشموئیل علیہ السلام سے طالوت کی بادشاہت کی جرح کی وہ صبر نہ کر سکے اور وہ زہریلا پانی پی لیا جس کی ممانعت اللہ تعالیٰ نے کی تھی۔

دوسرا اصول کیا ہے کہ اطاعتِ انبیاء میں راحت ہے اور مخالفت میں تکلیف ہے یہ ایک بنیادی اصول وضع ہوا، اور اس کا اطلاق اولیاء اللہ کی اطاعت میں ہوتا ہے کیونکہ یہ انبیاء کے وارث ہیں۔ تیسرا اصول یہ ہوا کہ صبر میں برکت ہے۔ جس نے صرف ایک چلو پر اکتفا کیا، بقدرِ اجازت وہ سیراب بھی ہوئے اور صحتیاب بھی رہے اور بے صبری میں بے برکتی ہے جس نے زیادہ پیا اس کی پیاس بھی رہ گئی اور بیمار بھی ہوگیا بعض جائز اعمال بھی علامتِ انکارِ دین ہیں۔ اگر کہہ دیں کہ پانی نہیں پیا اور پی لیا انہوں نے تو کیا ہوا؟ وہ دین سے خارج ہو گئے۔ اور کہا کہ آپ ہم میں سے نہیں ہیں، مومنین نہیں ہیں۔ تو یہاں کفر اور اسلام کا فرق کس چیز سے ہوگیا ایک عمل سے کہ نبی کی مخالفت میں سرکشی میں پانی پی لیا تو وہ دین سے خارج ہوگیا : خلیس منی : ہم میں سے نہیں ہے۔ منع کئے ہوئے اعمال کا کرنے والا کافر ہو جاتا ہے۔ جیسے کہ وہاں اجازت کے بغیر پینے والا کافر ہوگیا اور اس کی مثال آج کل ہے توہینِ رسالت۔ جس نے توہین رسالت کی وہ دین سے خارج ہوگیا، جس نے ختم نبوت سے انکار کیا وہ اس ایک عمل سے دین سے خارج ہوگیا۔ جس نے قرآن کی بے حرمتی کی وہ دین سے خارج ہوگیا۔

ہمارے وہ حضرات حسابی کتابی عالم۔ یہ کہتے ہیں یہ قرآن یہ تو عمل کرنے کے لئے ہے یہ عزت و احترام کیا چیز ہوتی ہے۔ نیچے اُوپر رکھنے سے کیا ہونا ہے؟ انہیں ہوش کے ناخن لینا چاہئیں۔ وہ کہتے ہیں قرآن آگیا' حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوگیا' اب ہمیں اس سے کیا مطلب۔ جو صرف بتاتے کہ فلاں چیز قرآن میں کہاں ہے؟ اللہ تعالیٰ تو جہاں یہ بتادیا ہے کہ حلال چیز بھی بحکم پیغمبر حرام ہو جاتی ہے۔ حضرت اشموئیل علیہ السلام نے فرمایا کہ اس کا پانی نہ پیو۔ تو وہ ان کے لئے حرام ہوگیا جس نے پیا وہ دین سے خارج ہوگیا۔ تو اس کی دوسری مثال خود حضور صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ مسلمانوں کے لئے دوسرا' تیسرا اور چوتھا نکاح تو حلال ہے حضرت فاطمہ زہرا رضی اللہ عنہا کی زندگی میں حضرت علی کرم اللہ وجہہ پر دوسرا نکاح حرام کر دیا گیا۔ ان کی زندگی میں دوسرا نکاح آپ نہیں کر سکتے۔

اسی طرح سے بحالتِ جنابت بغیر غسل کے مسجد میں آنا حرام ہے لیکن حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اجازت سے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے لئے یہی چیز حلال کر دی گئی۔ مسجد نبوی میں داخل ہوئے تو پیغمبر کے حکم سے حلال چیز حرام اور حرام چیز حلال ہو جاتی ہے۔ ایسے لوگ پیغمبر سے قطع تعلق کر کے سب کچھ قرآن میں ڈھونڈتے ہیں' ان کو اللہ تعالیٰ عقل عطا فرمائے تاکہ وہ اس نقطے کو سمجھ سکیں کہ اگر:

ے بہ مصطفیٰ نہ رسیدی تمام بُولہبی اُست

آپ دیکھیں کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اس بنی اسرائیل کے جہاد کا تذکرہ کر کے اللہ تعالیٰ نے بنی اسرائیل حضرت یعقوب علیہ السلام کی اُمت اور آل اولاد اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کا فرق ظاہر کر دیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو صحابہ کرام

تھے وہ ہر غزوہ میں شریک ہونے کے لئے بے تاب ہوتے تھے۔ کوئی جہاد سے فرار نہیں حاصل کرتا تھا بھوک کی حالت میں روزے کی حالت میں اور ضعیفی و غریبی کی حالت میں ہر حال میں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا ساتھ انہوں نے دیا۔ اور تمام غزوات میں شرکت کرتے تھے۔ اور اس شمولیت کو باعثِ فخر اور فوز و فلاح سمجھتے تھے اور ہمیشہ ہر جہاد میں وہ ثابت قدم رہے۔ یہ جو بات ہے : فلما فصل طالوت: اس سے ایک بات اور بھی ظاہر ہوئی۔ وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کھوٹے کھرے اور مومن و منافق کو مختلف طریقے سے الگ کیا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں رَفع یَدین کے ذریعے سے پتہ لگ گیا اور حضرت اشموئیل علیہ السلام کے فرمان پانی پینے سے تو اللہ تعالیٰ فرق ظاہر فرما دیتا ہے، مومن اور منافقوں میں۔ ایمان ایک صفت ہے مگر اس کے مختلف درجات ہیں جیسے کہ ہم نے دیکھا کہ جو ۳۱۳ رہ گئے تھے اس میں بھی جن کا ضعیف ایمان تھا، وہ مرعوب ہو گئے تھے اور جن کا قوی ایمان تھا اُن میں جرأت تھی اور فتح کی ہمت تھی، اور کہہ رہے تھے کہ اللہ تعالیٰ اگر چاہے تو ہم تھوڑے بھی غلبہ حاصل کر لیتے ہیں۔

اور تیسری بات یہ پتہ لگی کہ گناہ اور بے دینی سے بزدلی پیدا ہوتی ہے۔ اور جن لوگوں نے پانی پی لیا تھا اور پیچھے رہ گئے تھے وہ بھی آوازیں لگا رہے تھے کیا تم ۳۱۳ آدمی جو ہیں تم ہوش میں تو ہو۔ لاکھوں کے لشکر سے لڑنے جا رہے ہو۔ تم کیسے اس کا مقابلہ کرو گے۔ تو اس سے پتہ لگا کہ گناہ اور بے دینی سے انسان میں بزدلی پیدا ہوتی ہے۔

چوتھا اصول یہ ہوا کہ فتح و شکست جو ہے ساز و سامان سے، تائیدِ الٰہی سے ہوتی ہے اگر ہم میں مغلوبیت آتی ہے جیسے کہ مرعوبین میں آ گئی، تو کس وجہ سے آتی ہے؟ صبر

Marfat.com

اور قوتِ ایمانی میں کمی ہے۔

اللہ تعالیٰ جو ہے وہ اطاعت گزار کو مومن بناتا ہے اور نافرمان کو کافر بناتا ہے، اور ان میں فرق ظاہر فرما دیتا ہے۔ توکل اس کا مطلب یہ نہیں لینا چاہیئے کہ انسان سازو سامان نہ کرے۔ اسباب اکٹھا نہ کرے۔ بلکہ توکل یہ ہے کہ اسباب کرے اور جو اس کے بعد مسبب الاسباب پر بھروسہ کرے۔ اس لئے کہ حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ خالقِ اسباب ہے تابع اسباب نہیں ہے اس لئے وہ قلیل کو کثیر پہ فتح و نصرت عطا فرماتا ہے۔ اس کی ایک تفسیر صوفیانہ ہے۔ اس نہر کا جس کو نہر فلسطین کہتے ہیں یا نہرِ اُردن تھی۔ وہ فرماتے ہیں کہ دنیا جو ہے یہ نہرِ اُردن ہے یہاں کی لذتیں اس کا پانی ہے اور آنے والے لوگ جو ہیں اس دنیا میں وہ طالوتی لشکر ہیں اور شیطان و جالوت کا مقابلہ کرتے ہیں یہ جو اللہ کے بندے ہیں وہ دنیا میں بقدرِ ضرورت مشغول ہوتے ہیں، جیسے کہ صابرین نے ایک چُلّو پر اکتفا کیا۔

انسان کا وجود خاکی ہے۔ مٹی کی کیا تاثیر ہے۔ انسان کا وجود خاکی ہے، انسان مٹی کا بنا ہے۔ مٹی کی کیا تاثیر ہے وہ خشک ہوتی ہے۔ اس کی خشکی کیسے جاتی ہے؟ بارانِ رحمت سے، جب رحمت کے چھینٹے پڑتے ہیں تو دل کی خشک مٹی تر و تازہ ہو جاتی ہے۔ اور عاقل وہ ہے جو طلبِ دنیا میں مبتلا نہ ہو۔ اس لئے کہ رزق تو مقسوم ہے۔ وہ تو آپ کو مل کر رہے گا۔ لہٰذا رزق کی فکر میں اللہ کو نہ بھولیں۔

حضرت داؤد علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے بڑے پیارے نبی تھے۔ رب کریم اور حضرت داؤد علیہ السلام ایک دوسرے سے بے تحاشا محبت فرماتے تھے۔ تو اللہ تعالیٰ نے ان کو کیا

Marfat.com

نصیحت فرمائی کہ: اے داؤد! تم بھی مجھے چاہتے ہو اور میں بھی تمہیں چاہتا ہوں۔ اور تم میرے چاہنے پر بس راضی رہو۔ میرے چاہنے پر راضی رہو، میں تمہارے لئے بہت کافی ہوں۔ سلطنت اور حکومت تو میں نے تمہیں دے ہی دیا ہے۔ بس میرے چاہنے پر راضی رہو۔ سب کچھ ملتا رہے گا۔

اب وہ اصل جہاد کی طرف اگلی آیت میں آتے ہیں: ولما برزو الجالوت وجنودہ: مبارزت کہتے ہیں آمنا سامنا ہونا جنگ میں۔ دونوں فوجیں جب سامنے ہوتی ہیں: ولما بروز الجالوت وجنودہ: اور جب یہ ۳۱۳ مجاہدین جالوت اور اس کے لشکر کے آمنے سامنے آئے تو انہوں نے دُعا مانگی۔ کیا دُعا مانگی؟: ربنا افرغ علینا صبرا وثبت: فراغ کیا ہے؟ کسی برتن میں دودھ۔ منہ کھول دیں اور لیٹے ہوئے منہ بھر کے سارا منہ میں انڈیل دیں۔ سارے کا سارا یہ نہیں کہا کہ اللہ تعالیٰ ہمیں صبر دے بلکہ ہمارے پر صبر انڈیل دے۔ صبر سے ڈھانک دے ہم کو۔ اتنا صبر ہمیں عطا فرما: قالوا افرغ علینا صبرا: اے رب کریم ہمیں بہت سارا صبر عطا فرما، صبر میں زیادتی فرما دے، کشادگی فرما دے۔: ربنا افرغ علینا صبرا وثبت اقدامنا: اور ہمیں استقامت اور ثابت قدمی عطا فرما، ایمان اور یقین عطا فرما: وانصرنا علی القوم الکفرین ○: اور اس کافر کے مقابلہ میں ہماری مدد فرما۔ ہمیں ان پر غالب فرما۔ یہ جب کوئی مشکل ہو، جب کوئی جہاد ہو۔ تو اللہ تعالیٰ سے صبر و استقامت اور نصرت کی بھیک مانگنا چاہئے۔

دُعا مانگنا یہ کیا ہے؟ سُنتِ انبیا ہے۔ تو حضرت اشموئیل علیہ السلام اور ان کی

Marfat.com

قوم نے جب جالوت اور اس کے لشکر کا سامنا کیا تو سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگی : ربنا افرغ ..... قوم الکفرین ۝ : اور اس کے بعد پھر کیا ہوا۔ : فھزموھم باذن اللہ : پھر اللہ کے حکم سے ان مٹھی بھر ۳۱۳ مجاہدین نے جالوت کے لاکھوں کے اس لشکر کو شکست دی : وقتل داؤد جالوت : اور حضرت داؤد علیہ السلام نے جالوت کو قتل کر دیا۔

وہ نو عمر نوجوان، بیمار، کم سن، اپنے بھائیوں میں سب سے چھوٹے، ابھی بکریوں کے ساتھ کھیلتے تھے بکریاں چراتے تھے۔ انہوں نے جالوت کو قتل کر ڈالا : واتٰہ اللہ ..... ممایشاء ؕ : جب حضرت داؤد علیہ السلام نے یہ کارنامہ سرانجام دیا تو پھر اللہ تعالیٰ نے کیا کیا؟ پھر اس کو اللہ تعالیٰ نے ملک عطا فرمایا۔ حکومت، سلطنت اور حکمت عطا فرمائی۔ زبور ان پر نازل کی : وعلمہ ممایشاء : اور جو کچھ اللہ چاہتا تھا ان کو سکھایا۔ ان کے ہاتھ میں لوہا موم بن جاتا تھا وہ زِرہ بکتر بناتے تھے، اور اوزار بناتے تھے۔ اور چیونٹیوں کی زبان، پہاڑوں کی حمد و ثنا، پرندوں کی زبان وہ سب جانتے تھے، اللہ تعالیٰ نے سکھائی اور لحنِ داؤدی عطا فرمایا وہ جب زبور شریف کی تلاوت فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کا ذکر فرماتے تھے، تو پرندے جانور ان کے چاروں طرف جمع ہو جاتے تھے، جیسے کبھی کبھی ہوتا ہے جب ہم ختم کرتے ہیں شام کو پرندے آکر اوپر چہچہانے لگتے ہیں۔ یہ ان کی سُنت ہے کہ جب اللہ کا ذکر ہو تو اللہ کی مخلوق دوسری جو ہے وہ جمع ہو جاتی ہے۔

اب پچھلی آیت میں مومنین کے دو گروہ مرعوبین اور صابرین کا ذکر تھا۔ اب

Marfat.com

یہ ذکر ہو رہا ہے کہ صابرین کی ہمت سے مرعوبین میں بھی ہمت پیدا ہوئی ان کی استقامت دیکھی ان کے ساتھ دُعا کی تو اللہ تعالیٰ نے انہیں بھی استقامت اور صبر عطا فرمایا : ولما برزو لجالوت : برزو کا مطلب ہے کھلے میدان میں آگئے۔ جب میدانِ جنگ میں آمنا سامنا ہوا۔ "مبارزت" کہتے ہیں کہ اس میدان میں، خصوصی میدان، جس میں جنگ ہونی ہے، اس میں اپنے مقابل کو طلب کرنا۔ پرانے زمانے میں یہ ہوتا تھا کہ سپہ سالار یا بڑے بڑے سپاہی مشہور جو ہوتے تھے وہ کہتے تھے کہ اپنے مقابلے کا بھیجو، آج کی طرح سے جنگ میں ٹوٹل فوج شامل نہیں ہوتی تھی۔ ان کے سرداران اپنے مقابلے میں بلاتے تھے اگر وہ جنگ میں ہار گئے تو سب ہار گئے، پورا لشکر ہار جاتا تھا میدانِ جنگ میں۔ اس میں : قالو ربنا : دُعا میں کون سا اللہ تعالیٰ کا نام یاد کیا : رَبّ۔ جب کوئی مشکل وقت آئے تو یا تو اللہ کے اسم ذات سے یاد کریں یا اللہ تعالیٰ کے اسمِ رَبّ سے جس میں ہمارے پالنے ہماری پرورش ہماری دیکھ بھال کا ذکر ہو۔

تو اللہ تعالیٰ کو بطور پالن ہار کے یاد کیا۔ تو اے ربّ آپ ہی ہمیں زندگی اور موت دینے والے ہیں۔ آپ ہی ہماری پرورش کرنے والے ہیں، عزت و آبرو بھی آپکے ہاتھ میں ہے، آپ ہماری مدد کریں، تو چونکہ یہ دُعائے فتح و نصرت تھی اس لئے ربّ کو پکارا کہ تیرے ہاتھ میں۔ جیسے : افرغ علینا : میں نے بتایا فراغ جو ہے یا فراغت جو ہے وہ کسی برتن کو انڈیل کر کے اس کی ساری چیزیں انڈیلنے کو کہتے ہیں۔ اور صبر کا مطلب ہے روکنا۔ اپنے کو کسی چیز سے روکنا، پریشانی سے روکنا، کم ہمتی سے روکنا، شر سے، اور گُناہ سے روکنا۔ تو اللہ تعالیٰ بھی صبر کرنے والا ہے اور بندے بھی صبر کر سکتے

ہیں۔اس لئے کہ رب کا بھی نام صبور ہے : یَا صَبُوْر : اے صبر کرنے والے!
اللہ تعالیٰ صبر کرتا ہے، تو وہ بُروں سے عذاب کو روکتا ہے۔

آپ دیکھیں کہ پاکستان میں جو کچھ ہو رہا ہے وہ بنی اسرائیل کے جو جرائم ہیں ان سے کم نہیں ہے ان سے زیادہ ہی ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ صبور ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی اُمّت سئے کلمہ گو لوگوں سے اپنے عذاب کو اس نے روکا ہوا ہے۔ اور دوسرا اسکی صبر کی مثال کیا ہے؟ وہ نافرمانوں کو جلد سزا نہیں دیتا۔ یہ نہیں کہ آج ہی اس نے گناہ کیا آج ہی اس کو سزا دے دی۔ بلکہ وہ صبر فرماتا ہے، وہ دیکھتا ہے موقع دیتا ہے کہ یہ توبہ تو نہیں کرتا۔ یہ میری طرف پلٹتا تو نہیں، اگر پلٹ گیا، توبہ کر لی تو وہ معاف کر دیتا ہے۔ اور بندوں کا صبر جو ہے تین قسم کا ہے۔ ایک تو گناہوں سے اپنے نفس کو روکنا، دوسرا یہ کہ عبادات میں جو مجاہدہ ہے اس پر صبر کرنا۔ بھوک لگی ہے لیکن روزہ رکھ رہے ہیں۔ سونے کو جی چاہ رہا ہے لیکن تہجد کے لئے اُٹھے ہوتے ہیں۔ یہ بھی صبر کی ایک قسم ہے۔ اور تیسرا ہے، مصیبت میں صبر، کم ہمتی سے اپنے کو روکنا۔ کم ہمتی اور نااُمیدی سے روکنا، کیونکہ : لا تقنطو من رحمت اللہ : یہاں صبر سے مطلب ہے استقلال، استقامت اور صبر کا مطلب ہے ٹھہرنا : ثبت اقدامنا : ہمارے قدم کو جمائے رکھنا۔

اور نصر کا مطلب ہے مدد، فتح دونوں معنی ہیں۔ حزن کا مطلب ہے توڑنا یا پھٹنا۔ نہم : حزمیت خاص کر پتھر جو ٹوٹتا ہے، چشمہ نکلتا ہے، اس کو حزم کہتے ہیں۔ آب زم زم کا جو منہ ہے اس کو حزمِ جبریل کہتے ہیں، اس لئے کہ جبریل علیہ السلام

Marfat.com

نے آکر وہاں سے پانی نکالا تھا، حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے لئے۔ اور اللہ تعالیٰ نے حکمت کا ذکر کیا ہے، حکمت کا مطلب یہاں زبُور ہے جس میں ۱۳۰ سورتیں تھیں اس کئی حصے والی کتاب، اور بہت سی چیزیں اللہ تعالیٰ نے ان کو سکھائیں۔ جس کا میں ذکر کر چکا ہوں۔

اب حضرت داؤد علیہ السلام نے کس طریقے سے جالوت کو قتل کیا اس کا قصہ میں آپ کو سناتا ہوں۔ جیسا کہ میں نے عرض کیا جالوت کا قد بہت لمبا تھا اس کا ایک میل سایہ تھا اور بہت ہی جابر ظالم اور بہادر شخص تھا۔ اکیلے لشکروں کو بھگا دیتا تھا۔ جب لشکر تیار ہوا، طالوت کا تو اس میں حضرت داؤد علیہ السلام اور وہ ساتوں بھائی جو اس میں شامل ہوئے پیغمبر کی اولاد تھے اور پیغمبری اور سلطنت کی سعادت ملنے والی تھی۔ لہٰذا وہ بھی اس میں شامل ہو گئے۔ اپنی بیماری کا انہوں نے اعلان نہیں کیا۔ اور وہ آلِ یہودا تھے۔ یعقوب علیہ السلام کے بیٹے کی اولاد میں سے جن میں یہ سب سے چھوٹے تھے۔ بکریاں چراتے تھے، کھیلتے تھے۔ اس وقت بیمار تھے جس کی وجہ سے رنگ پیلا ہو گیا تھا۔ لیکن اس کے باوجود اپنے (۶) چھ بھائیوں کے ساتھ خود بھی نہر پار کر گئے، جہاد کے شوق میں۔

جب جالوت نے میدانِ جنگ میں آکر للکارا کہ آؤ تم تین سو تیرہ (۳۱۳) مجھ سے کیا لڑو گے۔ تم میں سے کوئی بہادر جری ہے تو میرے سامنے آئے۔ تو اس وقت اس کی ہیبت کی وجہ سے کوئی آگے نہیں بڑھا۔ تو طالوت نے اعلان کیا کہ اس وقت جو جالوت سے جنگ کرے گا اور اس کو مارے گا اس سے میں اپنی بیٹی کی شادی کر دوں گا، اور اپنی آدھی سلطنت دے دوں گا۔ اس کے باوجود بھی کوئی شخص آگے

Marfat.com

نہیں بڑھا۔ تو اس نے حضرت اشموئیل علیہ السّلام سے کہا کہ آپ اللہ تعالیٰ سے دُعا کیجئے کہ ان تین سو تیرہ (۳۱۳) میں سے کوئی شخص اس سے لڑنے اور اسکو ختم کرنے کے لئے تیار ہو جائے تو اس وقت حضرت اشموئیل علیہ السلام پر وحی آئی کہ حضرت داؤد آلِ یہودا ابنِ یعقوب اس کو کیفرِ کردار تک جہنم رسید کریں گے۔ چنانچہ جالوت نے حضرت داؤدؑ جو اس وقت تو پیغمبر نہیں ہوئے تھے ان سے کہا کہ آپ آلِ یہودا ہیں، اللہ تعالیٰ کی مرضی یہ ہے کہ آپ کے ہاتھ سے وہ کافر جالوت کیفرِ کردار تک پہنچے اس نے ان کو زرہ دی، ہتھیار سے لیس کیا، اور گھوڑا دیا۔ تھوڑی دیر تک حضرت داؤد علیہ السّلام چلے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے حکمت جو دی ہوتی تھی، تو انہوں نے کہا کہ میں گھوڑے، زرہ اور ہتھیار سے تو فتح حاصل کروں گا۔

جب واپس آنے لگے تو جالوت سمجھا کہ ڈر کر واپس جا رہے ہیں۔ وہ گئے اور انہوں نے گھوڑا واپس کیا ہتھیار واپس کیا اور زرہ واپس کی۔ اور ان کے ہاتھ میں ایک گوپھن ہوا کرتا تھا، رسّی ہوتی تھی، اس میں پتھر ڈال کر کے اس سے شکار کیا کرتے تھے۔ وہ بڑے ماہر تھے اس کے۔ لیکن انہوں نے اس میں تین پتھر ڈالے۔ ان میں سے ایک پتھر تھا سنگِ موسیٰ اور دوسرا تھا سنگ ہارون اور ایک اپنا پتھر وہ یہ تین پتھر لے گئے اور اس نے کہا کہ تم آئے ہو لڑنے کے لئے۔ تم تو ابھی ختم ہو جاؤ گے۔ تمہاری ہڈی، بوٹیاں کتے کھائیں گے۔ تو حضرت داؤد علیہ السلام نے کہا کہ تم دیکھو کہ میں کس طرح تم سے لڑتا ہوں۔ اور تمہاری ہڈی بوٹی کتوں کو دیتا ہوں۔ چنانچہ انہوں نے وہ گوپھن میں لگا کر اس کو مارا تو وہ پتھر اس کے سر سے پار ہو گیا اور پار ہو کر اس لشکر میں گیا اور

Marfat.com

جالوت تو گر پڑا گھوڑے سے اور مر گیا وہیں پر لشکر کے ۳۰ آدمی مر گئے۔ جب اس طریقے سے جالوت کو گرتے ہوئے دیکھا تو لشکر بھاگ گیا۔ اور حضرت داؤد علیہ السلام اس کے جسم کو گھسیٹتے ہوئے، جیسے کتوں کو، جانوروں کو گھسیٹتے ہیں اور طالوت کے حوالے کیا۔

طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کی اپنی بیٹی سے شادی کی اور اپنی آدھی حکومت ان کو دے دی۔ وہ اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی حکمت سے اور رحمت سے اپنی رعایا پہ حکومت فرماتے تھے، امن وامان قائم رکھتے تھے، یاد رکھیں کہ جہاد بظاہر زحمت ہے لیکن دراصل وہ رحمت ہے، اس لئے کہ اس سے امن قائم ہوتا ہے اور ظالموں سے نجات ملتی ہے۔ اس کی بات اگلی آیت میں آئے گی۔ تو اور وہ بہت ہی مقبول بادشاہ ہو گئے۔ بہرحال چالیس (۴۰) سال تک طالوت نے حکومت کی، جب طالوت کا انتقال ہو گیا تو بخوشی وراضی بنی اسرائیل نے اس کی دولت اور حکومت حضرت داؤدؑ کے حوالے کر دی۔ اس آیت کے کچھ اصول ہوتے ہیں آپ اندازہ کر سکتے ہیں پہلی بات یہ ہے کہ جنگ کے وقت فتح و نصرت کی دعا سنتِ انبیاء ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت داؤد علیہ السلام صاحبِ کتاب پیغمبر ہیں۔ اور دیگر نعمتوں کے حامل ہیں۔

تیسری بات یہ کہ ربّ تعالیٰ کی نصرت اگر ساتھ ہو تو نوعمر اور کم سن لوگ بھی بہت مشکل کام کر جاتے ہیں۔ حضرت داؤد علیہ السلام نے اپنی کمسنی میں جالوت کو قتل کیا۔ اور معاذ ابن افرہ جو ۱۱ سال کے تھے انہوں نے ابوجہل کا کام تمام کیا۔ گو پھن چلانا، میزائل پھینکنا، وہ میزائل ہی ہوا ایک طرح کا۔ تو وہ کیا ہے وہ سنتِ داؤدی ہے۔

Marfat.com

اللہ تعالیٰ ہمیں بھی وہ سُنّت آج کے دور میں کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جالوتِ ہند کو ختم کریں۔ پانچواں اصول یہ ہوا کہ نیک کام کا معاوضہ لیا جاسکتا ہے۔ حضرت داؤدؑ نے جالوت کو قتل کیا جہاد کے ذریعے سے۔ وہ ایک نیک کام تھا لیکن اس کا معاوضہ انہیں ملا۔ طالوت کی بیٹی ملی نکاح میں اور طالوت کی آدھی حکومت ملی اور اس معاوضے سے ثواب کم نہیں ہوتا۔ لہٰذا دینی معلم اور پیر صاحبان وہ لیتے ہیں، کیا کہتے ہیں؟ نذرانے پہ شرعاً منع نہیں ہے، تو نیک کام کا معاوضہ لیا جاسکتا ہے۔ یہ اللہ پہ توکّل کرے تو وہ بہتر چیز ہے۔ آپ نے دیکھ لیا ہے کہ اللہ پہ توکّل کرنا اور لوگوں کو تکلیف نہ دینے میں کتنی برکتیں ہوتی ہیں۔ مصیبت میں صبر کی دعا مانگنا جائز ہے: ربنا افرغ علینا: چھٹی بات یہ ہے کہ بادشاہ جہاد کا انعام مقرر کرسکتا ہے۔ تمغۂ شجاعت، نشانِ حیدر دے سکتا ہے۔ ناجائز نہیں ہے۔

ساتویں بات یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ساری زبانیں آتی ہیں، اس لئے کہ حضرت داؤد علیہ السلام کو پرندوں، چیونٹیوں، پہاڑوں کی زبانیں آتی تھی، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا علم تمام انبیاء سے زیادہ ہے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی نعت اور آپ پر دُرود ہر زبان میں لوگ بھیجتے ہیں۔ اور سب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو پیش ہوتا ہے اور سب کو آپ قبول فرماتے ہیں۔ توبِن جانے تو قبول نہیں فرماتے۔ جان کر کے اور سُن کر کے اس کا جواب عنایت فرماتے ہیں۔ جیسے ہم کہتے ہیں:

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَاسَیِّدِیْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ

تو لوگوں کو جو معترضین ہیں ان کو اس سے عقل کے ناخن لینا چاہیئے کہ اگر حضرت داؤدؑ

Marfat.com

کو عام انسانوں سے کہیں زیادہ علم تھا تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو تمام انبیاء سے زیادہ علم ہے۔ اور اس کا ثبوت یہ ہے کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پتھر سے، اونٹ سے، جلتے ہوئے درخت سے لکڑی سے آپ نے خطاب فرمایا۔

کچھ روحانی امراض ہوتے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام ان امراض سے پاک ہوتے ہیں۔

اسی طریقے سے اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین وہ بھی عیوب سے پاک ہوتے ہیں معصوم نہیں ہوتے۔ معصوم صرف انبیاء ہوتے ہیں لیکن جو رُوحانی عیب ہیں ان سے پاک ہوتے ہیں ان میں بُخل نہیں ہوتا ان میں کینہ اور حسد نہیں ہوتا وہ بُخل سے کینہ سے، اور حسد سے پاک ہوتے ہیں یہ چیزیں روحوں کو بیمار اور پلید کرتی ہیں۔

لڑکی والے اچھی طرح سن لیں، سنتِ انبیاء یہ ہے کہ داماد کا مال دیکھ کر اپنی بیٹی نہیں دینا ہے، بلکہ داماد کا کمال دیکھنا ہے۔ حضرت اشموئیل علیہ السلام کے نائب طالوت نے حضرت داؤد علیہ السلام کا مال دیکھ کر لڑکی نہیں دی، وہ تو ایک کم سن چرواہے تھے لیکن ان کا کمال دیکھ کر اپنی بیٹی دی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی مفلسی کے باوجود ان کا مال دیکھ کر نہیں ان کے علم و کمال دیکھ کر اپنی بیٹی فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دیا۔

اس طریقے سے حضرت موسیٰ علیہ السلام جو حضرت شعیب علیہ السلام کے ہاں خادم تھے انہوں نے حضرت صفورا کا نکاح ان سے کیا۔ ان کا کمال دیکھتے ہوئے۔ انکی نگاہ نے دیکھ لیا کہ یہ اللہ کا جلیل القدر نبی ہونے والا ہے۔ اور ایسا جلیل القدر کہ اس کا خطاب کلیم اللہ ہوگا۔

اب آخری آیات سنا دیتا ہوں وہ ۲۹۱ کا دوسرا حصہ ہے۔ اس واقعہ کے بعد اللہ تعالیٰ اصُول بیان فرماتا ہے: ولولا دفع اللہ الناس .... علی العلمین ○

Marfat.com

اور اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو دنیا میں فساد پھیلانے والوں کو ایک دوسرے سے دفع نہ کرے دفع کرنا مطلب ہے طاقت یا زور سے الگ کرنا، دُور کرنا۔ تو اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو یہ طاقت نہ دے کہ کچھ لوگ کچھ امردں کو دفعہ کرسکیں تو پھر کیا ہوگا۔ دنیا میں فساد پیدا ہو جائے گا۔ اگر فرعون کو موسیٰ (علیہ السلام) ختم نہ کرے۔ اگر جالوت کو اشمویٔل اور طالوت اور داؤد (علیہم السلام) ختم نہ کریں تو دنیا میں فساد قائم رہے گا۔ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے صحابہ کرام کفر کو ختم نہ کرتے' یہود العرب سے تو ساری دُنیا کفر میں' تاریکی میں ڈھکی ہوئی ہوتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ مفسدین کو دفع کرا دیتا ہے اپنے بندوں سے' ان کو طاقت و نصرت دے کر کے' کیوں؟ : ولکن اللہ ذو الفضل علی العلمین ٥ : اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمام دنیا پر فضل کرنے والا ہے۔ یہ جہاد جو ہے کیا ہے؟ یہ ذریعہ ہے امن قائم کرنے کا۔ اور امن و آشتی ہی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ اللہ تعالیٰ تمام عالم میں امن و آشتی قائم کرتا ہے اس لئے کچھ لوگوں کو طاقت عطا فرما دیتا ہے کہ وہ مفسدین کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیں۔ ان کو دفع کرسکیں۔

تو اس کا تعلق یہ ہے کہ پہلے جہاد کا ذکر تھا اب اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ : فضل علی العلمین ٥ : یہ تو ذریعہ عمل ہے تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے : تلک ایت اللہ نتلوھا علیک بالحق ط : یہ اللہ تعالیٰ کی آیتیں ہیں جو ہم آپ کو حسب ضرورت حقیقت کے مطابق واقعات کی ضروریات کے مطابق آپ کو سناتے رہتے ہیں، بتاتے رہتے ہیں۔ کیوں؟ : وانک لمن المرسلین : کہ آپ ہی میرے محبوب رسول ہیں۔ آپ کو میری توحید اور میری کبریائی کا پیغام ساری دنیا میں پہنچانا ہے

Marfat.com

اس وجہ سے آپکو باخبر رکھنا آپکو غیب کا علم دینا میری مصلحتوں میں سے ہے۔ اس آیت کے ساتھ دوسرا پارہ ختم ہو گیا تو اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اے اہلِ دنیا میرے نبی پر ایمان لاؤ اس لئے کہ وہ غیب کی باتیں بتلاتے ہیں، ہم نے ان کو وہ سب باتیں بتادی ہیں تاکہ وہ تم کو بتا سکیں۔ وہ میرے محبوب رسول ہیں۔

دفعہ کا مطلب۔ بزورِ قوت کسی چیز کو مٹانا۔ اور دافع کا مطلب اللہ تعالیٰ ہے، اور مدفوع کیا ہے اہلِ شر ہیں جن کو مٹایا جاتا ہے اور یدفوع بہ : جن کے ذریعے سے مٹایا جاتا ہے وہ کون ہیں وہ مجاہدین ہیں وہ مومنین ہیں وہ اولیاء اللہ ہیں وہ انبیاء ہیں۔ اصلاح سے بہتری ہوتی ہے اور فساد سے خرابی اور بگاڑ پیدا ہوتا ہے۔

تو اس کا خلاصہ تفسیر یہ ہوا کہ جہاد جو ہے فساد نہیں ہے۔ اور وہ قیام امن کا ایک ذریعہ ہے۔ اور جہاد تکلیف تو ہے بظاہر لیکن دراصل وہ رب کا فضل ہے : ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین ۝ : اس جہاد کی وجہ سے مفسدین فساد سے باز رہتے ہیں۔ دفعہ ظاہری بھی ہوتا ہے باطنی بھی۔ دفعہ ظاہری کس سے ہوتا ہے۔ پیغمبروں سے اب جالوت فساد تھا، مفسد تھا۔ دنیا میں فساد پیدا کرتا تھا۔ امن اور چین ختم کر دیتا تھا تو حضرت اشموعیل علیہ السلام نے اللہ کے اذن سے بادشاہ مقرر کیا تاکہ اس کا دفاع کر سکیں۔ تو پیغمبروں سے اور بادشاہوں سے ہوتا ہے علماء سے اور اولیاء سے ہوتا ہے۔ ان میں سے ہر شخص اپنے حسبِ منصب دافعِ بلاء ہے۔ یہ جو حسابی کتابی لوگ ہیں درود تاج سے بھڑکتے ہیں کہ اس میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دافع البلاء

Marfat.com

والوباء کہا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کو نبی سے لے کر عام انسان تک ہر ایک کو دافع البلاء بنایا ہے۔ کیا بیماریاں بلا نہیں ہیں۔ بلائیں نازل ہوتی ہیں، لوگ بیمار پڑتے ہیں۔ اور ڈاکٹر کیا ہیں؟ دافع البلاء ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے انسانوں کو ان کے حسبِ منصب مختلف فسادات اور بلاؤں کے لئے دافع بنایا ہوا ہے چنانچہ اولیاء اللہ بادشاہ علماء انبیاء سب اپنے حسبِ منصب دافعِ بلاء ہیں، اور خفی یا باطنی جو ہے وہ اصل کے ذریعے سے ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ مبارک میں یہ کمال ہے کہ ہر ظاہری اور باطنی بلا فساد اور شر کو دفع فرماتے ہیں۔

اس آیت کے کچھ فائدے ہیں کچھ اصول ہیں۔ حکومت اور سلطنت اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ فضلِ ربّی ہے کیوں؟ اس لئے کہ اِس کے ذریعے قیامِ امن ہوتا ہے۔ جہاد اور دنیوی انتظام خلافِ نبوت نہیں بلکہ فرائضِ منصبی انبیاء ہیں ایسا نہیں ہوا کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نے کہا کہ میں تو نبی ہوں میں نے پیغام پہنچا دیا ہے میرا کام تبلیغ ہے اب جہاد کے لئے تم لوگ جاؤ نہیں وہ جہاد میں خود بھی شامل ہو گئے۔

تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم تمام غزوات میں شامل ہوئے۔ اور پھر اسلامی مملکت قائم ہوئی تو اس کے سربراہ بھی ہوئے چنانچہ انبیاء کے اور اولیاء اللہ کے تارک الدُّنیا ہونا منع کیا گیا ہے۔ اللہ کے دین کی تبلیغ بھی کرو لوگوں کو ڈھنگ سکھاؤ کہ اپنے نفس کے خلاف جہاد کر سکیں۔ اپنی رُوح کو فسادوں سے پاک کر سکیں اور ساتھ ساتھ جہاد بھی کریں۔

مصیبتیں بھی فراخی اور اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا ذریعہ ہیں۔ جہاد بظاہر تکلیف ہے لیکن اللہ تعالیٰ نے اسے اپنا فضل قرار دیا ہے۔ نبی کا علمِ غیب جو ہے وہ نبوت کی

Marfat.com

دلیل ہے۔ لہذا نبی کے جو علمِ غیب کا منکر ہے۔ وہ نبوت کا منکر ہے۔ یہ جو لوگ کہتے ہیں کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم حاضر و ناظر نہیں ہیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تو غیب کا علم نہیں تھا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں بتایا انہوں نے ہمیں بتادیا۔ وہ کہتے ہیں (نعوذ باللہ من ذالک) کہ وہ پیغامبر تھے' انہوں نے ڈاک پہنچادی' ہم تک بس ان کا کام ختم ہو گیا یہ بات غلط ہے۔ اسلئے کہ اللہ تعالیٰ نے ان کو کتاب اور حکمت دونوں عطا فرمائی۔ علمِ غیب عطا فرمایا۔ اور نبی کا علمِ غیب ہی ان کی نبوت ہے نبی نام ہے ان چیزوں کی خبر رکھنے والے کا۔ (سعودی عرب میں ایک اخبار ہے) نبی کا مطلب ہے خبر رکھنے والا۔ غیب کی خبر رکھنے والا۔ اور اس کا ثبوت تو کلام پاک میں ہے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا کہ وہ اپنے حواریوں سے فرماتے ہیں کہ تم اپنے گھروں میں جو کچھ کرتے ہو مجھے سب کچھ پتہ ہے۔ میں اس کا علم رکھتا ہوں کہ تم کیا کھاتے ہو کیا بچا کر رکھتے ہو۔ تو وہ دیکھتے تو نہیں آنکھوں سے لیکن اللہ تعالیٰ انہیں وہ چیزیں جو پردے میں ہیں ان کا علم عطا فرماتا ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ بارگاہِ الٰہی میں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عزت ہے۔ اللہ تعالیٰ یہ برداشت نہیں کرسکتا۔ اُسے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسی محبت ہے کہ وہ قطعی اس بات کی اجازت کسی کو نہیں دیتا کہ کوئی اس پر اعتراض کرے اور اس اعتراض کی برہانِ قاطع نازل نہ ہو۔ عیسائی جو ہیں جہاد کی مخالفت کرتے تھے اس کا مذاق اڑاتے تھے' تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ غلط ہیں اے میرے نبی آپ جو جہاد کرتے ہیں' وہ دراصل اللہ تعالیٰ کا فضل ہے: ولکن اللہ ذو فضل علی العالمین ٥ : چھٹا اصول یہ ہے کہ ہر کام کا فاعل اللہ تعالیٰ ہے یہ لوگ دھوکہ اس لئے کھا جاتے ہیں' اپنے ایمان میں۔

Marfat.com

معترضین جو ہیں وہ اندھے ہیں آنکھ کے' رُوحانیت اِن کے مسلک میں نہیں ہے تو وہ اللہ تعالیٰ کا ہاتھ نہیں دیکھ پاتے : یداللہ فوق ایدیھم : یہ نہیں دیکھ سکتے کہ کس کے ہاتھ پر کس کا ہاتھ ہے تو فاعل ہر کام کا اللہ تعالیٰ ہے۔ مگر وسیلہ اس نے انسان کو بنایا ہے اور اپنے بندوں کی اصلاح کے لئے اس کے نفسانی جہاد کے لئے بھی اس نے وسیلے بنائے ہیں۔

اب یہ دوسرا پیرا ختم ہوگیا ہے اس کی آخری آیات کی ایک تفسیرِ صوفیانہ پیش کرتے ہیں جو بڑی پیاری ہے۔ مشائخ اور اولیاء مصلحین ہیں۔ اگر اللہ تعالیٰ مشائخ اور اولیاء کے ذریعے نفس کے جالوت کو ہلاک نہ کرتا تو روح کی زمین بگڑ جاتی۔ روح کی زمین کیا ہے ؛ طالبین۔ طالبین کی استطاعت یہ ہے کہ اللہ کی طرف قدم بڑھا سکیں۔ یا ان کی استعداد بگڑ جاتی ہے۔ اور ان کے اخلاق تبدیل ہو جاتے ہیں۔ اس کا نتیجہ کیا ہوتا ہے؟ قلب کی صفائی ہوتی رہتی ہے۔ ورنہ قلب اللہ تعالیٰ کا مہمان خانہ نہیں بن سکتا تھا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر فضل فرماتا ہے اور طالبین کے دل میں طلب کا جوش دیکر انہیں کاملین کے در پر پہنچا دیتا ہے۔ تو پھر ان کاملین کو ہم پر مہربان فرما دیتا ہے۔ جیسے حضور شاہ افضل سرکار ہم پر مہربان ہیں اور اُن کو ایسا مہربان فرماتے ہیں' وہ فیض عطا فرمائے۔ جس گھر میں شوق سے مغربی موسیقی سنا کرتے تھے اس گھر میں تفسیر اللہ کے کلام کی اور مجالس ذکر کی ہوتی ہیں۔ تو ربّ طالبین کو ریاضت اور مجاہدے کی قوت عطا فرماتا ہے۔ اگر یہ کرم نہ کرتے تو ہم جیسے طالبوں کے دل پاک نہ ہوتے نفس آلودہ ہی رہتے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے' اس آیۂ مبارکہ میں : "کہ اے میرے محبوب! رب آپ پر اللہ کے اسرار اور حقیقتیں

Marfat.com

ظاہر فرماتا ہے۔ آپ ان لوگوں میں سے ہیں جنہوں نے سارے مقامات طے کئے ہیں اور اور کمالات کا مشاہدہ کیا تاکہ میری آیات اور نشانیاں لوگوں تک پہنچا سکیں آپ کو میں نے نشانیاں دلائی ہیں۔

دنیا میں روشنی اور تاریکی آتی رہتی ہے۔ چھوٹے دن ہوتے ہیں اور بڑے دن ہوتے ہیں۔ روشن دن ہوتا ہے اور تاریک رات ہوتی ہے۔ یہ نہ سمجھیں کہ قلب و روح میں ہمیشہ روشنی ہوتی ہے وہاں بھی کبھی تاریکی اور کبھی روشنی ہوتی ہے۔ کبھی قلب پہ شیطان اور نفس کا راج ہوتا ہے اور کبھی رُوح اور سِر کا۔ جب کسی شاہ افضل سرکار جیسے باکمال کی غلامی مل جائے، فیض مل جائے تو اکثر رُوح اور سِر کی حکمرانی ہوتی ہے قلب پر تو کبھی فسق و فجور کے اور کبھی خوفِ الٰہی اور رجا۔ اور گریہ، اشک واجالے ہوتے ہیں، کوئی نہ سمجھے کہ شیطان میرے دل پر راج نہیں کر سکتا۔ اگر اللہ تعالیٰ کی پناہ ہمیں حاصل نہ ہو تو ہمارے دلوں پر شیطان کا راج ہو جائے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سورۂ اعراف کی آیت ۲۰۰ میں فرماتا ہے کہ جب شیطان تم کو ورغلائے جیسے کہ وہ ورغلاتا ہے تو تم میری پناہ مانگو۔

تو طالبین اور سالکین کو ربّ کی پناہ مانگتے رہنا چاہیئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ ہمارا دِل تو اللہ کا گھر ہے اور اس کی حیثیت بیت اللہ شریف جیسی ہے۔ اس کی حرمت ہم جیسے گنہ گاروں سے نہیں ہو سکتی۔ اس بیت اللہ شریف میں بھی تین سو سال تک بتوں کا راج رہا حضور رحمت اللعالمین صلی اللہ علیہ وسلم نے آکر کے اسے شیطان اور بتوں سے واگزار کرایا۔ اور مومنین کے لیئے اس کے دروازے کھلوا دیئے۔ کوئی یہ نہ سمجھے کہ وہ اتنا بزرگ ہو گیا ہے اتنا باکمال ہو گیا ہے کہ اب اِس کے قلب پہ کسی غیر کا راج نہیں ہو سکتا اگر ہم حفاظت میں

Marfat.com

ہوں گے تو صرف اللہ تعالیٰ کی نصرت سے، اللہ تعالیٰ کی مدد سے اور اس کی پناہ سے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو اپنی پناہ اور عافیت میں رکھے۔ شیطان اور نفس کے شر سے بچائے۔ ہمارے قلب و روح کو پاکیزہ رکھے، باطنی روشنی عطا فرمائے، اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا اُمتی بنائے رکھے اور اللہ تعالیٰ ہر مشکل گھڑی میں ہمیں صبر و استقامت عطا فرمائے۔

آمین

بجاہ سید المرسلین

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین ہ

Marfat.com

پارہ تلک الرسل سورۃ البقرۃ

آیت نمبر: ۲۵۳

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ط

اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَارَسُوْلَ اللّٰه

وَعَلٰی اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ یَاحَبِیْبَ اللّٰه

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ م
مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ط
وَاٰتَیْنَا عِیْسَی ابْنَ مَرْیَمَ الْبَیِّنٰتِ وَاَیَّدْنٰهُ
بِرُوْحِ الْقُدُسِ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ
الَّذِیْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ
الْبَیِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ
وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ط وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا قف
وَلٰكِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ﴿۲۵۳﴾ ع

یہ رسول ہیں کہ ہم نے ان میں ایک کو دوسرے پر افضل کیا،اُن

ہیں کسی سے اللہ نے کلام فرمایا، اور کوئی وہ ہے جسے سب پر درجوں بلند کیا، اور ہم نے مریم کے بیٹے عیسٰی کو کھلی نشانیاں دیں اور پاکیزہ روح سے اس کی مدد کی، اور اللہ چاہتا تو ان کے بعد والے آپس میں نہ لڑتے، بعد اس کے کہ ان کے پاس کھلی نشانیاں آچکیں، لیکن وہ مختلف ہو گئے ان میں کوئی ایمان پر رہا اور کوئی کافر ہو گیا۔ اور اللہ چاہتا تو وہ نہ لڑتے مگر اللہ جو چاہے کرے۔ ﴿۲۵۳﴾

میں نے سورۂ بقرہ پارہ تیسرا تلک الرسل کی پہلی آیت کی تلاوت کی ہے ۲۵۲ آیت کی تفسیر پچھلی مجلس میں بیان کر چکا ہوں لیکن پھر بھی عرض کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: تلك ایت الله نتلوها علیك بالحق ط: ہزاروں سال پرانے واقعات انبیاء کے اللہ تعالیٰ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو بتائے۔ ان واقعات کے پس پردہ جو حکمت تھی وہ بتائی۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ اللہ کی نشانیاں ہیں جو آپ پر صاف صاف اور مرحلہ وار ظاہر کی گئی ہیں، اور اس لئے کہ: وانك لمن المرسلین ٥ : کہ آپ میرے رسولوں میں سے ہیں۔

اس آیت سے یہ دماغ میں خدشہ ہو سکتا تھا، یہ خیال آسکتا تھا کہ شاید سارے رسول ایک جیسے ہیں اللہ تعالیٰ نے اس کے ازالے کے لئے اگلی آیت نازل فرمائی: تلك الرسل فضلنا بعضهم علی بعض م: ہم نے

Marfat.com

رسول تو بھیجے۔ نبی اور رسول میں کیا فرق ہے۔ رسول صاحبِ کتاب ہوتا ہے کتابوں اور صحیفوں کے ساتھ ان کو بھیجا جاتا ہے۔ اور نبی اس پر عمل کراتے ہیں۔ تو ہم نے جو سارے انبیاء کا ذکر کیا ہے وہ ایک لاکھ چوبیس ہزار (۱۲۴۰۰۰) کا لیکن ذکر چند کا کیا کر جیسے حضرت آدم علیہ السلام کا ذکر کیا کہ کس طرح سے دنیا میں تشریف لائے۔ خانہ کعبہ کی بنیاد ڈالی، اور حضرت نوح علیہ السلام کا ذکر کیا۔ اِس سُورۃ البقرہ میں حضرت ابراہیمؑ کا ذکر فرمایا، کہ انہوں نے اللہ کا گھر بنایا اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہوں نے فرعون سے ظالموں سے اپنی قوم کو نجات دلائی اور دوبارہ مومنین کی حکومت قائم کی۔ جنہوں نے اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام کیا۔ اور پھر حضرت اشموئیل علیہ السلام کا ذکر فرمایا، حضرت ہارون علیہ السلام کا ذکر فرمایا کہ انہوں نے جہاد فرمایا تو مختلف جلیل القدر انبیاء نے جس کام کیلئے بھیجے گئے تھے، اس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ تو ان رسولوں کے متعلق اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: تلك الرسل : یہ سارے رسول ہیں میرے ہی بھیجے ہوتے ہیں : فضلنا بعضهم علی بعض : ہم نے ان میں سے بعض کو بعض پر فضیلت دی۔

تو اللہ تعالیٰ نے یہ بتا دیا کہ رسول تو سب ہیں لیکن برابر نہیں ہیں اور انمیں بعض کو بعض پر فضیلت ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے چوتھے عرش پر بلایا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کو چھٹے عرش پہ دیکھا، سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حجاب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کلام فرمایا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے بیلے حجاب' جب قاب قوسین او ادنیٰ کا فاصلہ رہ گیا تھا تو اللہ تعالیٰ سے کلام فرمایا۔ تو اس طرح

Marfat.com

سے بعض کو بعض پر فضیلت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب پر فضیلت ہے اس کی تفسیر میں بعد میں بتاؤں گا۔ تو اس آیت کا پچھلی آیت سے تعلق یہ ہوا کہ پچھلی آیت میں کہا کہ آپ ان رسولوں میں سے ہیں، اب بتایا جا رہا ہے کہ وہ سارے رسول برابر نہیں ہیں، بعض کو بعض کے اوپر فضیلت ہے اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے زیادہ فضیلت مآب ہیں۔ سب سے بلند درجہ والے ہیں۔ ان کے مختلف کام کا، کسی نے تعمیرِ کعبہ فرمائی۔ کسی نے کلام باللہ فرمایا کسی نے جہاد فی سبیل اللہ کیا۔ اب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ ان سب کے درجات یکساں نہیں ہیں درجات مختلف ہیں۔ جواب بعض گھما کر کے، جو وہابی اور اہلِ حدیث حضرات فرماتے ہیں اب اللہ تعالیٰ یہ فرماتا ہے کہ نہیں سب کے مراتب الگ ہیں اور آپ افضل الانبیاء ہیں۔ تو جب اللہ فرماتا ہے تِلْكَ تو یہ انہی رسولوں کا ذکر ہے۔ جن کا پہلے بیان اللہ تعالیٰ قرآنِ پاک میں کر چکا ہے۔ اور یا جن کی خبر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو ہے۔

نبی اور رسول میں کیا فرق ہے رسول نبی ہے لیکن ہر نبی رسول نہیں ہے۔ اس لئے کہ رسول صاحبِ کتاب ہے۔ نبی ایک لاکھ چوبیس ہزار ہیں لیکن رسول صرف تین سو تیرہ ہیں۔ اسلام میں تین سو تیرہ کی بڑی اہمیت ہے۔ جنگ بدر میں تین سو تیرہ تھے۔ رسول ۳۱۳ تھے۔ اور جب جالوت سے لڑائی ہوئی تو اس وقت بھی ۳۱۳ تھے، مجاہدین میں اور ۳۱۳ میں ایک نبی شامل تھے اور ایک ہونے والے رسول شامل تھے۔ یعنی حضرت داؤد علیہ السلام، ابھی وہ رسول نہیں ہوئے تھے۔ بعد میں ان پر زبور اُتری تھی وہ صاحبِ کتاب ہیں۔

تو : فضلنا : فضل کا مطلب ہے بزرگی۔ خاص صفات جن سے کسی کو ممتاز کیا گیا ہو۔ اور رسول کا کیا کام ہے ؟ وہ اللہ سے لیتے ہیں اور اللہ کی مخلوق کو دیتے ہیں۔ جن کا ایمان یہ ہے کہ رسول کسی کو کچھ دے نہیں سکتے۔ وہ گمراہ لوگ ہیں۔ رسول ہدایت بھی اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں، کلام بھی اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور اللہ کے بندوں کو عطا فرماتے ہیں۔ حکمت اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور حکمت مخلوق کو عطا کرتے ہیں۔ فضل اللہ تعالیٰ سے لیتے ہیں اور فضل اللہ کی مخلوق کو دیتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ذوالفضل العظیم ہے۔ اور اللہ کے رسُول قاسم العطاء ہیں جو رب سے عطا ہوتی ہے وہ تقسیم فرماتے ہیں۔ اور وہ خلق اور خالق کے درمیان رابطہ ہیں وہ خلق کو خالق سے ملانے والے رسُول ہیں۔

آپ کو یہ قصہ میں نے سنایا تھا چرواہے کا جو اللہ تعالیٰ کا عاشق تھا۔ اور چونکہ جاہل تھا اس کو تصوّر ہی نہیں تھا کہ اللہ تعالیٰ کیسا ہوتا ہے۔ تو وہ اپنے عشق میں کہتا تھا اے میرے رب! اگر تو مجھے مل جائے تو میں تیری بڑی خدمت کروں۔ میں تجھے نہلاؤں دُھلاؤں۔ میں تیرے سر کی جوئیں نکالوں۔ میں تجھے کنگھا کروں۔ جو اس کا تصوّر تھا وہ اس میں مگن کہے جا رہا تھا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام وہاں سے گزرے۔ تو انہوں نے سنا اور کہا ہائے تم نے یہ کیا ظلم کیا یہ تو تُو کفر بک رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ نور ہی نور ہے اس نے کہا ہائے میں نے تو بڑا ظلم کیا۔ جس کو میں چاہتا ہوں، جس کے لئے میں جیتا ہوں، جس کے لئے میں مرتا ہوں اسی کو میں نے ناراض کر دیا، اب وہ پاگل ہو کے جنگل میں چلا گیا۔ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی، فوراً حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی جسے

Marfat.com

مولانا روم علیہ رحمۃ نے یوں نظم کیا:

وحی آمد سوئے موسیٰؑ از خُدا

تو برائے وصل کردن آمدی

نے برائے فصل کردن آمدی

اس واقعے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام پر وحی آئی کہ تُو تو میرے اور میرے بندوں کے درمیان رابطہ ہے، ہم نے تجھے مِلانے کیلئے بھیجا ہے مجھ سے دُور کرنے کیلئے نہیں بھیجا، وہ تو مُجھ سے بہت قریب تھا، اَب تو نے اُسے مجھ سے بہت دور کر دیا۔

رسول جو ہے وہ خالق اور خلق کے درمیان رابطہ ہیں وہ ان کو ملاتے ہیں۔

اور اولیاء اللہ انبیاء کے وارث ہیں لہٰذا اَب چونکہ ختمِ نبوت ہوگئی تو اللہ تعالیٰ کے اولیاء اور علمائے حق مخلوق کو خالق سے ملاتے ہیں۔ اور جو جلیل القدر انبیاء اور رسول ہیں وہ کلیم اللہ بھی ہیں۔ کلیم اللہ کا مطلب ہے اللہ سے براہِ راست بات کرنا۔ اللہ تعالیٰ براہِ راست ان سے گفتگو فرماتا ہے۔ جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طور پر با الحجاب فرمایا اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے معراج میں عرشِ اعظم پہ بلا حجاب کلام فرمایا۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم عبدیت کے اعلیٰ ترین مقام پر فائز ہیں۔ اور اس کے بعد اُلوہیت کا درجہ ہے۔

یہاں جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: منھم من کلم اللہ: ان رسولوں میں سے کچھ ایسے ہیں جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے بات کی ہے۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم: ورفع بعضھم درجات: ان میں سے بعض کے درجات بھی ہیں نے بلند کئے ہیں اور جس کی مثال اللہ تعالے

Marfat.com

فرماتا ہے : واتینا عیسی ابن مریم البینٰت : اور عیسٰی ابن مریم کو

حضرت عیسٰی علیہ السلام اور حضرت حوّا علیہا السلام کسی کے نطفے سے نہیں پیدا ہوئے تھے۔ کوئی ان کا باپ نہیں ہے۔ حضرت حوّا علیہا السلام حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے اللہ کے حکم سے پیدا ہوئی تھیں اسی طرح سے حضرت عیسٰی علیہ السلام اللہ کے امر سے بغیر کسی باپ کے نطفے کے پیدا ہوتے تھے اور حضرت جبریل علیہ السلام نے روح پھونکی تھی اپنی سانس پھونکی تھی۔ تو اللہ فرماتا ہے : واتینا عیسی ابن مریم البینات :

اور ہم نے عیسٰی کو صاف نشانیاں دیں جب یہودی مریم علیہا السلام پر الزام لگا رہے تھے تو نہریں پالنا تھا اس میں سوئے ہوئے تھے۔ بی بی مریم نے کہا کہ اس بچے سے پوچھو، یہ خود بتلائے گا کہ یہ کون ہے ؟ لوگوں نے کہا کہ یہ بچہ کیا بتلائے گا، اس پر حضرت عیسٰی علیہ السلام نے کلام فرمایا کہ میں اللہ کا نبی ہوں، اللہ کی طرف سے نشانیاں لے کر آیا ہوں۔

تو معجزات بینات کا مطلب ظاہری معجزات ہے۔ ایک معجزہ یہ تھا کہ نوزائیدہ بچے بول نہیں سکتے، لیکن وہ پالنے سے پیدا ہونے کے فوراً بعد ہی بولے۔ اور وہ چڑیاں بنا کر اس میں پھونک دیتے تھے اس میں جان آجاتی تھی اور آپ مُردوں کو زندہ کر دیتے تھے کُن باذن اللہ کہہ کر۔ کوڑھی اور اندھوں کو ٹھیک کر دیتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ : وایدنٰہ بروح القدس ط : اور پاک رُوح سے انہیں طاقت عطا فرمائی پاک رُوح حضرت جبریل علیہ السلام ہیں۔ انہیں رُوح القدس کہتے ہیں۔ اور ایک تو یہ انہوں نے اپنی سانس ڈالی اور اس سے حضرت کو پھونک مارا تو حضرت عیسٰی علیہ السلام وجود پذیر ہوئے اور ساری زندگی وہ ان کی مدد کرتے تھے ہر قدم پر۔

جب یہودیوں نے ان کو سُولی پر چڑھانا چاہا تو حضرت جبریل علیہ السلام انہیں اٹھا کر چوتھے آسمان پر لے گئے اور ان کے ہم شکل کو وہاں کھڑا کر دیا۔

حضرت جبریل علیہ السلام تمام انبیاء کی مدد کرتے تھے۔ ان کی خدمت پر مامور تھے۔

حضرت جبریل علیہ السلام جلیل القدر انبیاء کے اور رسولوں کی خدمت پر مامور تھے۔ انکی مدد کیلئے انہیں اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمایا تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے افضل الانبیاء ہونے کے کیا دلائل ہیں ان میں سے چند تو میں بیان کر چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کلام پاک میں فرماتا ہے: الحمد للہ رب العالمین ۝ : وما ارسلنٰک الا رحمۃ اللعالمین ۝ دونوں میں قدرِ مشترک یعنے برابر کیا چیز ہے؟ وہ چیز ہے، عالمین۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے سب تعریفیں اللہ تعالیٰ کے لئے ہیں جو تمام عالم کا پالنے والا ہے۔ اور آپ کیا ہیں؟ آپ تمام عالم کے لئے رحمت ہیں تو جہاں جہاں تک ربّ کی ربوبیت ہے وہاں وہاں تک سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت ہے۔

کسی اور نبی کو یہ درجہ حاصل نہیں ہے کسی اور رسول کو یہ رتبہ حاصل نہیں ہے، کہ اس کی رحمتیں وہاں تک محیط ہیں۔ جہاں تک ربّ کی رحمت محیط ہے۔ تو: الحمد للہ رب العالمین ۝ : وما ارسلنٰک الا رحمۃ اللعالمین ۝: اور انبیاء بھی تو اسی عالم کا ایک حصہ ہیں، جو سارے عالم ہیں اس میں بشر ہیں، اس میں ملائک ہیں، اس میں جن ہیں، اس میں انبیاء ہیں، اس میں رسل ہیں، اس میں اولیاء ہیں، تو اسکا مطلب کیا ہے؟ کہ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں، اور تمام انبیاء مرحوم ہیں تو افضل کیا ہوتی ہے رحمت ہوتی ہے یا مرحوم ہوتی ہے؟ تو ان صرف دو آیتوں سے اللہ

Marfat.com

نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی تمام رُسل پر فضیلت قائم کر دی ہے۔ مہر ثبت کر دی ہے ان کے امام الانبیاء ہونے کی کہ جہاں تک میری ربوبیت ہے وہاں تک میرے محبوب کی رحمت ہے۔

اس عالم میں انبیاء بھی ہیں اور رُسل بھی ہیں وہ مرحوم ہیں اور میرا نبی، میرا محبوب رحیم ہے، تو جس کا اللہ ربّ، اُس کے لئے حضور رحمت، اور تمام انبیاء اور رسولوں کا ربّ اللہ ہے۔ ان سب کے لئے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت ہیں اور رحمت وہی ہوتا ہے کسی کے لئے جو اس سے بزرگ و برتر ہو۔ تو تمام انبیاء مرحوم اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم رحمت، اور رحمت مرحوم سے افضل ہے۔

دوسرا ثبوت یہ یاد رکھیں کہ جب آپ سے باتیں ہونگی، اہلِ حدیث والوں کی، وہابیوں کی تو یہ باتیں آپ کو یاد ہونی چاہئیں۔ اللہ تعالیٰ نے کس نبی کے متعلق نہیں فرمایا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا:۔ ورفعنالك ذكرك : میں نے آپ کا ذکر بلند کیا۔ ان کا ذکر وہاں ہوتا ہے جہاں کسی نبی کسی رسول کا نہیں ہوتا۔ اور ان کا نام نامی اللہ تعالیٰ کے نام کے ساتھ ہے۔ جب آدم سے خطا ہو گئی شجرۂ ممنوعہ کی تو انہی کا واسطہ دے کر کہ : ربنا ظلمنا انفسنا..... من الخسرين ○ : ان کے صدقے میں ان کو معافی ملی۔ دوسرا ثبوت یہ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ : ورفعنالك ذكرك : تو کلمے کے ساتھ ان کا نام رکھا۔ اذان میں ان کا نام رکھا : اشهد ان لا اله.... رسول الله : اور نماز میں التحیات میں ان کا نام رکھا۔ ان کا ذکر رکھا تو ہر جگہ ساتھ نام لے کر آپ کا ذکر کیا۔ اور جو کسی نبی کو حاصل نہیں ہے۔ میں نے آپکو بتایا تھا کہ ایک صحابی نماز پڑھ رہے تھے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں بلایا، تو انہوں نے سوچا میں نماز

Marfat.com

پوری کر کے، میں آپ کے پاس جاؤں چنانچہ نماز پوری کی سلام پھیرا اور چلے گئے تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تمہیں اللہ کے رسول نے بلایا تو تم فوراً کیوں نہیں آئے؟ اسی وقت وہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی کہ: جب تمہیں اللہ اور اس کے رسول پکاریں تم فوراً حاضر ہو جاؤ۔

پھر تیسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ: من یطع الرسول فقد اطاع اللہ : اللہ نے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کو اپنی اطاعت قرار دی۔ اور جب عزت کا قوت کا ذکر فرمایا تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا: وللہ العزۃ ولرسولہ: عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے ہے۔ چوتھا ثبوت کیا ہے؟ سارا عالم رب کا رضا جو ہے۔ ہر شخص اللہ تعالیٰ کی رضا تلاش کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتا ہے؟ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا چاہتا ہے: ولسوف یعطیك ربك فترضٰی ط: رب آپ کو اتنا دے گا کہ آپ راضی ہو جائیں گے۔ ہم سب رب کی رضا کی تلاش میں ہیں جستجو میں ہیں اور رب کو اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی رضا محبوب ہے۔

دوسری بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑی عزت اور بڑی وقعت کے ساتھ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا ہے۔ سارے نبیوں کو ان کے نام لیکر فرمایا یا موسیٰ یا عیسیٰ، یا نوح اور سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ہمیشہ خطاب کے ساتھ یاد کیا گیا۔ کلام پاک میں ایک جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا یا محمد، ہر جگہ یا ایھا النبی ، یا طٰہٰ ، یا یٰسین اس طریقے سے اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو القابات کے ساتھ یاد فرمایا ہے۔ میں آپ سے کہوں کہ عاشق صاحب اِدھر آئیے اس کہنے میں، اور یہ کہنے میں کہ اے میرے

Marfat.com

پیارے خلیفہ آپ اِدھر آئیں دونوں میں فرق ہے۔ ایک میں اپنائیت ہے اور دوسرے میں نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے کسی جگہ بھی سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو ان کے نام سے نہیں پکارا، خصوصی عزت وفضیلت والے القاب سے ان کو یاد فرمایا۔

چھٹا ثبوت یا دلیل یہ ہے کہ سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی سب سے زیادہ معجزات ہیں اگر معجزہ فضیلت کی علامت ہے تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ معجزات عطا ہوئے ہیں۔ کسی کو دو کسی کو چھ کسی کو آٹھ معجزات، لیکن سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کو سب سے زیادہ معجزات عطا فرمائے گئے۔ سب سے بڑی بات تو یہ ہے کہ کلام پاک میں چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) آیات ہیں اور اس کی ہر آیت ایک معجزہ ہے۔

معجزہ کیا ہے؟ جو کسی کو عاجز کر دے۔ معجزہ اس امر کو کہتے ہیں جو کسی کو عاجز کر دے کہ اس جیسی چیز کسی اور سے نہ ہو سکے۔ تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میرے کلام جیسی ایک آیت بنا کر لے آؤ تم نہیں کر سکو گے تو کیا ہوا؟ اس کی ہر آیت معجزہ ہے تو چھ ہزار چھ سو چھیاسٹھ (۶۶۶۶) معجزات تو یہی ہو گئے۔ اس کے علاوہ شق القمر کا ہے، سورج کا واپس جانا ہے۔ حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کے بیٹوں کا زندہ کرنا ہے۔ خشک لکڑی کو تازہ ہرا بھرا کر دینا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تو پتھر مار کر بارہ (۱۲) چشمے نکالے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی انگشت مبارک سے بارہ (۱۲) چشمے پھوٹ پڑے تھے۔ سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے تو پتھر بھی بات کرتے تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو نو (۹) معجزے ملے، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو بے شمار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے طُور پر حجاب میں اللہ تعالیٰ سے کلام کیا۔ آپ نے معراج میں بے حجاب کلام فرمایا۔ حضرت عیسٰی علیہ السلام کو آسمان پر بلایا گیا۔ اور سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم

Marfat.com

لامکاں تک تشریف لے گئے۔ اس مقام پر جہاں رب کے علاوہ کوئی دوسرا نہیں ہوتا۔ جہاں حضرت جبرائیل علیہ السلام بھی نہ جا سکیں۔

ساتواں ثبوت یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مُردوں کو زندہ کیا۔ اور سرکار دو عالم ﷺ نے خشک لکڑی کو ہرا بھرا کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے پتھر سے بارہ چشمے نکالے، آپ ﷺ نے اپنی انگلیوں سے نکالے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عصا سے نیل کو چیرا جو اللہ تعالیٰ کا عطا فرمایا ہوا تھا، آپ ﷺ نے انگلی کے اشارے سے چاند کو دو ٹکڑے کیا۔ جو صفات فرداً فرداً نبیوں میں ہیں، سرکار دو عالم ﷺ کی ذاتِ بابرکات میں وہ تمام صفات ہیں تو سرکار دو عالم ﷺ سب سے افضل کیوں ہیں۔ کہ آپ صفاتِ انبیاء کے جامع ہیں۔ تمام انبیاء کی صفات آپ میں جمع ہو گئی ہیں۔ تو کوئی نبی بنی اسرائیل کے لئے ہے کوئی عاد کے لئے ہے کوئی ثمود کے لئے ہے۔ اور سرکار دو عالم ﷺ ساری مخلوق کے لئے ہیں۔ یہ سند اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی جب اس آیتِ مبارکہ میں فرمایا کہ: وما ارسلنٰك الا كافة للناس: آپ کو میں نے ساری مخلوق کے لئے کافی بنایا ہے۔ آپ کو عافیت بنایا ہے، آپ کو حاجت رَوا بنایا ہے۔

اور دوسرا سرٹیفکیٹ کیا ہے: لیکون للعالمین نذیرا: اس دنیا کے لوگوں تک بات نہیں ہے، جتنے عالم ہیں سب کے لئے ہم نے آپ کو نذیر بنایا ہے۔ سب تک میرا پیغام پہنچانے والا ہے۔ سب کو بتانے کے لئے بھیجا ہے، سارے عالم کو کہ، توحید میں عافیت ہے۔ اور کفر میں شر ہے، سرکار دو عالم ﷺ کا دین سب دینوں کا ناسخ ہے۔ سرکار دو عالم ﷺ کی شریعت آئی تو توریت، زبور کی بھی انجیل کی

Marfat.com

شریعتیں منسوخ ہوگئیں ۔ اور آپ کا دین سب پر افضل ہے۔ ہمیشہ افضل چیز ہی کم فضیلت والی چیز کو نسخ کرتی ہے۔ کسی نبی کو یہ اعزاز حاصل نہیں ہوا کہ اُس کی اُمت ساری اُمتوں پر فضیلت رکھتی ہو۔ اس سے بہتر ہو یہ سند بھی اللہ تعالیٰ نے عطا فرما دی : کنتم خیر اُمۃ : ہم نے آپ کی اُمت کو سب سے بہتر بنا دیا۔

تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ساری اُمتوں سے افضل ہیں ۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ازواج مطہرات ساری عورتوں سے افضل ہیں۔ جو سورۂ احزاب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا: عام عورتوں کی طرح سے نہیں، آپ کو ہم نے پاک کیا ہوا ہے۔

بارہواں ثبوت کیا ہے؟ قیامت کے دن یہ صاف ظاہر ہو جائے گا کہ جو حسابی کتابی لوگ ہیں، اس دن وہ بھی ایمان لائیں گے کہ: سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم افضل ترین ہیں۔ اس لئے کہ قیامت کے دن ظاہر ہو جائے گا کہ آپ حضرت آدم علیہ السلام اور سارے ابنِ آدم کے آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہی سردار ہیں۔ سب آپ ہی کے جھنڈے تلے ہوں گے ۔ اور سب سے افضلیت کی علامت کیا ہے؟ یہ کہ قیامت کے دن سب سے پہلے سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے بعد دوسرے انبیاء داخل ہوں گے ۔ اور قیامت کے دن سب سے پہلے اُٹھیں گے تب اور سب سے پہلے اللہ تعالیٰ سے آپ ہی کلام فرمائیں گے، سب خاموش رہیں گے اس وقت ۔ اور آپ ہی کے ہاتھ میں وہ جھنڈا ہو گا لواء الحمد۔ یعنی اللہ کی حمد کا جھنڈا آپ کے ہاتھ میں ہو گا۔

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے خود فرمایا حدیثوں میں کہ چند چیزوں میں ہمیں بزرگی دی گئی ہے۔ پہلی بات یہ ہے کہ ہم سارے عالم کے نبی ہیں۔ اور ساری زمین

Marfat.com

سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت کے لئے ہے۔ ساری زمین مسجد اور عبادت گاہ ہے یہ کسی اُمت کو کسی نبی کو فضل عطا نہیں ہوا۔ اور کسی رسُول پہ مالِ غنیمت حلال نہیں تھا۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پر مالِ غنیمت جو ہے، سورۂ انفال آپ پڑھیں۔ اس سے واضح ہے، تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم پہ ہی نبوّت ختم ہے۔ اور آپ کی سلطنت شرق و غرب پہ حاوی ہے۔

اس آیت کے اس حصّے تک کچھ اُصول ہیں۔ کچھ فائدے ہیں۔ پہلی بات تو یہ سارے پیغمبر رُسُل نبوّت میں یکساں ہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: لانفرق احد من رسلھم :۔ دوسری بات یہ کہ انبیائے کرام درجات میں یکساں نہیں ہیں۔ مثلاً نبی ہونے میں سب برابر ہیں، لیکن درجات ہیں جیسے انسان ہونے میں ہم سب برابر ہیں، لیکن رُوحانی درجات میں کوئی بلند ہے کوئی نیچے ہے کوئی درمیان ہے۔ تو درجات میں سب یکساں نہیں ہیں۔ تیسرا اصول یہ ہوا کہ : سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب نبیوں میں افضل ہیں۔ چوتھا یہ کہ : رب نے بعض پیغمبروں سے بلاواسطہ کلام فرمایا اور بعض سے بالواسطہ۔ یہ کہنا درست ہے کہ بعض نبی بعض سے افضل ہیں۔ لیکن یہ کہنا حرام ہے۔ کہ بعض نبی بعض سے کم تر ہیں۔ یہ احتیاط لازم ہے کبھی اپنی زبان سے یہ نہ کہیں۔ اللہ تعالیٰ نے جو لفظ استعمال فرمایا ہے "ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت عطا کی بعض کے درجات بلند کئے ہیں۔"

بزرگانِ دین سے امداد لینا برحق ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی تصدیق کی ہے۔ فرماتا ہے : وایدنٰہ بروح القدس : حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ہاتھ مضبوط

Marfat.com

کئے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے۔ تو کسی دوسرے بزرگ سے مدد حاصل کرنا جائز ہے اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے بزرگ فرشتے حضرت جبرائیل علیہ السلام سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو طاقت پہنچائی انکی مدد ان کو پہنچائی۔ ساتواں اصول یہ ہے کہ: اگر کسی بزرگ کی تعریف میں غلو کریں اور اس میں کفر اور شرک اور اللہ تعالیٰ کے درجات سے یا نبی کے درجات سے مماثلت پیدا ہو جائے تو اس کی فوراً تردید کریں مگر اس بزرگ کا احترام ضرور کریں۔ جب آپ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ پاک کو اپنی نگاہوں میں رکھیں۔ عیسائیوں نے غلو کیا اور ان کو اللہ کا بیٹا بنا دیا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ان کی تردید کی کہ یہ شرک کر رہے ہیں: قل هو الله احد ..... ولم يولد ○: ایک طرف تو یہ فرمایا، تردید کر دی کہ کسی نے اللہ کو نہ جنا ہے اور نہ اللہ نے کسی کو جنا ہے۔ لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تعریف کر دی: واتينا عيسى ابن مريم البينت وايدنه بروح القدس ط

تو اللہ تعالیٰ کے ان ارشادات کے متعلق کیا اصول مرتب ہوا۔ کہ اگر کسی بزرگ کی تعریف میں کوئی غُلو کرے اور حد سے تجاوز کرے تو اس کی تردید ضرور کرو۔ لیکن جس کے متعلق وہ غُلو کر رہے ہیں ان کا ادب اور احترام بھی ضرور کرو۔ ان کی عظمت کو ضرور مانو۔ یہ نہیں ہے کہ کسی بزرگ کے متعلق اتنا غُلو کر دیا کہ اس بزرگ کا رتبہ کم ہو گیا۔ انکی غلطی کی تردید کرو کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے معاملے میں ایک طور پر فرمایا کہ: لم يلد ولم يولد ولم يكن له كفوا احد ○: اور دوسری جگہ یہ فرما دیا۔ ساتھ ہی ساتھ کر د: واتينا عيسى ابن ...... بروح القدس ط:

تو مختصراً یہ کہ کسی نبی کے متعلق اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ آپ سراپا نور ہیں

Marfat.com

لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق فرمایا کہ : قد جاءکم من اللہ نور : تمہارے پاس اللہ کا نور پہنچ گیا ہے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کیا ہے؟ وہ اللہ کا نور پہنچنا ہے۔ تو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات نوری ہے آپ عین نور ہیں اور یہ حیثیت کسی اور نبی کو، رسول کو حاصل نہیں ہے۔

اب ایک بڑا مشکل مسئلہ کو اللہ تعالیٰ حل فرما رہا ہے۔ تقدیر یہ اور جبر یہ بہت سارے مباحثے ہوئے ہیں نہ بہت سے لوگ گمراہ ہو گئے ہیں، اس معاملے میں۔ اللہ فرماتا ہے : ولو شاء اللہ ما اقتتل...... ما جاءتھم البینٰت : اگر اللہ چاہتا تو صاف واضح نشانیاں ہدایات پہنچنے کے بعد لوگ جنگ وجدال نہیں کرتے سبھی مومن رہ جاتے۔ پتہ کیا لگا کہ کوئی ہو نہیں سکتا جب تک اللہ تعالیٰ کی مرضی نہ ہو۔ جب تک اللہ تعالیٰ نہ چاہے۔ تو اگر اللہ چاہتا تو مقتل کا مطلب ہے آپس میں قتال کرنا جنگ کرنا حالتِ جنگ میں رہنا قتل سے ہے : ولو شاء اللہ : اگر اللہ چاہتا تو پھر وہ آپس میں جنگ نہ کرتے۔ الذین من بعدھم.... البینٰت : کہ جب ان کے پاس آ چکیں نشانیاں، تو نشانی آجانے کے بعد پھر وہ آپس میں جنگ وجدال نہیں کرتے۔ سبھی کے سب مومن رہتے لیکن اللہ تعالیٰ نے مومن اور کافروں کو الگ کرنا تھا۔ پہچان اور ایمان اور توحید کو کفر یہ اور ظلم پر غالب رکھنا تھا۔ اس لئے کہ جنگ اور جہاد کی اہمیت پیدا ہو، یہ کس لئے ہے؟ کہ ایمان اور توحید کا غلبہ کفر پر رہے : ولکن اختلفوا فمنھم : لیکن ان میں سے لوگ بٹ گئے، اختلاف کر گئے، الگ ہو گئے۔ کس طرح سے : من امن منھم من کفر : کچھ لوگ ان میں سے ایمان پر قائم رہے اور کچھ لوگ کافر ہو گئے : ولو

Marfat.com

شاء اللہ ما اقتتلو : اور اب اللہ تعالیٰ چاہتا تو وہ ہر گز جنگ نہیں کرتے لیکن اللہ تعالیٰ کا منشا یہی تھا، مشیتِ ایزدی یہ تھی کہ کفر اور ایمان کا واضح پتہ لگ جائے۔ اور صاحبانِ ایمان کو غلبہ حاصل ہو : ولکن اللہ یفعل ما یرید ۵ : لیکن اللہ تعالیٰ وہی کرتا ہے جو وہ چاہتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا یہی وعدہ تھا کہ یہ لوگ جنگ و جدال کریں اور اس میں حق کی فتح ہو۔ تو اس حصے کا جو دوسرا حصہ ہے اسکا تعلق یہ ہے کہ پچھلی چند آیات میں جہاد کا ذکر آیا تھا۔ کہ جہاد کرو اور موت سے نہ ڈرو، اور موت کے ڈر سے تم بھاگ نہیں سکتے۔ تو جہاد کے لئے کہا کہ بیوی کے لئے وصیت کرو پھر جہاد کے لئے یہ بھی آیت اُتری تھی کہ جہاد کے لئے مال اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔ پھر یہ کہ جہاد کا ایک نبی کا قصہ بیان کیا۔ اس طرح سے اللہ تعالیٰ نے تھوڑوں کو بہتوں پر غلبہ عطا فرمایا۔

پچھلی اُمتوں کے جہاد کا ذکر، پھر انبیاء کے درجات، کا ذکر اَب وجہ جہاد بیان کی جارہی ہے۔ جہاد کیوں ہوتا ہے؟ قتال کیوں ہوتا ہے؟ تاکہ کفر اور ایمان کا فرق ظاہر ہو، اور ایمان اور توحید کو کفر پہ غلبہ حاصل ہو۔ اللہ تعالیٰ اعوام الناس کا ذکر فرما رہا ہے۔ یہ سب یکساں نہیں ہوتے۔ کوئی مومن ہوتا ہے کوئی کافر۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسانیت کی تقسیم نہیں ہے۔ نہ کالے گورے کے حساب سے نہ امیر غریب کے حساب سے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں انسان کی تقسیم ہے ایمان اور کفر کے ساتھ۔ شاء یعنی چاہنا، مشیت، ارادہ۔ اور ارادہ اور رضا میں فرق ہے۔ اللہ کا ارادہ یہ ہے کہ کفر کرنے والے لوگ چھٹ جائیں، مغلوب ہو جائیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ اس سے راضی نہیں ہے کہ

Marfat.com

وہ کفر کریں۔ تو ارادے اور رضا میں فرق ہے۔ اللہ تعالیٰ کسی کام کا ارادہ کر سکتا ہے۔ ارادہ کر سکتا ہے کہ لوگوں میں لوگ چاہیں تو کافر ہو جائیں۔ گمراہ ہو جائیں لیکن اِس کفر اور گمراہی سے وہ راضی کبھی نہیں ہے۔ تو ارادے میں، اللہ کی مشیت میں اور اسکی رضا میں فرق ہے۔

اگر ہم سے کوئی قتل سرزد ہو جاتا ہے تو یہ رب کی مشیت ہے۔ اس لئے کہ اگر ہم کسی کو قتل بھی کر دیں تو جب تک رب کا ارادہ نہ ہو اس کی جان نہیں نکل سکتی۔ وہ مر نہیں سکتا، ہم گولی چلا دیں، اس کے باوجود بھی وہ زندہ ہو سکتا ہے۔ اور ایک تھپڑ مار دیں تو اس میں مر سکتا ہے۔ اور ایک گھونسے میں مر سکتا ہے۔ تو جب تک رب کا ارادہ نہ ہو کوئی کام پورا نہیں ہوتا۔ لیکن یہ نہیں کہ قتل سے اللہ تعالیٰ راضی ہے۔ وہ اس کی سزا ہمیں اس دنیا میں دلوائے گا۔ آخرت میں بھی ہوگی۔ پچھلی اُمتوں میں جنگ نہ ہوتی۔ ان کے پاس بے شمار معجزات آ چکے ہیں۔ ان پہ واضح ہو چکا تھا کہ حق کیا ہے۔ اور سبھی حق پہ ہوتے تو پھر کس بات کی جنگ ہوتی۔ اور یہ سارے معجزات ہدایت کے لئے کافی تھے۔ لیکن اللہ تعالیٰ جو چاہتا ہے وہی ہوتا ہے۔ اس کا ارادہ تھا کہ حق بھی ہو، باطل بھی ہو۔ خیر بھی ہو، شر بھی ہو۔

جو آدمی یہ سوچے کہ خیر سب اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے اور شر شیطان کی طرف سے ہے، اُس کا ایمان ساقط ہے۔ اس لئے کہ ایمان مفصل یہ ہے: والقدر خیرہ...... والبعث بعد الموت: تو رب چاہتا تو گزشتہ پیغمبروں کے بعد ان کی اُمتوں میں جنگ نہ ہوتی؟

Marfat.com

کیونکہ ان کے پاس بے شمار معجزات آچکے تھے۔ جو ہدایت کے لئے کافی تھے۔ لیکن رب کا ارادہ تھا کہ ایسا نہ ہو۔ کفر اور ایمان کا فرق صاف ظاہر ہو جائے اور ایمان کفر پر غالب ہو۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اس میں بعض ثابت قدم مومن رہے اور بعض کافر ہو گئے۔ بعض کے دلوں میں نرمی آتی اور بعض شقی القلب ہو گئے۔ رب چاہتا تو لڑائیوں کے بعد بھی امن ہو جاتا۔ مگر اس کے ارادے کے خلاف کچھ نہیں ہو سکتا۔ وہ مختارِ کل ہے۔

اس سے کچھ اصول مرتب ہوتے ہیں۔ اور ابھی آپ کو میں مسئلہ تقدیر کے متعلق بھی بتاؤں گا۔ پہلی بات تو یہ کہ دنیا کی ہر اچھی چیز ایمان اور کفر رب کے ارادے سے ہے کہ رب ہی ہر چیز کا خالق ہے۔ اسی کے ارادے سے سب کچھ واقع ہوتا ہے۔ جیسے مثال میں نے قتل کی دی تھی کہ آپ کسی کو زخمی تو کر سکتے ہیں۔ لیکن قتل نہیں کر سکتے اس لئے کہ محیٔ و ممیت اس کی ذات ہے جب وہ موت عطا فرمائے گا تب آپ کا قتل مکمل ہو گا۔ اور جو کہے کہ خیر رب کی طرف سے اور شر کسی اور کی طرف سے تو وہ بے دین ہے یہ معتزلہ لوگوں کا ایمان ہے۔ حضور غوثِ پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانے میں یہ بہت بڑا فتنہ کھڑا ہوا تھا۔ جبریہ اور قدریہ ارادہ اور رضا ایک نہیں ہے۔ مثال کیا ہے؟ ہم ارادہ کرتے ہیں کہ کڑوی دوا پئیں گے۔ اس لئے کہ کس نے کہا ہوا ہے کہ اس دوا سے فائدہ ہو گا۔ لیکن ہم اس سے راضی نہیں ہیں۔ ہمیں کڑوی دوا اچھی نہیں لگتی۔ اسی طرح شر جو ہے وہ کڑوی دوا ہے۔ شر نہیں ہو گا تو خیر کی پہچان نہیں ہو گی۔ لیکن اللہ تعالیٰ کو شر پسند نہیں ہے۔

تو ارادہ رضا نہیں ہے اور اسی لئے برائی کا ارادہ جو ہے اس میں برائی نہیں ہے۔

لیکن بُرائی کر کے اس پر راضی رہنا کہ ہم نے بڑا اچھا کام کیا ہے، یہ بُری بات ہے۔ بُرائی پر راضی ہونا بُرا ہے، جس کا اِرادہ بُرا نہیں ہے۔ اس کی پکڑ نہیں بلکہ اسے پسند کرنا گناہ ہے کوئی اگر دباؤ میں یا کسی کے زور زبردستی میں شراب پی لے، تو وہ گنہ گار نہیں ہوگا۔ ہاں اگر ارادے سے یہ کیا اور اس پر راضی رہا، تو گنہ گار سمجھا جائے گا۔ تو ربّ تعالیٰ نے فرمایا کہ اگر اس کا ارادہ ہے، تو ربّ تعالیٰ شر کا یا برائی کا ارادہ فرماتا ہے مگر اس کو اچھا نہیں سمجھتا، اور اپنی مخلوق کو بتا دیتا ہے کہ میں نے شر بھی پیدا کیا ہے، خیر بھی پیدا کیا ہے۔ تم خیر کو اپنا لیکن جن لوگوں کی قسمت میں اللہ تعالیٰ کو پتہ ہے کہ رُوحیں تو باغی رہیں گی ان کو وہ شر کرنے دیتا ہے بغیر اس کے ارادے کوئی شر کر نہیں سکتا۔

اَب اس سے ایک مسئلہ کھڑا ہوتا ہے تقدیر کا۔ کہ ہم کس قدر مقدر ہیں اور کس قدر مجبور ہیں۔ تو تین مذاہب ہیں مسئلہ تقدیر پہ ایک تو جبریہ ہے، ایک قدریہ ہے، اور تیسرا اہلِ سُنّت وجماعت کا عقیدہ ہے ہمارا اور آپ کا عقیدہ ہے۔ جبریہ فرقے کا کہنا یہ ہے کہ انسان پتھر کی طرح مجبور ہے۔ سب کچھ اللہ کی مرضی سے ہوتا ہے۔ پنکھے کی حرکت میں اور انسان کے ہاتھ کی حرکت میں کوئی فرق نہیں ہے۔ پنکھا بھی مجبور ہے کہ سوئچ آن ہوگا تو چلے گا ہمارا ہاتھ بھی مجبور ہے کہ پہلے سے فیصلہ ہے کہ یہ کیا کریگا۔ ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے دوسرا ہے کہ بندہ مختارِ مطلق ہے جو چاہے کرے تو یہ لوگ تقدیر کے منکر ہیں۔ اس سے پھر بندے اور رب میں کوئی فرق نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ چونکہ میں نے ایسا چاہا اِس لئے ایسا ہوا۔ ہم کسی کو قتل کرنا چاہیں تو

قتل نہیں کر سکتے۔ ہم کسب کرنا چاہیں تو نہیں کر سکتے جب تک کہ اللہ تعالیٰ کا ارادہ نہ ہو تو اہلِ سُنّت و جماعت کا عقیدہ ان دونوں کے درمیان میں ہے۔

ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ، بندہ مجبور ہے۔ ہر عمل اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے وہ کسی عمل کو پیدا نہیں کر سکتا، وہ خود پیدا نہیں ہو سکتا، خود مر نہیں سکتا۔ کسی کو پیدا نہیں کر سکتا، کسی کو مار نہیں سکتا۔ لیکن کسب میں مختار ہے جو اللہ تعالیٰ نے چیزیں پیدا کر دی ہیں، اسے حاصل کرنے میں وہ مختار ہے کہ وہ اس کی کوشش کر سکتا ہے یا خیر قصد کرے یا شر قصد کرے۔ تو وہ کسب میں مختار بہ عطائے الٰہی۔ اللہ کی عطا سے وہ کسب کر سکتا ہے۔ کوئی روزی نہیں ہے ہماری پاس اور وہ ہو جاتی ہے وہ اللہ تعالیٰ کا کام ہے ہم صرف اس کو حاصل کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ تو نیست سے ہست میں لانا یہ ربّ کا کام ہے۔ اور ہستی کے اسباب جمع کرنا یہ مخلوق کا کام ہے یہ کسب ہے۔ تو بندہ ذابح تو ہے، ذبح کرنے والا ہے، لیکن جان لینے والا کون ہے، وہ اللہ تعالیٰ ہے۔ ہر کام ربّ کے ارادے سے ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں توفیق عطا فرمائے کہ ہم خیر کے کسب کریں۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کو سلامت رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں انبیائے کرام علیہم السّلام اور ان کے اولیائے کرام کے ادب کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ ہمیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلت اور ان کا عرفان عطا فرمائے۔ اور اس پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ان کی اطاعت کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین

وَاٰخرُ دعوانا عن الحمدُ للّٰہ ربّ العالمین٥

Marfat.com

پارہ تِلْكَ الرُّسُل سُورۃ البقرۃ
آیت نمبر ۲۵۴ تا ۲۵۵

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ
اَلصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلَيْكَ يَارَسُوْلَ اللّٰه
وَعَلٰى اٰلِكَ وَاَصْحَابِكَ يَاحَبِيْبَ اللّٰه

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ
مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ
وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾
اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ
سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی
الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا
بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ
وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ
وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ
حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

"اے ایمان والو! اللہ کی راہ میں ہمارے دیئے میں سے خرچ کرو
وہ دن آنے سے پہلے جس میں نہ خرید و فروخت ہے نہ کافروں

Marfat.com

کیلئے دوستی اور نہ شفاعت اور کافر خود ہی ظالم ہیں۔ (۲۵۴) اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ آپ زندہ اوراوروں کا قائم رکھنے والا، اُسے نہ اُونگھ آئے نہ نیند، اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے، اور جو کچھ زمین میں۔ وہ کون ہے جو اس کے یہاں سفارش کرے بے اس کے حکم کے، جانتا ہے جو کچھ انکے آگے ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے، اور وہ نہیں پاتے اس کے علم میں سے، مگر جتنا وہ چاہے۔ اس کی کرسی میں سمائے ہوئے ہیں آسمان اور زمین، اور اسے بھاری نہیں ان کی نگہبانی، اور وُہی ہے بلند بڑائی والا۔ (۲۵۵)

یہ میں نے تیسرے پارے کی دو (۲) آیات جو کافی طویل ہیں، کی تلاوت کی ہے ۲۵۴ تا ۲۵۵۔ ان سے پہلی آیت، تیسرے پارے کی اس کی تفسیر میں نے پچھلی مجلس میں پیش کی تھی کیونکہ اس سے پہلی ہی آیت میں سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم سے فرمایا تھا کہ آپ رسولوں میں ایک ہیں تو اس سے اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ نے واضح کر دیا کہ بے شک آپ رسولوں میں سے ایک رسول ہیں لیکن ہم نے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ اور آپ کو سارے انبیاء پر فضیلت دی اس کے دلائل میں نے پچھلی مجلس میں پیش کئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے یہ بھی فرمایا کہ میں نے ان میں سے کچھ کو اللہ تعالیٰ سے کلام کرنے کی سعادت بخشی، اعزاز بخشا۔ اور وہ کلام کچھ لوگوں نے تو حجاب کے ساتھ کیا،

Marfat.com

جیسے حضرت کلیم اللہ نے اور ہمارے آقا حضور سرورِ عالم ﷺ نے بغیر حجاب کے عرش کے معراج شریف کے موقع پہ کلام فرمایا پھر اللہ تعالیٰ یہ بھی فرماتا ہے کہ تمام واضح نشانیاں توحید کی، اور دین بھیجنے کے بعد، صاف صاف باتیں بیان کر دینے کے بعد، بظاہر تو کوئی ضرورت نہیں تھی جہاد کی۔ اللہ اگر چاہتا تو یہ صریح نشانیاں آجانے کے بعد آپس میں نہ لڑتے اور آپس میں ان میں اختلاف نہ ہوتا۔ لیکن پھر یہ ضروری تھا کہ کفر اور ایمان کا فرق ظاہر ہو۔ اس وجہ سے اللہ تعالیٰ نے انہیں اس قتل سے رد کا نہیں۔ اس لئے کہ بے شک اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے تمام اعمال کا۔

کوشش انسان کرتا ہے لیکن جو عمل سرزد ہوتا ہے، رب کے امر سے۔ تو چاہے اچھے اعمال ہوں چاہے برے اعمال ہوں وہ سارے اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ اللہ ان کا خالق ہے اور اس سلسلے میں میں نے آپ کو عرض کیا تھا کہ اس میں جبریہ، قدریہ اور معتزلہ اور پھر اہل سُنّت وجماعت کے۔ اگلی آیات جو ہیں چونکہ پچھلی آیات میں جہاد کا ذکر تھا۔ جس میں جان و مال کا خرچ ہے تو اگلی آیت میں اللہ تعالیٰ انفاق فی سبیل اللہ کی تاکید فرما رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ : یایھا الذین امنوا انفقوا مما رزقنکم..... ولا خلۃ ولا شفاعۃ ط : پہلی بات تو یہ کہ اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو : یایھا الذین امنوا : کے لقب سے یاد فرمایا۔ پچھلی اُمتوں کا جب ذکر ہوتا ہے، تو ان کے نسب سے ہوتے ہیں۔ یا بنی اسرائیل۔ یا عاد۔ یا ثمود۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے سرکارِ دو عالم ﷺ کی اُمّت کو یہ اعزاز بخشا ہے کہ وہ صفتِ ایمانی کے ساتھ ان کو یاد کرتا ہے جیسے اپنے حبیب ﷺ کو القاب کے ساتھ یاد کرتا ہے۔

انہی کے صدقے ہیں ان کی اُمت کو بھی صفتِ ایمانی کے ساتھ یاد کرتا ہے وہ صفت جو انکو بہت پسند ہے اور اس کا انعام ہے۔

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "اے صاحبانِ ایمان! تم پر اللہ تعالیٰ کی رحمت تو ہو ہی چکی ہے تم اپنے اعمال بھی ایسے رکھو کہ تم ربّ کی بارگاہ میں ہر دلعزیز ہو جاؤ": انفقوا مما رزقنکم: "جو کچھ میں نے حلال مال تمہیں دیا ہوا ہے۔ حلال رزق دیا ہے تمہارا مقصود تمہیں دیا ہُوا ہے۔ اسمیں سے تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو۔"

دو مواقع تمہارے اِس پُورے سفر میں زندگی اور موت (والبعثِ بعدالموت) ایسے آئیں گے جس کے بعد اعمال کی گنجائش نہ ہوگی، موت کے بعد تم عمل نہ کر سکو گے۔ تمہارے ورثاء نیک عمل کر کے تمہیں اس کا ثواب اور فائدہ پہنچا سکیں گے۔ لیکن جب قیامت آجائے گی، فیصلے ہو جائیں گے اس کے بعد نہ تم کوئی عمل کر سکو گے اور نہ تمہارے ورثاء کوئی تمہارے لئے عمل کر سکیں گے۔ تو: انفقوا مما رزقنکم: خرچ کرو اللہ کی راہ میں جو کچھ تم کو حلال رزق دیا ہے، اِس میں سے من قبل: قبل اس کے: من یاتی: کہ یہ آجائے: یوم: وہ دن: یومِ قیامت۔ کہ جس کے بعد کوئی عمل چاہے مومن ہو چاہے کافر ہو کسی کے لئے ممکن نہیں ہے۔ مومن کے لئے تو ممکن ہے کہ اس کے ورثاء جو ہیں اللہ کی راہ میں خرچ کریں اور اس کا ثواب آپ کو پہنچا دیں، تو وہ دن آجائے گا تو پھر یہ عمل نہیں کر سکو گے کیوں کہ اس دن کی کیا خصوصیت ہے؟: لا بیع فیہ: اس دن مال کا کوئی لین دین کام نہیں آئے گا۔

Marfat.com

انسان کی گلوخلاصی ہوتی ہے کسی مشکل سے یا پیسے دے کر کے' یا دوستی سے' یا سفارش سے' یا مال سے' یہی طریقے ہیں دُنیا کے۔ دُنیا کے یہ تینوں طریقے اس دن کام نہیں آئیں گے۔ نہ مال خرچ کرنے سے تمہاری بچت ہوگی' نہ کوئی دوست تمہارا بچا سکے گا' اور نہ کوئی سفارش ہوسکے گی۔ یہ اس لئے بتایا یہ جو شفاعت کی بات ہے یہ کافرین کے لئے ہے' انکی شفاعت نہیں ہوسکے گی۔ مومنین کی تو سرکار دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم شفاعت فرمائیں گے۔ انبیاء اور اولیاء اور علماء کریں گے۔ اور: والکفرون هم الظلمون ٥: اور یہ کافر جو ہیں یہ تو' اپنے پر ظلم کرنے والے ہیں نہ ایمان لاتے ہیں نہ اللہ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں' صرف اپنے لئے عذاب اور گناہ اکٹھا کرتے ہیں۔

تو اللہ تعالیٰ نے صدقہ کی تلقین فرمائی ہے۔ اور ہر نیکی کیلئے ایمان ضروری ہے۔ اس لئے مومن کو مخاطب کیا ہے۔ اور انفاق فی سبیل اللہ ایک مالی عبادت ہے جو درجات کو بلند کرتی ہے۔ اور اس کی مثالیں کیا ہیں؟ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا سب کچھ اللہ کی راہ میں خرچ کر دیا۔ یاد کریں کہ زکوٰۃ جو ہے وہ بھی انفاق فی سبیل اللہ ہے' وہ وجوبی ہے' واجب ہے اور دوسرے صدقات جو ہیں وہ نفلی عبادات ہیں۔ لیکن جہاد میں اگر ضرورت پڑ جائے ڈیفنس کے لئے اور نیشنل سیکورٹی کے لئے، اگر آپ سے خرچ کرنے کو کہا جائے' تو وہ اللہ تعالیٰ نے آپ پر فرض کیا ہوا ہے۔ یہ لوگ جو ہنگامے کر رہے ہیں یہ فرض کے خلاف کر رہے ہیں' انکی لازمیت جو ہے وہ زکوٰۃ سے زیادہ ہے۔ آپ کے جہاد کے لئے جو پیسے مانگے جائیں' انکی حیثیت زکوٰۃ سے زیادہ لازم ہے اور وہ بالکل فرض ہوتا ہے' اس میں آپ انکار کر ہی نہیں سکتے۔

Marfat.com

آپ نے دیکھا کہ جن لوگوں نے بڑھ چڑھ کر اس میں حصّہ لیا ان کے درجات کتنے بلند ہوئے۔ حضرت ابُوبکر صدّیق رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ خلیفۂ اوّل ہوئے۔ حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ کو اللہ تعالیٰ نے ذُوالنورین بنایا اور خلیفۂ سوئم ہوئے، تو انفاق فی سبیل اللہ ایسی عبادت ہے جو درجات کو بلند کرتی ہے، اور اللہ تعالیٰ کا محبوب بناتی ہے۔ دوسری اُمتّوں کو ان کے نسب سے اور اُمّتِ محمّدیہ کو ان کی صفتِ ایمانی سے پکارا، یہ اظہار کرم کا اللہ تعالیٰ کا انداز ہے۔: انفقوا: جو ہے: نفقٌ: سے ہے، اسکا مطلب ہے بکھیرنا۔ انفاق فی سبیل اللہ یہ بھی ہے کہ: اپنے بیوی بچّوں پر بھی خرچ کرنا۔

جو شخص وہ خود کھاتا ہے، دوسروں کو نہیں کھلاتا وہ بخیل کہلاتا ہے، جو خود کھائے اور دوسروں کو نہ دے وہ بخیل، اور نہ خود کھانا اور نہ دوسروں کو کھلانا یہ اِنفاق ہے، کہ اللہ کے رزق کو اپنے اوپر روک لیا ہے، اور خود کھائے اور دوسروں کو نہ کھلائے یہ بُخل ہے، اور خود نہ کھانا اور دوسروں کو کھلانا یہ جُود اور سخاوت ہے، یہ اللہ کی نشانی ہے اللہ تعالیٰ نہ کھاتا ہے نہ پیتا ہے، لیکن سارے عالم کو کِھلاتا ہے اسی لئے وہ صاحب الجُود والکرم اور اس کی مثال صحابہ کرام ہیں۔

ایک مہمان آئے۔ سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ مہمان ہے کوئی لے جائے گا۔ آپ رضی اللہ تعالیٰ عنہٗ گھر لے گئے۔ اتنا کھانا نہیں تھا کہ سب کو کھلاتے انہوں نے مہمان کو کھلا دیا، بچّوں کو پانی گھول کر کے دے دیا۔ تو اس طریقے سے، تو یہاں انفقوا سے مراد یہ سخاوت ہے۔ جو خود کھانا اور دوسروں کو کھلانا۔

اور جیسا کہ میں نے بتایا تھا یوم سے مطلب ہے۔ یومِ قیامت اور:

Marfat.com

بیع فیہ ولاخلۃ : اس دن کوئی بھائی چارہ کوئی دوستی، آشنائی کام نہیں آئے گی۔

اور : ولاشفاعۃ : شفیع معنی: جوڑا، کیوں شفاعت کو اور شفیع کو جوڑا کہتے ہیں۔اس لئے کہ شافع اور مشفوع دونوں اکٹھے ہوتے ہیں، ایک کی سفارش ہو رہی ہوتی ہے اور دوسرا سفارش کرنے والا ہوتا ہے، تو مشفوع جو ہے اس کی سفارش وہ اکیلا نہیں کرتا۔شافع اس کی دستگیری کرتا ہے۔جیسے ہماری، آپکی انشاء اللہ دستگیری سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے۔

ظَلِمُوْ : کسی چیز کا نامحل خرچ کرنا، نامناسب خرچ کرنا، مالک کی اجازت کے بغیر خرچ کرنا۔ اگلی آیت میں یہ واضح ہو رہا ہے کہ مالک کون ہے، اصلی۔تو جو اپنی زندگی کو اللہ کی اجازت کے بغیر، اس کے حکم کے خلاف خرچ کرتا ہے وہ کون ہے؟ وہ ظالم ہے۔کافروں کو ظالم کیوں کہا ہے؟ اپنی زندگی کو، اپنے اوقات کو، اپنی توانائیوں کو، اللہ تعالیٰ کی اجازت کے خلاف اجازت کے بغیر خرچ کرتے ہیں، وہ اپنے ہی نفس پر ظلم کرتے ہیں اور کافر ہی بخیل ہوتے ہیں۔ساری چیزیں اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہیں اور جو اللہ تعالیٰ کی ملکیت ہے ان سے منفعت کون اٹھا سکتا ہے۔جو اللہ تعالیٰ کے فرمانبردار ہیں، تو انفاق فی سبیل اللہ کس کی طرف سے قبول ہوگا، جو اللہ کے فرمانبردار بندے ہوں گے، نافرمانوں کو یہ حق نہیں ہے اس لئے کہ: والکفرون ھم الظالمون ٥۔

ابھی تک تو انبیاء کا ذکر ان کے درجات ان کی فضیلت کی باتیں چلی آ رہی تھیں، پھر اس کے بعد انفاق فی سبیل اللہ کا ذکر ہوا، مال کا ہوا، اب مال کے مالک کا

Marfat.com

ذکر ہو رہا ہے۔ اور آیت الکرسی آگئی ہے، ماشاء اللہ۔ ایک چیز اس کے کچھ فائدے ہیں۔ شفاعت اور محبت کا کام نہ آنا کفار کے لئے ہے۔ اس لئے کہ اگلا حصہ جو اس کا ہے: والکفرون ھم الظلمون ○ : اس سے اس کی وضاحت ہوتی ہے۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ صدقہ مال حلال سے جائز ہے: (انفقوا مما رزقنکم) : نہ کہ حرام مال سے۔ اور بخل جو ہے وہ صفتِ انکار ہے، مومن جو ہے وہ سخی ہوتا ہے اور جوّاد بھی ہوتا ہے۔ اگر مسلمان میں بخل کا عیب ہو تو، اس سے اسے جلد نجات حاصل کرنا چاہیئے۔

شیطان سے کسی نے پوچھا کہ تم کس طرح انسانوں کو بہکاتے ہو، تو اس نے کہا کہ: "بخل سے، غصّے سے، اور نشہ سے۔ ان تین حالات میں میرے لئے بہکانا آسان ہوتا ہے، میں بے صبر آدمی کو اپنے ہاتھ میں اس طرح گھماتا ہوں جس طرح سے باؤلر کرکٹ میں بال کو گھماتے ہیں۔ اس طرح سے انسان میرے ہاتھ میں گیند کی طرح گھوم جاتا ہے۔ اتنا بے بس ہوتا ہے۔" تو غصّہ وہ چیز ہے جس سے شیطان کا تسلط ہم پر آسان ہوتا ہے، اور ہمیں اپنی مرضی کے مطابق وہ گھما دیتا ہے۔ اور نشہ انسان کو بھیڑ بکریوں کی طرح بنا دیتا ہے، شیطان کہتا ہے کہ جو لوگ نشے کی حالت میں ہوتے ہوں، ان کو میں ایسے ہانکتا ہوں جیسے کہ چرواہے بھیڑ بکریوں کو ہانکتے ہیں۔ اور بخل میں انسان جو ہے، وہ نیکی کرنے سے معذور ہو جاتا ہے۔ اللہ تعالےٰ نے حضرتِ جبریل علیہ السلام سے فرمایا کہ: "اگر تم کو ہم زمین پر رکھتے تو تم کیا کرتے؟ یہاں تو تم مقرب ترین فرشتے ہو، میری اطاعت کرتے ہو، میرا کام کرتے ہو، میرے

Marfat.com

رسولوں سے رابطہ رکھتے ہو، ان کی مدد کرتے ہو" عرض کیا میں تین کام کرتا :
"غریبوں کی مدد کرتا، خلق کے عیب چھپانا اور پیاسوں کو پانی پلاتا۔"

تو اس کا مطلب ہے کہ اللہ کی بارگاہ میں سب سے پسندیدہ جو کام ہے وہ ہے غریبوں کی مدد، انفاق فی سبیل اللہ، اور خلق کے عیب چھپانا۔ اسی لئے سورۂ احزاب میں حکم دیا ہے کہ کسی کو تجسّس نہ کیا کرو، اور پیاسوں کو پانی پلانا، خدمتِ خلق کرنا۔ اس کی خلاصۂ تفسیر یہ ہے کہ: "اے مومنو! ہماری دی ہوئی نعمتوں سے حسبِ موقع خرچ کرو، اس دن سے پہلے خیرات کر لو، جب نہ تجارت ہوگی نہ دوستی۔ کافر مساکین کا حق مار کر ان پر ظلم کرتے ہیں، اور ان کے لئے نہ رشوت، نہ مال، نہ دوستی، نہ سفارش کچھ بھی کام نہ آئے گی۔ مومن کو تو شفاعت بھی انشاء اللہ نصیب ہوگی"۔ اب اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ: "دراصل حقیقی مالک میں ہی ہوں۔"

انبیاء کی فضیلت اور درجات بیان کرنے کے بعد وہ اپنی صفات کا ذکر فرماتا ہے : اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ : اللہ نے اپنی صفات کا استعمال کیا ہے کہ: "میں جو اللہ ہوں، اس کے علاوہ کوئی خدا نہیں ہے، کوئی اور چھوٹے بڑے الٰہ نہیں ہیں"۔ کفار جو ہیں وہ اللہ تعالیٰ پر تو ایمان رکھتے تھے : اللہ کہتے تھے، لیکن یہ بُت جو ہیں یہ چھوٹے موٹے جو خدا ہیں یہ ان کے اسسٹنٹ ہیں : نعوذ باللہ من ذالک : یہ اتنا بڑا کاروبار ہے، ارض وسما کا کائنات کا کہ اللہ تعالیٰ سنبھال نہیں سکتا : نعوذ باللہ من ذالک : کہ اس نے چھوٹے موٹے وائسرائے بنا دیئے ہیں تو یہ اللہ تعالیٰ کی مدد کرتے ہیں کائنات کا نظام چلانے میں۔ اور ان

Marfat.com

کے پاس انتھارٹی ہے، اور چونکہ بادشاہ تو دنیا میں پیمانہ کرتے ہیں، تو جس طرح بادشاہ کے امراء، وزراء، اور سپہ سالار ہوتے ہیں ان کی مدد کرنے کے لئے اور بادشاہ ان کو رُدل نہیں کرتا، اسی طرح ہمارے بتوں کو وہ اللہ تعالیٰ رُول نہیں کرے گا، یہ جو سفارش کر دیں گے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا: من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ: وہ لوگ جن کو تم نے میرا شریک بنایا ہے، ان کی سفارشیں تو کام نہیں آئیں گی۔ تو اللہ تعالیٰ کیا ہے؟ اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں کوئی چھوٹے موٹے معبود نہیں ہیں۔ بعض کہتے تھے کہ اللہ تعالیٰ کے بیٹے بیٹیاں ہیں، اس کا کام کرتے ہیں اس کا ہاتھ بٹاتے ہیں۔ نعوذ باللہ من ذلک۔

اس کی تردید اللہ تعالیٰ نے فرمادی: لم یلد ولم یولد... احدہٗ اس کی تردید یہاں کر دی: اللہ لا الہ الا ھو: تو اللہ تعالیٰ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہو گا، اور جب کوئی مخلوق نہ تھی تو بھی وہ اللہ تھا اور تو بھی وہی معبود تھا، بقیہ سب اس کی مخلوق ہیں۔ الٰہ جو ہے، یہاں پر الٰہ معبود کے لئے ہے، وہ رب جس کا نام اللہ ہے وہی معبود ہے اور اس کے علاوہ کوئی معبود نہیں ہے: اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ: حی جو ہے، یہ حیات سے بنا ہے، ہر کامل چیز کو جو ہمیشہ زندہ رہتی ہے اس کو حی کہتے ہیں اور ربّ کی ذات بھی اور ربّ کی صفات بھی ہیں، اس کی صفات بھی ہمیشہ سے ہیں، وہ مالک ہمیشہ سے ربّ رہا ہے، وہ ہمیشہ سے رزاق اور الٰہ رہا ہے۔ تو نہ اس کی ذات، نہ اُس کی صفات کوئی بھی قابلِ عدم نہیں ہیں، اور وہ ہمیشہ سے زندہ تھا، زندہ ہے، اور زندہ رہے گا۔ دوسرا جو ہے، صفت

Marfat.com

کیا اللہ تعالیٰ نے بیان کی ہے کہ میں حیّ بھی ہوں الحی القیوم میں قائم رہنے والا ہوں۔ یہ بھی قیوما سے ہے، خود قائم اور دوسروں کو قائم رکھنے والا۔ ارض وسماوات کو اس نے قائم رکھا ہُوا ہے۔ جتنے بھی موجودات ہیں وہ تین طرح کے ہیں، وہ جو دوسروں سے قائم ہو۔ جیسے کہ ہمارے جسم کی رنگ و بُو۔ یہ اپنے محل کا محتاج ہے، یہ رنگ و بُو جب تک ہمارے جسم میں ہے اور جب تک ہمارا جسم زندہ ہے اس وقت تک تو ہے جسم سے جان نکل گئی اور جسم کا محل گلنا سڑنا شروع ہوا تو چہرے کی رنگت بھی ختم ہو جاتی ہے اور اس کی خوشبو بھی ختم ہو جاتی ہے۔ اور اسی کی ایک مثال ایسے ہے: سایہ۔ اگر درخت ختم تو سایہ بھی ختم، وہ اپنے وجود کا محتاج ہے۔ دوسرا یہ ہے کہ: نور۔ سایہ جن چیزوں کا محتاج ہے ایک تو سایہ دار جسم ہونا چاہیئے، دوسرا نور ہونا چاہیئے، تیسرا وہ جگہ ہونا چاہیئے جہاں سایہ پڑے، تو ہم سب لوگ جو ہیں وہ سایوں کی طرح سے ہیں، حیّ قیوم کی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے۔ اور جس جگہ پر سایہ پڑے اس کو ارض کہتے ہیں۔ دوسری موجودات وہ ہیں جو بغیر کسی محل کے خود موجود ہیں۔ جیسے اجسام انہیں جوہر یا قائم بالذات کہتے ہیں جیسے ہمارا جسم اور وہ جو خود بھی موجود ہو اور ان سے دوسرے موجود ہیں انہیں قیوم کہتے ہیں، تو اللہ تعالیٰ کا وجود ایسا ہے کہ جو خود بھی موجود ہے اور دوسروں کو بھی موجود رکھتا ہے۔ وہ جو خود ہمیشہ ہمیشہ موجود ہو کسی اور جسم یا نور کسی کے اپنے محل کے محتاج نہ ہوں۔ خود موجود ہوں اور دوسروں کو موجود رکھیں۔ ان کو قیوم کہتے ہیں، اسی لئے اللہ تعالیٰ قائم رکھنے والا ہے۔ اور دوسری چیزوں کو قائم رکھتا ہے۔ کچھ خصوصیات یہ ہو گئیں۔

Marfat.com

دوسری خصوصیت یہ ہے کہ: وہ ساری کائنات کا نظام چلاتا ہے، اس کے لئے دو چیزوں کی ضرورت ہے ایک تو وہ ہر وقت نگہبان ہو، اور الرٹ ہو، اور دوسرا یہ وہ ہر چیز کا علم رکھے۔ ہر وقت ہوشیار ہو، باخبر ہو اور جب تک دو چیزیں جو ہیں وہ بیدار ہو، اور صاحبِ علم ہو تو، اللہ تعالیٰ نے یہ بھی خصوصیات اپنی بیان کردیں: لاتاخذہ سنۃ ولا نوم: سِنہ، کہتے ہیں اُونگھ کو، غفلت کو، نیند سے پہلے جب نیند کا غلبہ ہوتا ہے اور ابھی پوری نیند نہیں آتی اس کو کہتے ہیں سِنَۃٌ: اور جب نیند آگئی تو وہ نوم ہو گیا۔ تو فرمایا کہ میری وہ ذات ہے کہ نہ نیند سے پہلے کی کیفیت پیدا ہوتی ہے، نہ غفلت کا غلبہ ہوتا ہے اور نہ نیند حاوی ہوتی ہے۔ تو میں ہر وقت جاگتا رہتا ہوں۔ ہر وقت دیکھتا رہتا ہوں، ہر وقت اپنا کام کرسکتا ہوں۔

ایک اور صفت اللہ تعالیٰ نے بتائی: لہ ما فی السمٰوٰت وما فی الارض: آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے۔ آسمان مختلف درجات کو ظاہر کرتے ہیں۔ لہٰذا ان میں ایک اور دوسرے میں فاصلے ہیں، حجابات ہیں۔ لہٰذا ان کی الگ الگ شناخت ہے آسمان، دوسرا آسمان، تیسرا، پھر ساتواں آسمان۔ زمین میں جو طبقات ہیں ان کی پہچان نہیں ہے، جس طرح پیاز ہے اس کے چھلکے ایک دوسرے سے لپٹے ہوئے ہوتے ہیں اور سب مل کر ایک جسم بن جاتا ہے، تو اسی لئے اللہ تعالیٰ نے سماوات کو تو جمع میں استعمال کیا ہے اور زمین کو واحد میں فی الارض۔ لیکن زمین کے طبقات اس طرح گھتے ہوئے ہیں، جیسے کہ الگ الگ ان کی پہچان نہیں

Marfat.com

ہے، جیسے کہ پیاز کی صورت ہے۔

یہ سب کچھ کہنے کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: من ذا الذی یشفع عندہ الا باذنہ: وہ جو ہے وہ اپنی ساری کائنات کو دیکھ رہا ہے۔ غفلت کا شکار کبھی نہیں ہوتا نہ کبھی اسے نیند آتی ہے، وہ زمین و آسمان کا مالک ہے، مختار ہے اور اپنے نظام کو چلانے میں اپنے امر کا مالک ہے یہاں تک اسکی سفارش بھی کوئی بغیر (اذن، کے) حکم کے نہیں کر سکتا۔ یہ جواب ہے کفار کو۔ تم جو کہتے ہو کہ یہ بُت سفارش کرینگے مجھ میں تو وہ جو جھوٹے خدا ہیں، جن کو تم میرے ملا کر شرک کرتے ہو، تمہارا خیال ہے کہ ان کی سفارش میں مان لوں گا۔ سفارش ماننے کی تو بات یہ ہے کہ کوئی سفارش کر ہی نہیں سکتا میرے اذن کے بغیر۔ سفارش میرے اِذن سے جو کریں گے، میرے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کریں گے۔ اِن کے غلام کریں گے۔ سفارش کرنے والے کون ہیں؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم، انبیاء علیہم السلام اور اولیاء اللہ ہیں، مومن کے نابالغ بچے ہیں، کلام پاک ہے جس نے پڑھا ہوا ہے اس کی سفارش کرے گا، ماہِ رمضان سفارش کرے گا۔

کسی چیز کی چار طریقے سے ملکیت ہوتی ہے، نسبت ہوتی ہے۔ ایک تو ملکیت سے، ایک قبضہ سے، ایک استحقاق سے اور چوتھی ان چیزوں سے، جن پر ملکیت اور قبضہ تو اللہ تعالیٰ کا ہے، ہم اس کے منفعت گزار ہیں اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ تو ساری چیزیں اللہ کی مخلوق کو مملوک ہیں۔ اور رب جو ہے وہ مالکِ حقیقی ہے۔ اور بندے مالکِ مجازی ہیں۔ اللہ تعالیٰ جو ہے تمام عالمِ اجسام کا، عالمِ انوار کا، عالمِ امر کا

Marfat.com

سب کا خالق و مالک ہے۔ وہ ربّ العالمین ہے، تو جو اللہ کے پیارے ہیں، اللہ کی چیزیں ان کی بھی ملکیت ہیں، وہ مالکِ مجازی ہیں تو اگر اس نے خود کو کہا ربّ العالمین تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو کہا' رحمت اللعالمین۔ اور اگر اس نے کہا کہ میں سارے عالم کا مالک ہوں، تو اپنے محبوب کو کہا: لیکون للعالمین نذیرا ؕ: میں سارے عالم کو ڈرانے والا ہوں۔ تو جہاں جہاں ربّ کی سلطنت ہے وہاں وہاں سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا تصرّف ہے۔ تو یہ جو ہے: من ذا الذی.... باذنہ: یہ کفّار کی تردید ہے، کہ بتوں کی صفات نعوذ باللہ ربّ کو ماننی پڑے گی یہ کفّار کا دعویٰ ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی نفی کرتا ہے، تو یہ آیت الکرسی بیک وقت شرک اور دہریت کا رد ہے۔

شفاعت کے متعلق کفّار کا عقیدہ ہے کہ بتوں میں الوہیت ایسے حلول ہے جیسے پھول میں رنگ و بُو' ان کو اِلٰہ وہ کہتے ہیں اور شرکائے کار کہ۔ نعوذ باللہ جیسے اللہ تعالیٰ سب انتظامِ کائنات نہیں چلا سکتا۔ اور یہ اللہ کے بیٹے بیٹیاں ہیں جن کے بت وہ پوجتے ہیں، اور ربّ تعالیٰ نے آیت الکرسی اور سورۃ الاخلاص میں اس کی تردید کی۔ دوسرے یہ کہ کفّار کا بھی عقیدہ ہے کیونکہ بہت سارے شرکائے کار ہیں تو ان سب کا مشورہ اور صفات ماننی ہونگی۔ اللہ تعالیٰ کو: نعوذ باللہ من ذالک: جیسے دنیادی بادشاہ کرتے ہیں، یہاں بھی اللہ اس کی تردید فرماتا ہے کہ شفاعت بغیر اِذن نہیں ہے۔ چالیس مومن ہو جائیں تو وہ شفاعت بن جاتی ہے اس کے جنت میں جانے کی۔ اسی طرح معصوم بچے جب انتقال کر جاتے ہیں، تو اپنے والدین کی وہ شفاعت کریں گے،

Marfat.com

ان کے بغیر جنّت میں نہیں جائیں گے۔ اور انبیاء و اولیاء جو ہیں وہ بھی شفاعت کرتے ہیں۔ شفاعت کون کرے گا، انبیاء کریں گے اور اولیاء و علماء اور مشائخ کریں گے۔ اور حجرِ اسود بھی شفاعت کرے گا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ: "یہ تو ایک پتھر ہے اس کو کیوں چومتے ہیں؟ تو حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کہا کہ: "نہیں سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ: قیامت کے دن وہ اس شکل میں نہیں ہوگا۔ یہ مومنین کی گواہی دے گا، جو طواف کرتے تھے، جو اس کو بوسہ دیتے تھے، اللہ تعالیٰ کی نشانی، شعائر اللہ سمجھ کر۔ اسی طرح خانہ کعبہ شفاعت کرے گا کہ: کن لوگوں نے اللہ کی اطاعت پر اس کا طواف کیا۔ ماہ رمضان شفاعت کریگا کہ: کن لوگوں نے اللہ کی اطاعت میں روزے رکھے۔"

شفاعت کی چند قسمیں ہیں۔ ایک تو بلندئ درجات کے لئے، جو مومنین صالح نیک ہیں اور جن کے اعمال کا نیکیوں کا پلّہ بھاری ہے اور اللہ تعالیٰ انہیں جنّت عطا فرماتا ہے ان کے لئے شفاعتِ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے وہ درجات کی بلندی کا ذریعہ ہیں۔ دوسری شفاعت معافیِ سیّات کے لئے گناہوں کی معافی کے لئے، سرکار دو عالمؐ شفیع المذنبین ہیں، وہ مومنین کی شفاعت کریں گے۔ اور تیسری شفاعت میدانِ حشر سے نجات کے لئے وہ ایک بہت بڑا عذاب ہے، وہ شفاعتِ کبریٰ کہ ساری اُمتوں کی شفاعت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سب کی شفاعت کریں گے۔ اس میں مسلمان سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے اُمتی ہوں گے۔ دوسرے امتی کفار ہوں گے، تو محشر کے عذاب سے نجات کے لئے سب مخلوق اور سارے جہان کی شفاعت سرکار دو عالمؐ فرمائیں گے۔ سارا جہان اِن کا محتاج ہوگا اور شفاعت کب ہو سکتی ہے؟ بغیر عذاب

Marfat.com

کے شفاعت ہوسکتی ہے۔ دوزخ میں نہیں گئے، سیدھے جنت میں چلے گئے معافی مل گئی۔ شفاعت سے مدتِ عذاب میں کمی ہوسکتی ہے۔ اور پھر جنت میں پہنچ کر شفاعت ہوسکتی ہے۔ درجات کی بلندی کے لئے۔

یہ حصہ جو ہے : من ذاالذی ..... باذنہ : اس پہلے حصے کے کچھ اصول ہیں۔ پہلی بات یہ کہ بندوں کے برے بھلے اعمال رب کی مخلوق ہیں۔ کوئی یہ کہتا ہے کہ نیکیاں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں اور برائیاں کسی اور کی۔ تو یہ کفر ہے۔ دوسری بات یہ کہ کفار کے نماز جنازہ اور دُعائے مغفرت اور مرحوم و مغفور کہنا جائز نہیں ہے، اِس لئے حضور غوث پاک رضی اللہ تعالیٰ عنہ، تو رافضیوں کو کافر کہتے

ہیں اس لئے کہتے ہیں کہ جو صحابہ کرام کی بے حرمتی کرے وہ مسلمان نہیں ہے۔ تیسری بات یہ کہ رب کے لئے غفلت اور بے توجہی بے علمی محال ہے۔ یہ جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ : لاتاخذہ سنۃ ولانوم : یہ سوال بنی اسرائیل کے پیغمبر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے کیا، حضرت جبریل علیہ السلام سے۔ فرشتوں سے حضرت موسیٰؑ نے پوچھا کہ: "کیا رب کو اُونگھ آتی ہے" اسی وقت اللہ تعالیٰ کا حکم انکو ہوا کہ: "اے موسیٰ دو کچی شیشیاں لاؤ، اور اس میں پانی بھر کر لاؤ، دونوں ہاتھ میں رکھو" انہوں نے دونوں ہاتھوں میں رکھیں۔ نیند کا غلبہ ہوا شیشی ہاتھ سے نیچے گر گئی اور شیشی ٹوٹ گئی اور پانی بہہ گیا تو، اللہ تعالیٰ نے کہا: "اے موسیٰ یہ دو چھوٹی چھوٹی شیشیاں تیرے ہاتھ میں نہیں سنبھل سکیں، غفلت میں۔ میں نے جو ارض و سمٰوات سنبھال رکھا ہے اپنے ہاتھوں

ہیں، "اگر مجھے غفلت آجائے تو یہ کیسے سنبھلے گا" اس وجہ سے رب کو کبھی نیند نہیں آتی۔ غفلت نہیں ہوتی۔

اگلا حصہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: یعلم ما بین ایدیھم وما خلفھم ایدیھم معنی ہیں کہ: "جو کچھ خلق کے رُوبرو ہے؛ جو کچھ تمہارے سامنے ہے؛ اور جو کچھ تمہارے پیچھے ہے؛ جو تم نہیں دیکھ سکتے؛ اللہ تعالیٰ ہر چیز کا علم رکھتا ہے: ولا یحیطون بشیءٍ من علمہ الا بما شاء: سب کچھ اس کے علم میں ہے لیکن کسی انسان کے بس کی بات نہیں ہے کہ وہ اس علم کا احاطہ کرے بغیر اسکی رضا کے، مشیتِ الٰہی کے تو سارے علم کا مخزن اور منبع ربِ کریم ذوالجلال والاکرام ہے۔ جو کچھ علم کسی کو تھوڑا بہت ملا ہے وہ سب اللہ کی رضا سے اور اس کی مشیت سے لوگوں کو ملا ہے۔ ایک تو بات یہ ہوئی کہ وہ دنیا کا کاروبار کیسے چلاتا ہے؛ کہ وہ غفلت سے پاک ہے اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر کوئی چیز برائی کے برابر بھی ہو اور زمین کی تہہ میں بھی ہو، تو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہوتی ہے' ارض و سماوات میں جو کچھ ہے چاہے وہ رائی کے دانے کے برابر ہی کیوں نہ ہو۔ تو کوئی چیز اللہ کی نگاہ سے اوجھل نہیں ہے۔ اور یہ سارا علم جو ہے کوئی دوسرا اس کا احاطہ، سوائے اسکے مشیت اور حکم کے نہیں کر سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے یہ علم، علمِ غیب، علمِ ارض و سماوات جو ہے وہ سب سے زیادہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو عطا فرمایا' اور حسبِ درجات دوسرے انبیاء کو دیا، اور اولیاء اللہ کو وہ علم عطا فرمایا حسبِ مقدور۔ دوسری بات: وسع کرسیہ السمٰوٰت والارض: کرسی اس کو کہتے ہیں جس میں تہہ بہ تہہ چیزیں ہوں۔ یا جس پہ کوئی چیز

Marfat.com

قائم ہو، یا نیچے والی۔ پرانے زمانے میں بادشاہ کا اونچا تخت ہوتا تھا اور جو انکے سپہ سالار اور وزراء ہوتے تھے، ان کے لئے کرسی ہوتی تھی۔ کتابوں کا تھیلا، اس کو بھی کرانسہ کہتے ہیں۔ اللہ فرماتا ہے کہ جس چیز پہ یہ ارض اور سموات تھمے ہوئے ہیں اس کرسی میں بڑی وسعت ہے۔ وہ کرسی سارے ارض و سموات کو سنبھالے ہوئے ہے اس میں سب سمائے ہوئے ہیں۔ اور وہ عرش کے نیچے ہے۔ جس طرح بادشاہوں کے تخت اور اس کے نیچے کرسی ہوتی ہے، تو اللہ تعالیٰ کے ہاں بھی یہ نظام ہے کہ سب سے اوپر اللہ کا عرش ہے اور اس کے نیچے کرسی ہے۔ کرسی میں اتنی وسعت ہے کہ اس کے اندر سارے ارض و سماء، سمائے ہوئے ہیں۔ اور ان میں عرش و کرسی میں فاصلہ ہے۔ وہ ستر حجابات ہیں عرش اور کرسی کے درمیان میں۔ اور ہر حجاب میں کئی سال تک کا سفر ہے، اتنا طویل اور یہ حجاب کیوں رکھا کہ اللہ تعالیٰ کی ذات تو ذوالجلال والاکرام ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ اور عرش کو اٹھانے والے فرشتوں کا نور جو ہے کرسی اٹھانے والے فرشتوں پر پڑ جائے تو وہ سب بھسم ہو جائیں۔ سدرۃ المنتہیٰ کے آگے، تو حضرت جبریل علیہ السلام بھی نہیں جا سکے تھے، بال و پر جلنے لگے تھے۔ تو یہاں یہ اللہ نے فرمایا اس کی کرسی کی اتنی وسعت ہے کہ اس میں ارض و سماء سما چکے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ یہ کرسی اس کے عرش کے نیچے ہے، اس کے زیر قدم ہے، زیر تسلط ہے۔ یہاں کرسی کے چار معنی ہو سکتے ہیں پہلے تو ربّ کا علم و قدرت وہ اللہ نے اس کا ذکر کر دیا ہے کہ اس کا علم و قدرت سارے ارض و سماء پر حاوی ہے۔ دوسری بات وہ کرسی جو عرش کے بالکل نیچے ہے اور ساتوں آسمانوں کے اوپر ہے اور یا خود عرش کو بھی وہ اپنی کرسی کہہ سکتا ہے۔ تیسری بات یہ کہ یہ

Marfat.com

کوئی جسمانی چیز نہیں ہے بلکہ رب کی عظمت کا اظہار ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: ولا یئودہ حفظھما: میری صلاحیتوں اور میری توانائیوں کی کوئی انتہا نہیں ہے۔ اور یئودہ کا مطلب ہے ہم پہ کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔ حفظ دامان ان سب چیزوں کی حفاظت، یہ کائنات اور ارضی و سماء کا نظام جو میں چلاتا ہوں، یہ جو سارے ارض و سماء کو میں نے سنبھالا ہوا ہے، ان کی نگہبانی کرتا ہوں، انکی حفاظت کرتا ہوں، انکا انتظام والنوام کرتا ہوں، یہ سارے کام میرے لئے کوئی بوجھ نہیں ہیں، بس ویسے ہی رہتا ہوں پاک، میں تھکتا نہیں مجھے نیند نہیں آتی، مجھے غفلت نہیں آتی اور مجھے تھکن نہیں ہوتی، ان کی حفاظت میرے لئے کوئی باعثِ تھکن نہیں ہے۔

وھو العلی العظیم○: اس لئے کہ میں اعلیٰ ہوں، سب سے بلند ہوں، اور سب سے بڑا ہوں، سب پر حاوی۔ آپ نے دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا نام ہے علی، اور علی، مولائے کائنات حضرت مولا علی کرم اللہ وجہہ کا بھی نام ہے اور بعض یہ حسابی کتابی دیوبندی لوگ کہہ دیتے ہیں کہ اللہ کا نام استعمال کر لیا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے صحابہ کرام کے لئے تو کفر ہو گیا۔ نہیں وہ کفر نہیں ہوا کہ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کو سرکار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم علی کہتے تھے انہوں نے نام نہیں بدلا اور اللہ تعالیٰ کا نام بھی علی ہے۔ پتہ یہ لگا کہ جس عبارت میں آپ جس لفظ کو استعمال کر رہے ہیں، اس معنوں میں آئے گا۔ اور اللہ تعالیٰ کا نام استعمال کرنے سے کفر نہیں ہوگا، اللہ تعالیٰ حی و قیوم ہے۔ لیکن اس کے بندے بھی قیوم ہیں قائم رکھتے ہیں۔ قطب جو ہے، وہ کیا ہے۔ ایک مدار ہے۔ جس کے

Marfat.com

چاروں طرف نظامِ حیات چلتا ہے، وہ بھی قیوم ہے اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی طاقت سے اور تصرف سے اِس نے اِس نظام کو قائم کیا ہوا ہے۔

جب آپ، اللہ کے بندے اور پیارے بھی، اللہ تعالیٰ کے اذن سے وہ قیوم ہو سکتے ہیں۔ اس لئے کہ ہمیشہ زندہ رہنے والے نہیں ہیں۔ جیسے میں نے بتایا تھا کہ حاملینِ عرش اور حاملینِ کرسی کے درمیان ۷۰ حجاب نور کے اور ۷۰ حجاب ظلمت کے ہیں، اور ہر حجاب میں ۵۰۰ سال کا راستہ ہے، اتنے فاصلے ہیں درمیان میں۔ اللہ تعالیٰ نے بعض بندوں کو اپنے علم کا مظہر بنایا ہے۔ آیت الکرسی کی کیا فضیلتیں ہیں؟ یہ ہمیں جاننا چاہیئے۔ ایک تو اس میں الٰہیہ کے سارے مسائل کا ذِکر آجاتا ہے، اور اس میں اللہ کی ذات وصفات کا بے مثال بیان ہے۔ آیت الکرسی میں ایک اسمِ اعظم بھی ہے: الحی القیوم: اور اولیاء اللہ اسی اسمِ اعظم کی برکت سے پَل میں مشرق سے مغرب تک چلے جاتے ہیں۔

حضرت بابا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ کو بڑا شوق تھا، سرکارِ دوعالم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ عالیہ میں پہنچنے کا۔ جالندھر (انڈیا) کے رہنے والے تھے بڑے پریشان تھے خواب میں دیکھا کسی کو کہ جاؤ کراچی چلے جاؤ اور وہاں تم کو کوئی پہنچا دے گا۔ کراچی میں گئے تو ایک آدمی مل گیا تو انہوں نے کہا کہ آنکھ بند کرو۔ آنکھ بند کر کے انہوں نے ایک قدم آگے بڑھایا تو بحیرۂ عرب پار تھا اور وہ وہاں پر پہنچے ہوئے تھے۔ پھر وہ وہاں پر خانۂ کعبہ میں پہنچ گئے تھے۔ تو وہاں ٹھہر گئے، انہوں نے کہا ہم اپنی منزل پہ پہنچ گئے ہیں۔ انہوں نے خواب میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا۔ انہوں نے کہا کہ میں نے تمہیں یہاں

Marfat.com

ٹھہرنے کے لئے بلایا ہے اپنے پاس وہ بہت زمانے تک سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ پاک پر جھاڑو دیا کرتے تھے۔ ان کا ۱۹۸۶ء میں انتقال ہوا ہے، میں ان سے کئی دفعہ مل چکا ہوں۔

تو آیت الکرسی میں اسمِ اعظم بھی ہے، اور اس کی مدد سے اولیاء اللہ مشرق سے مغرب تک پل میں سفر کرتے ہیں، اور اسی کی برکت سے حضرت عیسٰی علیہ السلام مُردوں کو زندہ فرماتے تھے۔ حدیث جو ہے، سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ: "حضرت آدمؑ سیّد البشر ہیں، اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سیّد العرب والعجم ہیں، اور حضرت سلمان فارسیؓ سیّد الفارس ہیں اور حضرت صہیب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارِ روم ہیں۔ حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ سردارِ حبشہ ہیں۔ کوہِ طور جو ہے وہ پہاڑوں کا سردار ہے، جمعہ جو ہے سیّد الایام ہے قرآنِ مجید جو ہے سیّد الکلام ہے، اور سورۂ بقرہ سیّد القرآن ہے، اور آیت الکرسی سیّد البقرہ ہے۔ اور ذکر کی عظمت مذکور کی عظمت سے مرتّب ہے، چونکہ اللہ کا ذکر اس میں ہے تو اس کی عظمت اللہ تعالیٰ کی عظمت سے مستعار ہے۔ سرکارِ دو عالمؐ نے یہ بھی فرمایا: کہ ہمیں آیت الکرسی عرش کے نیچے عنایت کی گئی۔

حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آیت الکرسی چہارم قرآن ہے۔ حضرت حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں کہ جنگِ بدر میں میں نے دیکھا کہ سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں ہیں اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ کا ورد فرما رہے ہیں۔ میں ادھر سے گزر گیا۔ دوبارہ پھر دیکھا تو آپ اسی حالت میں، سہ بارہ دیکھا اسی حالت میں ہیں یہاں تک کہ جبتک فتح نہ ہوگئی اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سجدے میں رہے اور یَا حَیُّ یَا قَیُّوْمُ پڑھتے رہے۔ یہ بھی فرمایا ہے آیت الکرسی پڑھنے والے پر ایک فرشتہ مقرر ہو جاتا ہے جو نیکیوں کو لکھتا رہتا ہے،

Marfat.com

اور برائیوں کو مٹاتا رہتا ہے۔ اور سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ رات کو سوتے وقت سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم ہاتھ اُٹھا کر کے آیت الکرسی اور چاروں قل پڑھ کر کے، دم کر کے جہاں جہاں تک ہاتھ جاتا تھا، پھیر لیتے تھے، اور جو کوئی یہ عمل کرے گا، وہ سماواتِ ارضی و سماوی سے محفوظ رہے گا۔

آیت الکرسی کے کچھ فائدے اور اصول بھی ہیں: حضرت علی کرم اللہ وجہہ فرماتے ہیں: "جو کوئی ہر فرض نماز کے بعد اسے پڑھ لیا کرے، تو اس میں اور جنت میں صرف موت کی آڑ رہے گی۔ یعنی انتقال ہوتے کے ساتھ ہی وہ جنتی ہو جائے گا۔ دوسرا یہ کہ اگر سوتے وقت پڑھیں تو اس کا اپنا گھر اور پڑوسیوں کا گھر، چوروں سے ڈاکوؤں سے اور آگ سے محفوظ رہے گا۔ تیسرا یہ کہ جس گھر میں آیت الکرسی پڑھی جائے تو شیطان ایک ماہ تک اور جادوگر ۴۰ دن تک اس سے دور رہتے ہیں"۔ تو عظیم صاحب آپ اس کو نوٹ کر لیں۔ دوسروں کے اعمالِ سفلی سے بچنا چاہتے ہیں تو روز رات کو آیت الکرسی پڑھیں اور اپنا حصار کر لیا کریں۔

حضرت ابنِ کعب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک جن کو پکڑا۔ اور اس سے پوچھا کہ بتاؤ کہ انسان تم سے کس طریقے سے بچ سکتے ہیں یا بچیں۔ اس نے کہا کہ جو لوگ دن رات آیت الکرسی پڑھتے ہیں وہ مجھ سے بچیں گے بلکہ بچے ہوئے ہیں۔ انہوں نے یہ قصہ صبح حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہِ اقدس میں پیش کیا کہ میں نے ایک جن کو پکڑا تھا اس نے یہ کہا ہے: تو سرکارِ دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمائی۔ اگر بچوں پہ صبح و شام اس کو دم کریں تو وہ جادو اور نظرِ بد سے بچے رہیں گے۔

Marfat.com

حضرت امام زین العابدین رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں، جب حضرت فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو دردِ زہ ہوا تو اس وقت جب انہوں نے آیت الکرسی پڑھی تو اس سے افاقہ ہوا۔ تو یہ بھی لوگوں کو اہل وعیال والوں کو یاد ہونا چاہیئے۔ اب اس کے کچھ اصول جو اس سے مرتب ہوئے۔ پہلی بات تو یہ کہ: بندوں کے برے بھلے سب اعمال رب کی مخلوق ہیں۔ ایک جبریہ فرقے کا آدمی تھا۔ ان کا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ انسان مجبورِ محض ہے ہر چیز اللہ کی طرف سے ہے اس کا کوئی قصور ہی نہیں ہے۔ وہ گیا کسی کے باغ میں، اور انگور توڑ توڑ کے کھانے لگا۔ مالک آگیا تو اس نے پوچھا، تم کیا کر رہے ہو؟ تو اس نے کہا کہ میں تو مجبور محض ہوں تم کو شکوہ کرنا ہو تو رب سے کرو اس نے کیوں مجھ سے انگور تڑوایا ہے۔ اس نے اپنے غلام کو بلایا، اور اسکو ایک ڈنڈا دیا اور اس نے اس سے کہا کہ: "اس کو مارتے چلے جاؤ۔" جب اسکو مار پڑی تو اس نے واویلا کیا اور کہا کہ: "اس سے مجھے بچاؤ" تب انہوں نے کہا کہ: "تم مجھ سے کیوں فریاد کر رہے ہو، رب کا حکم ہوا، تمہارے ایمان کے مطابق اور رب ہی تم پر ڈنڈا برسوا رہا ہے اُس سے تم فریاد کرو" پھر اس نے توبہ کی کہ میرا عقیدہ غلط ہے۔ تو بندوں کے بُرے بھلے اعمال سب رب کی مخلوق ہیں۔ دوسرا اصول یہ ہے کہ کفّار کی شفاعت نمازِ جنازہ کے ذریعے یا دُعائے مغفرت کے ذریعے حرام ہے۔ تیسرا یہ ہے کہ رب تعالیٰ بے علمی سے، غفلت سے، اور نیند سے پاک ہے۔ اللہ تعالیٰ عاجزی سے عاجز ہے کوئی ایسی چیز جو اسے عاجز کر دے وہ ہر اس چیز سے پاک ہے۔

یہ سارا اُصولِ توحید ہے۔ آیت الکرسی میں کیا ہے۔ اصولِ توحید ہے، اور توحید کی بھی کچھ قسمیں ہیں۔ جو ہمارے آپ کے جیسے مقصدِ عین ہیں، جنہوں نے نیا نیا

Marfat.com

No.
ccession
The bo
te last m
mitted
bersh

پہ پہنچ گئے ہیں۔ تو وہ یہ نہیں کہتے لا الٰہ الا اللہ، وہ کہتے ہیں ... اے رب
آپ کے علاوہ کوئی نہیں۔ وہ یہ نہیں کہتے، اللہ کے علاوہ ک... ہے، وہ کہتے ہیں:
تمہارے علاوہ کوئی رب نہیں ہے۔ اس لئے کہ وہ مشاہدہ کر رہے ہیں، رب کا۔ اس لئے
کہ وہ مقامِ شہود میں ہیں ... ور کاملین جو ہیں وہ منصور کی طرح سے ہیں، وہ فنا فی اللہ
ہو چکے ہیں، ان کی اپنی ذات نفی ہو چکی ہے۔ تو وہ کہتے ہیں: لا الٰہ الا ان الحق ان الحق
کہہ دیتے ہیں۔ اور قطب الاقطاب ہیں جن کے گرد سارا نظام چلتا ہے، جو مدار
ہیں سارے نظامِ طریقت کے تو وہ ان کی توحید ہے یا ھُو من ھُو کچھ ہے ہی نہیں، ھُو کے
علاوہ۔ عالم کی توحید ہے کیا ہے؟ لا الٰہ الا ھُو اور صوفی کی کیا ہے؟ لا موجود الا ھُو۔ اللہ تعالیٰ
کے علاوہ کوئی چیز بھی موجود نہیں ہے، ہر چیز فنا ہو چکی ہے۔ تو یہ لا الٰہ الا ھُو، اور لا موجود الا ھُو۔
معرفت سے حقیقت تک جب پہنچیں گے تو لا الٰہ الا ھُو، اور لا موجود الا ھُو بن جائے گا۔

اللہ تعالیٰ ہم سب پر اپنا فضل و کرم فرمائے۔ اللہ تعالیٰ ہمارے ایمان کی
اصلاح فرمائے۔ اور اس پر ہمیں ثابت قدم رکھے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں سرکارِ دو عالم ﷺ
کی شفاعت نصیب فرمائے اور انفاق فی سبیل اللہ کی توفیق عطا فرمائے۔ ہمارے قلوب
کو، ذہنوں کو اور وجود کو توحید کے زیور سے آراستہ فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العلمین ۝

Marfat.com

MF
188155

DATA

تفسیرِ علیم

(قرآن حکیم)

جلدِ ہشتم
8

از

خواجۂ عارفیاں، ابدالِ چشت اہلِ بہشت
عاملِ شریعت، کاملِ طریقت
صادق البیان، مُفسّرُ القرآن
فدائے عشقِ محمدیؐ
ضیائے غلامِ عارفی، وفائے سگِ افضلی
حضرت قاضی محمدؐ علیم اللہ عارفی
قادری، چشتی، صابری عارفی رحمۃ اللہ علیہ

Marfat.com